ایمانِ والدینِ مصطفیٰ

9 رسائل کا مجموعہ

تقدیم و ترجمہ

محققُ العصر

مفتی محمد خان قادری مدظلہ

حجاز پبلی کیشنز ۰ لاہور

ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ

9 رسائل کا مجموعہ

تقدیم و ترجمہ

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048

نام کتاب	ایمان والدین مصطفی ﷺ 9 رسائل کا مجموعہ
تقدیم و ترجمہ	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	علامہ محمد فاروق قادری
حروف سازی	محمد عمران عنصر قادری
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
اشاعت اول	۲۰۱۲ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048.

9۔مجموعہ رسائل اوران کے مصنفین کے نام

1۔ اُمہات النبی علیہ وسلم صلی اللہ امام ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی (المتوفی:۲۴۵)

2۔حضور ﷺ کے والدین کے بارے اسلاف کا مذہب

3۔والدین مصطفٰی ﷺ جنتی ہیں

4۔حضور ﷺ کے آباء کی شانیں

5۔نسب نبوی ﷺ کا مقام

6۔والدین مصطفٰی ﷺ کا زندہ ہوکر ایمان لانا

7۔والدین مصطفٰی ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ

امام جلال الدین سیوطیؒ (المتوفی:۹۱۱ھ)

8۔ ھدایۃ الغبی الی اسلام آباء النبی ﷺ

مولانا قاری عبدالغفار شاہ

9۔ نور الھدیٰ فی آباء المصطفیٰ ﷺ

حضرت مولانا علی احمد چشتی سیالوی

مقدمہ

ایمان والدین

اور

اہل علم کے اقوال

والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ ہوکر ایمان لانا'' کے نام سے شامل ہے جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ اسکے بارے میں وارد شدہ حدیث ہرگز موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہے بلکہ انہوں نے اسی موضوع پر اپنے دوسرے رسالے ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین جنتی ہیں'' میں بڑی طویل اور بے نظیر گفتگو کی ہے۔

چوتھا راستہ: وہ دین حنیف پر تھے، امام فخر الدین رازی، علامہ محقق سنوسی، شارح شفاء علامہ تلمسانی، امام ابن حجر مکی کا یہی مؤقف ہے، علامہ زرقانی نے بھی اس کی تائید وتصویب کی۔

آئمہ اُمت کے حوالہ جات

یہاں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے حوالے سے مسلمہ ائمہ اُمت کے حوالہ جات تحریر کیے دیتے ہیں:

۱۔ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی (المتوفی: ۶۶۸ھ) تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ہم نے اپنی کتاب التذکرہ ایمان میں تفصیلاً لکھا ہے۔

ان اللہ تعالیٰ احیا له اباہ وامه وامنابه (الجامع لاحکام القرآن: ۲، ۶۴)	اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے

۲۔ شارح مسلم امام محمد بن خلیفہ الابی (ت: ۸۲۷ھ) ایک حدیث مسلم کے تحت امام نووی کے اس جملہ کہ

کفر پر فوت ہونے والا دوزخی ہے اور اسے کسی رشتہ دار کی قرابت فائدہ نہیں دے سکتی۔ پر لکھتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہلسنت کا مختار اور پسندیدہ قول یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین ناجی اور جنتی ہیں۔ ان سے ہرگز کفر وشرک ثابت نہیں اس مقصود کو پانے کے لیے اہل علم نے چار راستے اپنائے اور اس پر اپنے اپنے قوی دلائل فراہم کیے ہیں۔

پہلا راستہ: انہیں دین کی دعوت نہیں پہنچی لہذا وہ عذاب میں مبتلا نہ ہوں گے بلکہ نجات پا جائیں گے۔ امام سبکی، امام غزالی، شارح مسلم امام اُبی اور امام شرف الدین مناوی نے اس راہ کو اختیار کیا۔

دوسرا راستہ: یہ اہل فترت میں سے ہیں روز قیامت ان کا امتحان ہوگا اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت و برکت سے اس امتحان میں کامیابی حاصل کریں گے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ کا یہی موقف ہے۔

تیسرا راستہ: وہ زندہ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، امام ابن شاہین، امام ابوبکر خطیب بغدادی، امام ابن عساکر، امام سہیلی، امام محب الدین طبری، امام ناصر الدین دمشقی، حافظ ابن سید الناس، حافظ شمس الدین دمشقی، حافظ ابن حجر مکی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، امام سید احمد حموی اور امام قرطبی وغیرہم کا یہی موقف ہے۔

امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس موقف پر باقاعدہ مستقل رسالہ لکھا جس کا ترجمہ "

بقیہ صفحہ 6 پر

قلت انظر هذا الاطلاق وقد قال السهیلی لیس لنا ان نقول ذلك فقد قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تؤذوا الاحیاء بسب الاموات وقال تعالیٰ ان الذین یؤذون الله ورسوله ولعله یصح ماجاء انه صلی اللہ علیہ وسلم سأل الله سبحانه فاحیاله ابویه فامنابه وقدر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فوق هذا ولا یعجز الله شیء

کہ میں کہتا ہوں غور کرو امام نووی نے یہ بات ہر ایک کے حوالے سے کہہ دی ہے (حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات درست نہیں) امام سہیلی نے فرمایا ہے کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایسی بات کہنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں اور ممکن ہے وہ روایت صحیح ہو جس میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس سے بھی بلند ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بھی کوئی شے عاجز نہیں کر سکتی

آگے امام نووی نے لکھا تھا۔

مذکورہ حدیث یہ بھی واضح کر رہی ہے کہ زمانہ فترت میں بتوں کی پوجا کرنے والا دوزخی ہوگا اور دعوت نہ پہنچنے والے پر عذاب ہوگا کیونکہ انہیں دعوت ابراھیمی پہنچی ہے

اس پر امام اُبی لکھتے ہیں:

قلت تامل مافی کلامه من التنافی فان من بلغتهم الدعوة لیسوا باهل فترة (اکمال العلم:۱:۶۱۶_۶۱۷)

میں کہتا ہوں غور کیجئے۔ ان کے کلام میں تناقض ہے کیونکہ جنہیں دعوت پہنچ گئی وہ اہل فترت رہتے ہی نہیں۔

۳۔ شارح بخاری امام احمد بن محمد قسطلانی (ت:۹۲۳) اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کے بعد لکھتے ہیں:

فالحذر الحذر من ذکر هما بما فیه نقص فان ذلك قد یؤذی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان العرف جاء بانه اذا ذکر ابو الشخص بما ینقصه اووصف یوصف به وذلك الوصف فیه نقص تاذی ولده بذکر ذلك له عند المخاطبة وقد قال علیه السلام لا تؤذوا الاحیاء بسبب الاموات رواه الطبرانی فی الصغیر ولا ریب ان اذاه علیه السلام کفر یقتل فاعله ان لم یتب عندنا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں ہر گز کوئی ایسی گفتگو نہ کی جائے جس میں ان کی طرف کسی نقص یا عیب کی نسبت ہو یقیناً یہ گفتگو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائے گی۔ کیونکہ عرف یہ ہے کہ جب بھی کسی کے والد کا عیب یا نقص بیان کیا جاتا ہے تو اس کے تذکرہ سے اسکی اولاد کو اذیت وتکلیف پہنچتی ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات میں سے ہے مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو اذیت نہ دو اسے امام طبرانی نے معجم صغیر میں نقل کیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت

وستاتی مباحث ذالك ان شاء اللہ تعالیٰ فی الخصائص من مقصد المعجزات وقد اظنب بعض العلماء فی الاستدلال لایمانھما فاللہ تعالیٰ یثیبه علیٰ قصدہ الجمیل

(المواہب اللدنیہ ۱:۱۸۴)

دینا کفر ہے اور ایسا کرنے والے کو ہمارے نزدیک قتل کر دیا جائے گا اگر وہ توبہ نہ کرے اس پر مزید بحث مقصد المعجزات میں آرہی ہے بعض علماء (سیوطی) نے والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کو متعدد دلائل سے ثابت کیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس اعلیٰ عمل پر جزائے خیر عطا فرمائے۔

۴۔ امام عبد الوہاب شعرانی (ت: ۹۷۳ھ) امام سیوطی کی تحقیق اور رسائل پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وقد طالعتها كلها فرأيتها ترجع الى ان الادب مع رسوله صلى الله عليه وسلم واجب وان من اذاه فقد اذى الله وقال تعالىٰ ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله فى الدنيا والاخرة واعد لهم عذابا مهينا وفى قرآن العظيم وما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً

میں نے تمام کا مطالعہ کیا ہے انہوں نے اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام لازمی امر ہے اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت اور ان کیلئے اللہ نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے اور قرآن عظیم میں یہ بھی ہے کہ اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

قال الشیخ جلال الدین السیوطی خاتمة حفاظ مصر رحمه الله وقد صرح جماعات کثیرة بان ابوی النبی صلی الله علیه وسلم لم تبلغهما الدعوة الله تعالیٰ یقول وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا وحکم من لم تبلغه الدعوة انه یموت ناجیاً ولا یعذب ویدخل الجنة

(الیواقیت والجواہر ۲: ۴۰۸، ۴۰۹)

امام جلال الدین سیوطی (جو مصری حفاظ حدیث میں آخری ہیں) کہتے ہیں اہل علم کی کثیر جماعتوں نے یہ تصریح کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو دعوت دین نہیں پہنچی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں۔ اور جن لوگوں تک دعوت نہیں پہنچی ان کا حکم یہ ہے کہ وہ ناجی فوت ہوں گے۔ ان پر کوئی عذاب نہ ہوگا اور وہ جنتی ہوں گے۔

۵۔ شیخ الاسلام امام ابن حجر مکی (المتوفی: ۹۷۴ھ) شرح قصیدہ اُم القریٰ میں اہم نوٹ لکھتے ہیں۔

لك ان تاخذ من کلام الناظم الذی علمت ان الاحادیث مصرحة لفظاً فی اکثره ومعنی فی کله ان اباء النبی صلی الله علیه وسلم غیر الانبیاء و اُمهاته الی آدم وحواء لیس لهم کافر لان الکافر لایقال فی حقه

تم نے کلام ناظم (امام بوصیری) سے یہ جان لیا کہ احادیث مبارکہ صراحتاً اور معناً واضح کر دیتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء اور مائیں حضرت آدم اور حضرت حوا سے لیکر کوئی کافر نہیں کیونکہ کافر کو اعلیٰ؛ پاک اور بزرگ نہیں کہا جاسکتا۔

انه مختار ولا كريم ولا طاهر
بل نجس كما في اية انما المشر
كون نجس وقد صرحت الا
حاديث السابقة بانهم مختارون
وان الاباء كرام والامهات
طاهرات وايضًا انهم الى
اسماعيل كانوا من اهل الفترة
وهم في حكم المسلمين بنص
الاية وكذا من ابرهيم الى آدم
وكذا بين كل رسولين وايضًا
قال الله تعالى وتقلبك في
الساجدين على احد التفاسير
فيه ان المراد تنقل نوره من
ساجد الى ساجد وحينئذ فهذا
صريح في ان ابوى النبي
ﷺ امنة وعبدالله من اهل
الجنة لا نهما من اقرب المختارين
له وهذا هو الحق بل في حديث
صححه غير واحد من الحفاظ

بلکہ وہ سراپا پلید ہیں جیسا کہ فرمان ہے
مشرک نجس ہیں اور احادیث سابقہ
نشاندہی کر رہی ہیں کہ آپ ﷺ کے آباء
اعلیٰ، افضل اور پاک ہیں ۔ وہ حضرت
اسماعیل تک اہل فترت ہیں ۔ اور نص
صریح کے مطابق مسلمانوں کے حکم میں
ہیں ۔ اس طرح حضرت ابراہیم سے لیکر
حضرت آدم تک اسی طرح دو رسولوں
کے درمیان بھی ۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی
فرمان ہے وہ آپ کا سجدہ کرنیوالوں میں
منتقل ہونے کو بھی دیکھتا ہے ۔ اس کی
ایک تفسیر یہ ہے کہ مراد ایک سجدہ والے
سے دوسرے سجدہ والے کی طرف نور کا
منتقل ہونا ہے ۔ تو یہ صراحت ہے کہ حضور
کے والدین جنتی ہیں کیونکہ وہ آپ
ﷺ کے سب سے قریبی اور فضیلت
والے ہیں اور یہی بات حق ہے بلکہ ایک
حدیث میں جس کو متعدد محدثین نے صحیح
قرار دیا اس میں طعن کرنیوالے کی طرف

ولم يلتفتوا لمن طعن فيه ان الله	توجہ ہی نہیں کی جائیگی کہ اللہ تعالیٰ نے
احیاھما له فامنا به خصوصية لهما	حضور ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا
وکرامة له ﷺ	اور آپ ﷺ پر ایمان لائے اور یہ
(افضل القریٰ لقراء ام القریٰ" :۱۔۱۵۱)	آپ ﷺ کی خصوصیت اور فضیلت ہے

۶: امام ابن نجیم (المتوفی :۱۰۰۵ھ) کافر پر لعنت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن مات على الكفر ابيح لعنته الا	ہر فوت شدہ کافر پر لعنت کرنا جائز ہے
والدی رسول الله ﷺ لثبوت ان	مگر حضور ﷺ کے والدین شریفین
الله تعالیٰ احیاھما حتی أمنا به	کے بارے میں ثابت ہے کہ زندہ
(الاشباہ والنظائر :۴۵۳)	ہو کر اسلام لائے تھے۔

۷۔امام احمد شہاب الدین خفاجی (المتوفی :۱۰۶۹ھ) حضرت عمر عبدالعزیز کے اس عمل پر کہ انہوں نے ابن ملازم کو نکال دیا جس نے حضور ﷺ کے والد گرامی کے بارے میں غلط کلمات کہے، لکھتے ہیں۔

وفی ذلك اشارة الى اسلام ابويه	اس میں حضور ﷺ کے والدین کے اسلام کی
ﷺ قال ابن حجر وهذا هو الحق	طرف اشارہ ہے حافظ ابن حجر کہتے ہیں ان کا
بل فی حدیث صححه غير واحد	مسلمان ہونا ہی حق ہے بلکہ حدیث ہے جسے
من الحفاظ ولم يلتفتوا لمن طعن	متعدد حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے اور اس
فيه ان الله تعالیٰ أحیاھما له فامنا به	میں طعن کرنیوالوں کی طرف توجہ ہی نہ کی
خصوصية لهما وكرامة له ﷺ	جائے ، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین
فقول ابن دحية يرده القران والاجماع	کو زندہ کیا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے ،

ليس فى محله لان ذلك
ممكن شرعًا وعقلاً على جهة
الكرامة والخصوصية فلايرده
القران والاجماع وكون
الايمان به لاينفع بعد الموت
محله فى غير الخصوصية
والكرامة وما احسن قول
بعض المتوقفين فى هذه
المسئلة الحذر الحذر من ذكرهما
بنقص فان ذلك قد يؤ ذيه ﷺ
حديث الطبرانى لا تؤذوا
الاحياء بسبب الاموت انتهى
وحديث مسلم قال رجل
يارسول ﷺ اين ابى قال فى
النار فلما مضى وولى دعاه
فقال ان ابى واباك فى النار
يتعين تاويله واظهر تاويله له
عندى انه ارادبابيه عمه ابا
طالب لان العرب تسمى العم

یہ ان کی خصوصیت ہے اور آپ ﷺ کی
شرف عظمت ہے، ابن دحیہ کا کہنا کہ یہ
قرآن واجماع کے خلاف ہے، محل نظر ہے، کیو
نکہ یہ مذکورہ خصوصیت اور شرافت کے پیش نظر،
شرعی اور عقلی طور پر ممکن ہے اسے قرآن اور
اجماع رد نہیں کرتے کیونکہ موت کے بعد ایمان
کا نفع نہ دینا خصوصیت اور کرامت کے علاوہ
میں ہے، اس مسئلہ میں بعض خاموشی اختیار کر
نیوالوں نے کیا خوب کہا۔ کہ حضور ﷺ کے
والدین کا نقص بیان کرنے سے بچو کیونکہ
آپ ﷺ کو اس سے اذیت ہوتی ہے، طبرانی
میں حدیث ہے مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو
تکلیف مت پہنچاؤ، رہا معاملہ حدیث مسلم کا کہ
ایک شخص نے پوچھا تھا یا رسول ﷺ میرا باپ
کہاں ہے؟ فرمایا آگ میں، جب وہ واپس چلا
گیا، آپ ﷺ نے دوبارہ بلا کر فرمایا۔ میرا باپ اور
تیرا باپ آگ میں ہیں، اسکی تاویل ضروری ہے اور
میرے نزدیک خوب صورت ترین اسکی تاویل یہ
ہے کہ یہاں اب سے مراد چچا ابوطالب ہے،

ابًا فانه عمه الذی کفله بعد موت جده عبد المطلب وانه ﷺ انما قصد بذلك ان يطيب خاطر ذالك الرجل خشية ان يرتد لوقوع سمعه اولاً ان اباه فی النار بدليل انه قال له ذلك بعد ان ولّٰی او کان ذلك قبل ان ينزل عليه قوله تعالیٰ وما كنا معذبين حتی نبعث رسولاً کما وقع له ﷺ ان سئل من اطفال المشركين فقال هم مع ابائهم ثم سئل عنهم فذكر انهم فی الجنة

(نسیم الریاض: ۴۔۴۱۴)

کیونکہ عرب چچا کو اب کہتے ہیں کیونکہ حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد چچا نے ہی آپ ﷺ کی کفالت کی تھی ۔ باقی آپ ﷺ نے اسکی تسلی کیلئے ایسا کہا، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ سنتے ہی کہ اسکا والد آگ میں ہے مرتد ہو جائے یہی وجہ ہے کہ اسے واپس بلا کر ایسا فرمایا۔ یا یہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے کہ ہم عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیج لیں، جیسا کہ آپ ﷺ سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا وہ اپنے آباء کیساتھ (دوزخ میں) ہوں گے پھر انکے بارے میں دوبارہ پوچھا گیا تو فرمایا وہ جنتی ہیں

۸۔ امام محمد بن عبدالباقی زرقانی (ت: ۱۱۲۲ھ) اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی بحث کے بعد اپنا نقطہ نظر ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

وقد بينا لك ايها المالكی حكم الابوين فاذا سئلت عنهما فقل هما فی الجنة اما لانهما احييا حتی امنا كما جزم به الحافظ السهيلی والقرطبی وناصر الدين بن المنير

اے مالکی (مخاطب) ہم نے تم پر حضور ﷺ کے والدین بارے میں تفصیلاً واضح کر دیا ہے جب کوئی ان کے بارے میں پوچھے تو کہو وہ جنتی ہیں یا تو اس لیے کہ ان دونوں کو زندہ کیا گیا اور آپ ﷺ پر ایمان لائے جیسا کہ حافظ سہیلی،

وان كان الحديث ضعيفًا كما
جزم به اولهم ووافقه جماعة
من الحفاظ لا نه فى منقبة وهى
يعمل فيها بالحديث الضعيف
واما لانهما ماتا فى الفترة قبل
البعثة ولاتعذيب قبلها كما جزم
به الأُبى واما لانهما كانا الحنيفية
والتوحيد لم يتقدم لهما شرك
كما قطع به الامام السنوسى
والتلمسانى المتاخر محشى
الشفاء فهذا ما وقفنا عليه من
نصوص علمائنا ولم نر لغيرهم
ما يخالفه الا ما يشم من ابن
دحية وقد تكفل برده القرطبى
(مصابح السیرۃ المحمدیہ :۱، ۳۴۹)

قرطبی اور ناصر الدین ابن المنیر نے اس پر
جزم کیا۔ اگر چہ حدیث ضعیف ہے جیسا
کہ ان سے پہلے حفاظ حدیث کی ایک
جماعت نے اس پر جزم کا اظہار کیا کیونکہ
زیر بحث معاملہ فضائل کا ہے اور ایسے مقام
پر حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے یا اس
لیے کہ وہ دونوں بعثت سے پہلے زمانہ
فترت میں تھے۔ اور بعثت سے پہلے
عذاب کا سوال ہی نہیں اس پر امام اُبی نے
جزم کیا یا اس لیے کہ وہ دونوں دین حنفی اور
توحید پر تھے اور ان سے شرک ہر گز
ثابت نہیں۔ جیسا کہ شیخ سنوسی اور
تلمسانی متاخر محشی شفاء نے اس پر یقین
کا اظہار کیا یہ ہمارے علماء کی تصریحات
ہیں جو ہمارے مطالعہ میں آئیں اور ہم
نے اس کے مخالف کسی کو نہیں پایا مگر
جس نے ابن دحیہ سے بو پائی لیکن اس
کا امام قرطبی نے خوب وکافی رد کیا۔

۹۔ علامہ محمد بن الحاج کردی (المتوفی:۱۱۸۹ھ) اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی گفتگو میں کہتے ہیں۔

وجب القطع والا عتقاد بنجا تهما تعظيمًا لجنابه صلى الله عليه وسلم ولا يسكن قلب ذي تقى الا بذلك ــــ ولا يجوز الاقدام علىٰ هذا الحكم الا بعد نص صريح لا يعارضه نص آخر وانىٰ لك هذا في والديه صلى الله عليه وسلم اذ مامن دلائل يدل علىٰ عدم نجاتهما الاهو ضعيف ساقط وعارضه دليل مثله او اقوىٰ منه كما بينها الحفاظ (رفع الخفاء۔ا۔۵۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی نجات کا اعتقاد کرنا لازم ہے اور کسی بھی خوف الٰہی رکھنے والے کا دل اس کے بغیر سکون نہیں پا سکتا اور کسی بھی کفر کا حکم ایسی صریح نص کی بنیاد پر لگایا جا سکتا ہے جس کے مخالف کوئی دلیل نہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے حق میں ایسی دلیلیں کہاں؟ بلکہ جو بھی دلیل ان کے ناجی ہونے کے خلاف ہے وہ ضعیف اور ناقابل استدلال ہے اس کے مخالف اسکے ہم پلہ یا اس سے قوی دلیل موجود ہے جیسا کہ حفاظ حدیث نے واضح کیا ہے۔

۱۰۔ مفسر قرآن قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی:۱۲۲۵ھ) رقمطراز ہیں کہ آیت مبارکہ وما كان للنبي والذين امنوا ان يستغفروا للمشركين الاية ۔ کے بارے میں کہنا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں نازل ہوئی غلط ہے:

ومایدل علی ان الایۃ نزلت فی امنۃ اُم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعبداللہ ابیہ فلا یصلح منھا شئی ء ولیس شئی ء منھا ما یصلح ان یعارض ما ذکرنا فی القوۃ فیجب ردھا (المظہری:۴،۳۰۶)	جو روایات بتاتیں ہیں کہ یہ آیت مبارکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں نازل ہوئی ان میں سے کوئی بھی قابل استدلال نہیں اور نہ ہی ان میں اپنی مخالف احادیث کے مقابلہ کی صلاحیت ہے لہٰذا ان کی تردید لازمی وضروری ہے

مخالف کے دلائل کا ضعف بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فلا یجوز القول بکون ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین مسنداً بھذہ الایۃ وقد صنف الشیخ الاجل جلال الدین السیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسائل فی اثبات ایمان ابوی رسول صلی اللہ علیہ وسلم وجمیع آبائہ وامھاتہ الی آدم علیہ السلام وخلصت منھا رسالۃ سمیتھا بتقدیس آبآء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمن شاء فلیرجع الیہ (المظہری:۴۔۳۰۸)	اس مذکورہ آیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے مشرک ہونے پر استدلال جائز نہیں ' ہمارے بزرگ عالم امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین بلکہ حضرت آدم علیہ السلام تک آباء اور اُمہات کے ایمان پر متعدد رسائل تحریر کئے ہیں، میں نے بھی ان ہی سے ایک رسالہ تیار کیا ہے جس کا نام ''تقدیس اباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم '' ہے اسکا مطالعہ مفید رہے گا۔

اسی طرح'' ولاتسئل عن اصحاب الجحیم " کے تحت مخالف دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فلیس بمرضی عندی ولیس بقوی ولوصح فلادلیل فیه علیٰ ان المراد باصحاب الجحیم ابواہ علیہ وسلم صلی اللہ وعلیٰ تقدیر التسلیم فتلك الایة لا تدل علیٰ کفرهما فان المؤمن قد یکون من اصحاب الجحیم لاکتساب بعض المعاصی حتیٰ تدرکه المغفرة بشفاعة شافع او دون ذلك اویبلغ الکتاب اجله وقد صح عنه علیہ وسلم صلی اللہ انه قال بعث من خیر قرون بنی آدم

مجھے یہ پسند نہیں اور نہ ہی یہ قوی ہیں، اگر یہ صحیح بھی ہوں تو اس پر کوئی دلیل نہیں کہ اصحاب جحیم سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ہیں، اگر تسلیم بھی کرلیں تو یہ آیت انکے کفر پر دال نہیں، کیونکہ بعض مومن بھی تو گناہوں کی وجہ سے اصحاب جحیم ہو سکتے ہیں اور پھر وہ کسی شافع کی شفاعت یا کسی اور سبب یا عذاب مکمل ہونے پر جنت جائیں گے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کیساتھ ثابت ہے فرمایا، میں ہر دور میں اولاد آدم علیہ السلام کے بہتر خاندان میں رہا ہوں

آگے اس پر متعدد روایات صحیحہ پیش کرنے کے بعد فرمایا:

وقد صنف الشیخ الاجل جلال الدین السیوطی فی اثبات اسلام آباء النبی رسائل واخذت من تلك الرسائل رسالة فذکرت فیها ما یثبت اسلامهم ویفید اجوبة شافیة لما یدل علی خلافه فلله الحمد

(المظهری:۱-۱۲۰/۱۲۱)

شیخ کامل امام جلال الدین سیوطی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد کے ثبوت اسلام پر متعدد رسائل تصنیف فرمائے ہیں، میں نے بھی ان سے استفادہ کرتے ہوئے رسالہ تصنیف کیا ہے جس میں انکا اسلام ثابت کیا اور مخالف کے دلائل کا شافی جواب دیا ہے، تمام حمد اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے۔

سورۃ الشعراء کی آیت ''وتقلبك فی الساجدین '' کے تحت اسکی مختلف تفاسیر ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

بل الاولیٰ ان یقال المراد منه تقلبك من اصلاب الطاهرین الساجدین لله الی ارحام الطاهرات الساجدات ومن ارحام الساجدات الی اصلاب الطاهرین ای الموحدین والموحدات حتی یدل علی ان اباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلهم کانو امؤمنین کذاقال السیوطی ومما یؤید هذا التاویل مارواه البخاری فی الصحیح عنه صلی اللہ علیہ وسلم قال بعثت من خیر قرون بنی ادم قرنًا فقرنًا حتی بعثت من القرن الذی کنت فیه وروی مسلم من حدیث واثلة بن الاسقع قوله صلی اللہ علیہ وسلم ان الله اصطفیٰ من ولد ابرهیم اسماعیل واصطفیٰ من ولد اسماعیل بنی کنانة

بلکہ یہ کہنا سب سے بہتر ہے کہ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنیوالوں کی پشتوں سے پاک سجدہ کرنیوالی خواتین کے ارحام کی طرف اور موحدہ سجدہ کرنیوالی خواتین کے ارحام سے موحد و پاک پشتوں کی طرف منتقل ہونا مراد ہے۔ حتیٰ کہ یہ آیت واضح کررہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء واجداد مومن ہیں، امام سیوطی نے بھی یہی بات کہی ہے آیت کے اس معنیٰ پر روایات واحادیث شاہد ہیں، بخاری میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہر دور میں اولادِ آدم کے بہتر خاندان میں رہا ہوں، حتیٰ کہ اس خاندان میں بھی جس میں میں ہوں۔ مسلم میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں سے حضرت اسماعیل کو چنا

واصطفیٰ من بنی کنانة قریشًا
واصطفیٰ من قریش بنی هاشم
واصطفانی من بنی هاشم ـ وقد
صنف السیوطی فی اثبات ایمان
اباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجمالاً وتفصیلاً
کتابا وذکر فیه ماله وما علیه
وخلصت منه رسالة فلیرجع الیها
(المظہری: ۷/۸۷)

اور اولاد حضرت اسماعیل میں سے
کنانہ کو، بنو کنانہ سے قریش کو، قریش
سے بنو ہاشم کو، اور بنو ہاشم سے مجھے
چنا امام سیوطی نے حضور ﷺ کے
والدین کے ایمان پر چھوٹے بڑے
متعدد رسائل لکھے ہیں۔ جن میں
خوب تحقیق ہے، بندہ نے بھی ان سے
استفادہ کرتے ہوئے ایک رسالہ اس
موضوع پر تحریر کیا ہے۔ لہٰذا اسکا بھی
مطالعہ کرلیا جائے۔

اس رسالہ کا ترجمہ ڈاکٹر محمود عارف نے کیا ہے جو تقدیس والدین کے نام سے شائع ہوا

۱۱: مولانا بحر العلوم عبد العلی محمد نظام الدین فرنگی محلی (المتوفی: ۱۲۲۵ھ) اس مسئلہ پر رقمطراز ہیں:

ان الانبیآء علیهم السلام
معصومون عن حقیقة الکفر
وعن حکمه بتبعیة ابآئهم
وعلی هذا فلابد من ان یکون
تولد الانبیاء بین ابوین
مسلمین، اویکون موتهما

حضرات انبیاء علیہم السلام کی طرف
ایک لحہ کیلئے بھی کفر کی نسبت نہیں کی
جاسکتی نہ حقیقتاً اور نہ والدین کے تابع
کر کے حکماً لہٰذا ضروری ہے۔ کہ نبی کا
تولد مسلمان والدین کے ہاں ہی ہو یا ان
دونوں کی موت نبی کے تولد سے پہلے ہو

قبل تولدهم لكن الشق الثانی
قلما یوجد فی الاباء لا یمکن
فی الامهات، ومن ههنا بطل
مانسب بعضهم من الکفر الیٰ
ام سید العالم مفخر بنی آدم
ﷺ وذلك لانه حینئذ یلزم
نسبة الکفر بالتبع وهو خلاف
الاجماع بل الحق الراجع هو الاول،
واما الاحادیث الواردة فی ابوی سید
العالم صلوات الله وسلامه علیه واله
واصحابه فمتعارضة مرویة احاداً فلا
تعویل علیها فی الاعتقادیات واما آزر
فالصحیح انه لم یکن ابا
ابراهیم علیه السلام بل ابوه
تارح کذا صحح فی بعض التواریخ
وانما کان آزر عم ابراهیم علیه
السلام ورباه الله تعالیٰ فی حجره
والعرب تسمی العم الذی ولی
تربیة ابن اخیه ابا له وعلیٰ هذا

دوسری صورت اباء میں کم ہے اور ماؤں
میں تو ممکن ہی نہیں کہ وہ تولد سے پہلے
فوت ہو جائیں یہی وجہ ہے کہ سید عالم فخر
بنی آدم ﷺ کی والدہ ماجدہ کی طرف کفر کی
نسبت کرنا باطل و حرام ہے ورنہ حضور
ﷺ کی طرف بالتبع کفر کی نسبت لازم
آئیگی اور یہ خلاف اجماع ہے بلکہ حق
وراجح قول پہلا ہی ہے کہ نبی کے
والدین مسلمان ہوتے ہیں، رہا معاملہ
ان روایات کا جو آپ ﷺ کے والدین
کے بارے میں مروی ہیں وہ متعارض
اور احاد ہیں ان کو اعتقادیات میں حجت
نہیں بنایا جا سکتا رہا مسئلہ آزر کا تو وہ صحیح
قول پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا
والد نہیں بلکہ ان کے والد تارح
ہیں، جیسا کہ بعض تواریخ میں صحت
کیساتھ ثابت ہے۔ ہاں وہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے اللہ تعالیٰ
نے ان کے ذریعے ان کو پالا،

التاویل قولہ تعالیٰ واذقال ابرھیم لابیہ ازر . (الانعام:۷۴)

اور عرب پرورش کرنے والے چچا کو بھی اب کہتے ہیں، لہذا اس معنی کے مطابق سورۃ لانعام کی آیات ۷۴ میں اب سے مراد چچا ہی ہے۔

اور فرمایا:

وھو المراد مماروی فی بعض الصحاح انہ نزل فی اب سید العالم صلی اللہ علیہ وسلم (ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لھم انھم اصحٰب الجحیم (التوبہ:۱۱۳)

بلکہ سورۃ توبہ آیت:۱۱۳ کے بارے میں جو منقول ہے کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اب کے بارے میں نازل ہوئی ہے نبی اور اہل ایمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے طلب مغفرت کریں اگر چہ وہ قریبی ہوں اس کے بعد کہ اس پر انکار ہو جائے کہ وہ دوزخی ہیں۔

فان المراد بلاب العم کیف لاوقد وقع صریحاً فی صحیح البخاری انہ نزل فی ابی طالب ھذا: وینبغی ان یعتقد ان ابا سید العالم صلی اللہ علیہ وسلم من لدن ابیہ الی آدم کلھم مؤمنون فقد بینہ السیوطی بوجہ اتم

(فواتح الرحموت'' ۲:۔۱۲۲)

تو یہاں اب سے مراد چچا ہی ہے اور یہ کیسے مراد نہ ہو؟ صحیح البخاری میں صراحۃً ہے کہ یہ ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئے۔ لہذا عقیدہ یہ رکھنا چاہیے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء صاحب ایمان ہیں، امام سیوطی نے اس مسئلہ کو نہایت ہی کامل انداز میں بیان کیا ہے۔

۱۲:امام احمد بن محمد صاوی مالکی (المتوفی:۱۲۴۱ھ) اللہ تعالیٰ کے مبارک فرمان

وتقلبك فی الساجدين (الشعراء:۲۱۹) | (اللہ) تمہارا سجدہ کرنیوال میں منتقل ہونا دیکھتا ہے۔

کے تحت لکھتے ہیں:

والمراد بالساجدين المؤمنون والمعنیٰ يراك متقلبًا فی اصلاب وارحام المؤمنين من آدم الی عبدالله فاصوله جميعًا مؤمنون

(حاشیہ صاوی:۴ـ۲۵۷)

ساجدین سے مراد اہل ایمان ہیں اب معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اہل ایمان کی پشتوں اور ارحام میں منتقل ہونے کو بھی دیکھتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک آپ کے تمام آباء واصول اہل ایمان ٹھہرے

۱۳:امام ابن عابدین شامی (المتوفی:۱۲۵۲ھ) آپ ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں لکھتے ہیں۔

الاتری ان نبينا ﷺ قد اكرمه الله تعالیٰ بحياة ابويه له حتی امنا به كما فی الحديث صححه القرطبی وابن ناصر الدين الدمشقی الايمان بعد علی خلاف القاعدة اكرامًا لنبيهم ﷺ

(فتاوی شامی:۱ـ۲۹۸)

تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے اکرام کی وجہ سے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے جیسا کہ حدیث میں ہے: جسے امام قرطبی اور حافظ ابن ناصر الدین دمشقی نے صحیح قرار دیا، اور یہ تمام بطور معجزہ حضور ﷺ کی وجہ سے ہوا۔

۱۴: علامہ سید محمود آلوسی (المتوفی : ۱۲۷۰ھ) مذکورہ آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

واستدل بالآیة علی ایمان ابویہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ذھب الیہ کثیر من اجلة اھل السنة، وانا اخشی الکفر علی من یقول فیھما رضی اللہ تعالیٰ عنھما علی رغم انف علی القاری واضرابہ بضد ذلك الا انی لا اقول بحجیة الآیة علی ھذا المطلب

(روح المعانی، ۱/۱۳۷)

کثیر اہل سنت آئمہ نے اس مبارک آیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے، میں ملا علی قاری اور ان کے حواریوں کی مخالفت کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ انکے بارے میں ایسے کلمات کہنے سے مجھے کفر کا خوف ہے، ہاں میرے نزدیک اس آیت مبارکہ کو مذکورہ مسئلہ پر حجت بنانا مناسب نہیں۔

یعنی اسکے علاوہ اس مسئلہ پر کثیر دلائل موجود ہیں۔

۱۵۔ امام حسین بن محمد دیار بکری اسے کثیر آئمہ کا مذہب قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویذھب جمع کثیر من الائمة الاعلام الی ان ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ناجیان محکوم لھما بالنجاة فی الآخرة وھم اعلم الناس باقوال خالفھم

(تاریخ الخمیس، ۱:۲۰۱)

کثیر آئمہ اور اکابر کا یہی مسلک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین جنتی ہیں اور وہ آخرت میں نجات پانے والے ہیں اور یہ لوگ اس کے مخالف اقوال کو ہم سے بہتر جاننے والے ہیں۔

۱۶۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی تفصیلی گفتگو کے بعد رقمطراز ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء اجداد اپنے اپنے زمانہ کے عقلاء اور حکماء اور سادات عظام اور قائدین کرام تھے۔ فہم فراست، حسن صورت اور حسن سیرت، مکارم اخلاق اور محاسن اعمال، حلم اور بردباری اور جود و کرم و مہمان نوازی میں یکتائے زمانہ تھے۔ ہر عزت و رفعت اور سیادت و وجاہت کے ماوی و ملجا تھے اور سلسلہ نسب کے آباء کرام میں بہت سوں کے متعلق تو احادیث مرفوعہ اور اقوال صحابہ سے معلوم ہو چکا کہ ملت ابراہیمی پر تھے۔ (جیسا کہ گزر چکا) اور جن آباء اجداد کے ملت ابراہیمی پر ہونے کی احادیث میں تصریح نہیں ان کے احوال ان کے صحیح الفطرت اور سلیم الطبعیت ہونے پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں۔

(سیرۃ المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱: ۵۰، مطبوعہ دیوبند)

۱۷۔ علامہ سید محمود شکری آلوسی جنہوں نے احوال عرب پر نہایت ہی تحقیقی کام کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے بارے میں رقمطراز ہیں:

وذهب كثير من العلماء الى ان جميع اصل النبی صلى الله عليه وسلم من الاباء والامهات كانوا موحدين فی اعتقادهم موقنين بالبعث والحساب وغير ذلك مما جاءت به الحنيفية من الاحكام

کثیر علماء کا یہی مؤقف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول خواہ وہ آباء ہیں یا اُمہات تمام کے تمام اعتقاد کے اعتبار سے توحید پرست، قیامت اور حساب کتاب اور دیگر ان تمام احکام پر ایمان رکھنے والے تھے جن پر حنفاء لوگ ایمان رکھتے تھے۔

(بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب، ۲: ۲۸۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان مبارکہ کے تفصیلی ذکر کے بعد فرماتے ہیں:

كلهم سادة قادة اشتهروا باحسن المكارم والفضائل (ایضا، ۲۸۶)	یہ تمام لوگ اپنے اپنے دور کے سردار اور قائد رہے اور یہ فضائل اور اخلاق کے حوالے سے خوب مشہور تھے۔

۱۸۔امام ابراہیم بیجوری اہل فترت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں، جب ہم نے اہل فترت کے بارے میں جانا کہ مختار یہی ہے کہ وہ نجات پائیں گے:

لكونهما من اهل الفترة بل جميع آبائه ﷺ وأمهاته ناجون ومحكوم بايمانهم لم يدخلهم كفر ولا رجس ولا عيب ولا شيء مما كان عليه الجاهلية بادلة نقلية كقوله تعالىٰ وتقلبك في الساجدين وقوله ﷺ لم ازل انتقل من الاصلاب الطاهرات الى الارحام الزاكيات وغير ذلك من الاحاديث البالغة مبلغ التواتر فالحق الذي نلقى الله عليه ان ابويه ناجيان (تحفۃ المرید علی جوہر التوحید:۴۵)	تم پر یہ بھی آشکار ہو گیا کہ حضور ﷺ کے والدین ناجی ہیں کیونکہ وہ اہل فترت ہیں بلکہ آپ ﷺ کے تمام آباء ومائیں صاحب نجات اور صاحب ایمان ہیں ان میں سے کسی میں کفر، جاہلیت اور عیب کی کوئی شے نہ تھی اس پر دلائل نقلیہ شاہد ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" وتقلبك في الساجدين "اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا اور اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں جو حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں لہذا حق یہی ہے کہ ہم اس عقیدہ کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوں کہ آپ ﷺ کے والدین نجات پانے والے ہیں۔

۱۹۔ شیخ سلیمان جمل حاشیہ قصیدہ ہمزیہ میں رقمطراز ہیں:

صرحت به الاحاديث ان آباء النبی وأمهاته الى آدم وحواء ليس فيهم كافر لان الكافر لا يقال فی حقه انه مختار ولا كريم ولا طاهر بل نجس وهذا صريح فی ان ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم آمنة وعبد الله من اهل الجنة لانهما اقرب المختارين له صلی اللہ علیہ وسلم وهذا هو الحق بل فی حديث صححه غير واحد من الحفاظ ان الله احياهما له فامنا به خصوصية لهما وكرامة له صلی اللہ علیہ وسلم وكون الايمان به لا يمنع بعد الموت محله فی غير الخصوصية والكرامة

احادیث میں تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ مائیں حضرت آدم اور حضرت حواء علیہم السلام تک ان میں کوئی کافر نہیں۔ کیونکہ کافر کو پسندیدہ، کریم اور طاہر نہیں کہا جاسکتا بلکہ وہ ناپاک ہوتا ہے تو یہ صراحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین سیدہ آمنہ اور سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی ہیں کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قرب رکھنے والے منتخب ہیں اور یہی بات حق ہے بلکہ حدیث ہے جسے متعدد حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ نے والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خصوصیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے پیش نظر زندہ کیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے رہی یہ بات کہ موت کے بعد ایمان نافع نہیں تو وہ مقام خصوصیت اور کرامت کے علاوہ کی بات ہے۔

۲۰۔ شارح شمائل شیخ محمد بن قاسم جسوس رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مبارک ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ومعتقدنا ان الله تعالیٰ حفظ آباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الشرك والنقائص من اجل حملهم لنوره

(الفوائد الجلیۃ البہیۃ،۱:۱۱)

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا مرکز ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کو شرک ونقائص سے پاک ومحفوظ رکھا۔

اس پر متعدد دلائل اور مختلف اہل علم کی آراء سے تائید لانے کے بعد کہتے ہیں:

واما نجاة ابویه صلی اللہ علیہ وسلم وایمانهما بل وحصول اعظم منازل اهل الایمان فهو اعتقادنا یشهد بذلك جلالة قدره وعلو منصبه عند ربه اذا كان الواحد من ذریته بل الواحد من صحابته بل الواحد من أُمته صلی اللہ علیہ وسلم یناله من فضل الله ورحمته بواسطته وبركته مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر حدث عن البحر ولا حرج فكیف لاینال ابواه صلی اللہ علیہ وسلم من ذالك الحظ الاوفر وللنصیب الاكبر كیف وقد من الله تعالیٰ علیهما بمزیة خروجه من بینهما رحمة للعالمین

(الفوائد الجلیۃ البہیۃ،۱:۱۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی نجات اور ان کا ایمان بلکہ اہل ایمان میں سے بھی بڑھ کر ان کا مقام ہے، ہمارا یہی عقیدہ ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے ہاں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت ہے بلند مرتبہ ہے وہ شاہد ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا ہر فرد بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک صحابی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک اُمتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور برکت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے وہ فضل وانعام پائے گا جو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور نہ کسی دل پر اس کا تصور گزر سکتا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اس سے حصہ نہ پائیں؟ حالانکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی ولادت کا ذریعہ وہ بنے۔

۲۱۔امام حافظ نجم الدین الخیطی رحمۃ اللہ علیہ نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الحذر الحذر من ذکر والدیہ ﷺ بسوء فانہ یؤذیہ ﷺ (رفع الخفاء، ۱:۶۷)

آپ ﷺ کے والدین کی طرف کبھی بھی کسی برائی کی نسبت نہ کرنا، کیونکہ اس سے آپ ﷺ کو اذیت ہوتی ہے۔

حدیث احیاء والدین کا مقام

علمائے اُمت نے حضور ﷺ کے والدین کے ایمان پر کتاب وسنت سے جو دلائل فراہم کیے ہیں ان میں ایک یہ روایت ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور پھر ان کا وصال ہو گیا۔اس حدیث کو بعض لوگوں نے موضوع قرار دیا، امام سیوطی نے اس کے جواب میں ایک مکمل رسالہ تحریر فرمایا جس میں پختہ دلائل سے ثابت کیا کہ یہ حدیث موضوع ہرگز نہیں، ہاں ضعیف ہے اور فضائل ومناقب میں حدیث ضعیف بالاتفاق مقبول ہے۔ہم یہاں کچھ اور محدثین کی رائے سے بھی نقل کر دیتے ہیں جو سیوطی کی تائید کر رہے ہیں۔

۱۔امام ابن حجر مکی (المتوفی:۹۷۴ھ) اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وان کان فیہ ضعف لاوضع خلافاً لمن زعمہ علی ان بعض المتاخرین الحفاظ صححہ (اشرف الوسائل الی فہم الشمائل:۳۹)

اگرچہ اس میں ضعف ہے مگر موضوع نہیں جیسا کہ بعض نے گمان کیا علاوہ ازیں متاخرین حفاظ محدثین میں سے بعض نے اسے صحیح کہا ہے

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

حدیث احیاء اُمہ حتی امنت رواہ جماعة وصححہ بعض الحفاظ (ایضا:۲۵۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے زندہ ہو کر ایمان والی حدیث کو ایک پوری جماعت نے روایت کیا اور اسے بعض حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا۔

۲۔امام احمد شہاب الدین خفاجی (المتوفی:۱۰۶۹ھ) ایمان والدین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں رقمطراز ہیں:

وفی ذلك اشارة الی اسلام ابویہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن حجر وھذاھو الحق بل فی حدیث صححہ غیر واحد من الحفاظ ولم تلتفتوا من طعن فیہ ان اللہ تعالیٰ احیاھما لہ فامنا بہ خصوصیة لھما و کرامة لہ صلی اللہ علیہ وسلم (نسیم الریاض:۲،۴،۴)

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کی طرف اشارہ ہے حافظ ابن حجر کہتے ہیں یہی بات حق ہے بلکہ حدیث میں ہے جسے متعدد حفاظ حدیث نے صحیح کہا ہے اور اس پر طعن کرنے والوں کی پرواہ نہیں کی، اور وہ حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت وعظمت اور کرامت ہے۔

۳۔شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی:۱۰۵۲) رقمطراز ہیں:

وحدیث احیائے والدین اگرچہ اوبذات خود ضعیف است لیکن تصحیح وتحسین کردہ اند آنرابتعدد طرق (اشعۃ اللمعات:۱، ۷۱۸)	احیاء والدین والی حدیث اگرچہ بذات خود ضعیف ہے مگر متعدد اسناد کی وجہ سے محدثین نے اسے صحیح اور حسن قرار دیا ہے

اسی حدیث پر سیوطی نے ایک رسالہ ''التعظیم والمنۃ فی ان ابوی رسول اللہ فی الجنۃ'' میں بھی بڑی تفصیلی گفتگو کی جس کی نظیر ملنا مشکل ہے اختتامی گفتگو میں کہتے ہیں

ولولاتفردبہ لحکمت لہ بالحسن (التعظیم والمنۃ:۱۴۹)	اور اگر یہ راوی اس کی روایت میں متفرد نہ ہوتا تو اس حدیث کو حسن قرار دے دیتا۔

ان محدثین کے اسمائے گرامی بھی ملاحظہ فرمالیں جنہوں نے اس حدیث کے موضوع ہونے کا انکار کیا ہے۔امام ابوحفص ابن شاہین' امام ابوبکر خطیب بغدادی، امام ابوالقاسم ابن عساکر' امام ابوالقاسم سہیلی' امام قرطبی، امام محب الدین طبری' امام ناصر الدین ابن المنیر' حافظ فتح الدین بن سید الناس' حافظ شمس الدین دمشقی اور امام صلاح الدین صفدی

ملاعلی قاری کے رسالہ کی اشاعت پر افسوس

ملاعلی قاری نے اس مسئلہ میں جمہور امت کی مخالف کرتے ہوئے ایک رسالہ ''ادلۃ معتقدابی حنیفۃ الاعظم فی ابوی الرسول ''(والدین مصطفی ﷺ کے بارے میں امام اعظم کے موقف پر دلائل) لکھا جو بڑی آب وتاب کیساتھ شیخ مشہور بن حسن نجدی کی تحقیق کیساتھ ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔ہمیں درج ذیل وجوہ کی بنا پر اسکی اشاعت پر افسوس اور دکھ ہے۔

ملا علی قاری کی بنیاد درست نہیں

ملا علی قاری نے جس بنیاد پر یہ مسئلہ اُٹھایا تھا وہ فقہ اکبر کی عبارت تھی۔ کیونکہ انہوں نے ایک مقام پر اس موضوع کی وجہ خود لکھی ہے:

قد التمس منی بعض الخلان من اعیان الاخوان ان اکتب رسالة لمسئلة ذکرہا الامام اعظم المعتبر فی اخر کتابہ الفقہ الاکبر الذی علیہ مدار الاعتقاد للاکثر۔ فصرت متردداً بین القبول و النکول فقدم رجلاً واؤخر اخری خوفاً من قیام فتنة اخریٰ وحصول بلیة کبریٰ

(البھانۃ المرجاۃ لمن یطالع المرقاۃ:۳۹)

مجھ سے میرے بعد اہم دوستوں نے کہا کہ میں اس مسئلہ پر رسالہ لکھوں جس کا ذکر امام اعظم نے اپنی کتاب فقہ اکبر کے آخر میں کیا ہے۔ اور اس کتاب پر اکثر اعتقاد کا مدار ہے، تو اس بات کے قبول وانکار میں متردد ہوا، کبھی لکھنے اور کبھی نہ لکھنے کا سوچتا کیونکہ مجھے فتنے اور بڑی مصیبت کے کھڑے ہونے کا ڈر تھا۔

خوف فتنہ کیوں؟

یہاں یہ بات بھی سامنے رہنی چاہئے کہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں بار بار کفر پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:

واما الاجماع فقد اتفق السلف والخلف من الصحابة و التابعین والائمة الاربعة وسائر المجتھدین علی ذلك

(ادلۃ معتقد ابی حنیفۃ:۱)

رہا معاملہ اجماع کا تو اس پر تمام سلف وخلف متفق ہیں خواہ صحابہ ہوں یا تابعین آئمہ ہوں یا دیگر مجتہدین۔

اگر اس مسئلہ پر اجماع تھا تو پھر فتنہ اور مصیبت کبریٰ کا خوف کیوں؟ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان پر اجماع تھا جس کی وجہ سے یہ خوف لاحق ہوا۔ پھر رسالہ کا خود نام بھی بتا رہا ہے کہ ان کی بنیاد فقہ اکبر کی عبارت ہی بنی تھی۔ لیکن تحقیق کے بعد یہ باتیں سامنے آچکیں ہیں

یہ امام اعظم علیہ الرحمہ کی کتاب ہی نہیں

فقہ اکبر کے بارے میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ امام اعظم کی کتاب ہی نہیں۔ خود مشہور بن حسن نجدی (جس نے رسالہ شائع کیا ہے) لکھتے ہیں:

فی صحة نسبة الكتاب للامام ابی حنيفةرحمه لله وقفة لانه متضمن مسائل لم يكن الخوض فيها معروفاً فی عصره ولا العصر الذی سبقه

اس کتاب کی امام اعظم کی طرف نسبت کرنے میں توقف ہے کیونکہ اس میں ایسے مسائل کا ذکر ہے جو انکے دور میں معروف نہ تھے، اور نہ ان سے پہلے دور میں

آگے امام ذہبی کے حوالے سے لکھا:

بلغنا عن ابی مطيع الحكم بن عبد الله البلخی صاحب الفقه الا كبر

ہمیں یہ بات ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بلخی سے پہنچی ہے جو فقہ اکبر کے مصنف ہیں

پھر اس پر شیخ ناصر الدین البانی کا یہ نوٹ لکھا:

فی قول المؤلف صاحب الفقه الا كبر اشارة قوية الى ان كتاب الفقه الا كبر ليس للامام ابی حنيفة عليه الرحمة خلافاً لما هو مشهور عند الحنفية (كتب حزر منها العلماء: ٢-٢٩٢)

ذہبی کے قول صاحب فقہ اکبر سے قوی اشارہ مل رہا ہے کہ فقہ اکبر امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی کتاب نہیں بخلاف اس بات کے جو احناف کے ہاں مشہور ہے

یہی بات شیخ ابن تیمیہ نے کہی ہے۔ ملاحظہ ہو (مجموعۃ الفتاوی ۵: ۳۲)

اس نسخہ میں غلطی تھی

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ کتاب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ کی ہی ہے جیسا کہ مشہور ہے پھر اہل علم اس پر متفق نظر آتے ہیں کہ جو نسخہ ملا علی قاری کے سامنے تھا اس میں غلطی تھی۔

۱: امام احمد طحطاوی حنفی اسی حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومافی الفقه من ان والدیه صلی اللہ علیہ وسلم ماتا علی الکفر فمدسوس علی الامام ویدل علیه ان النسخ المعتمدة لیس فیها شئی من ذلك (حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار: ۲۔۸۰)	فقہ اکبر میں جو عبارت آئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر پر فوت ہوئے ، یہ امام اعظم پر تہمت ہے۔ اور فقہ اکبر کے متعدد نسخے شاہد ہیں، ان میں ایسی عبارت موجود ہی نہیں۔

۲: شیخ الاسلام امام ابن حجر مکی تحقیق فرماتے ہیں:

وما نقل عن ابی حنیفة انه قال فی الفقه الاکبر انهما ماتا علی الکفر مردود بان النسخ المعتمدة من الفقه الاکبر لیس فیها شئی من ذالك (الفتاوی الفقہیہ)	امام ابوحنیفہ کے حوالے سے منقول ہے کہ "فقہ اکبر" میں انہوں نے فرمایا والدین نبی کفر پر فوت ہوئے یہ مردود وغلط ہے۔ کیونکہ فقہ اکبر کے معتمد نسخوں میں ایسی کوئی بات موجود نہیں۔

۳: شیخ ابراہیم بیجوری رقمطراز ہیں:

واما ما نقل عن ابی حنیفة فی الفقه الاکبر من ان والدی المصطفیٰ ماتا علی الکفر فمدسوس علیه و حاشاه ان یقول ذلك وغلط ملا علی قاری غفر الله له فی کلمة شنیعة قالها	فقہ اکبر میں امام اعظم کے حوالے سے جو نقل کیا گیا کہ حضور ﷺ کے والدین کفر پر فوت ہوئے یہ سراسر تحریف وتہمت ہے۔ اللہ کی قسم: وہ ہرگز ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔ ملا علی قاری نے جو اس بارے میں کلماتِ بد کہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس پر معافی عطا فرما دے۔
(شرح جوہرۃ التوحید" :۴۵)	

۴: صاحب قاموس شارح احیاء علوم الدین امام مرتضیٰ زبیدی کے استاذ امام احمد بن مصطفیٰ حلبی اس عبارت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

ان الناسخ لما رای تکرر ما فی (ماماتا) ظن ان احدهما زائدة فحدفها فذاعت نسخته الخاطئه	کاتب نے جب "ماماتا" میں ما کا تکرار دیکھا تو اس نے ایک کو زائد سمجھتے ہوئے حذف کر دیا تو اس وجہ سے غلط نسخہ شائع ہو گیا۔

نہایت ہی اہم دلیل

اس پر انہوں نے یہ اہم دلیل بھی قائم کی کہ مذکورہ فقہ اکبر کی عبارت ہے۔

"ووالدا رسول الله ماتا علی الکفر وابو طالب مات کافرا" اگر واقعۃً آپ ﷺ کے والدین کفر پر تھے تو انہیں الگ اور حضرت ابو طالب کو الگ بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ انکے الفاظ ملاحظہ کیجئے:

ومن الدليل على ذلك سياق	اوراس پر سیاق کلام کی شہادت بھی
الخبر لان ابا طالب والابوين لو	موجود ہے۔ اسلئے کہ اگر ابو طالب اور
كانو اجميعًا على ملة واحدة	والدین کی ایک ہی حالت ہوتی تو
جمع الثلاثة في الحكم بجملة	مصنف ان تمام کا حکم ایک ہی جملہ میں
واحدة لا بجملتين مع عدم	ذکر کر دیتے دو الگ الگ جملے ذکر نہ
التخالف بينهم في الحكم	کرتے کیونکہ پھر ان کے درمیان حکم میں
(ملا علی قاری واثرہ:۱۱۰)	اختلاف ہی نہ تھا۔

یعنی جب مصنف نے الگ الگ دونوں کو بیان کیا ہے تو ماننا پڑیگا دونوں کا حکم الگ الگ ہے اور یہ اس صورت میں ثابت ہوگا جب ''ماماتا على الكفر'' ہو (کہ وہ دونوں کفر پر فوت نہیں ہوئے)

ملا علی قاری کی تشکیک

خود ملا علی قاری بھی فقہ اکبر کے مذکورہ نسخہ کے بارے میں متردد ہیں کیونکہ اس میں یہ عبارت بھی ہے:

ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مات على الايمان	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ایمان پر ہوا۔

اس کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وفي نسخة زيد قوله ورسول الله ..	فقہ اکبر کے نسخہ میں (جو ملا علی قاری کے
وليس هذا في اصل شارح	سامنے تھا) امام صاحب کا یہ قول بھی ہے
لعدم لهذا الميدان لكونه ظاهرًا	کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم..... لیکن یہاں اسے بطور

في معرض البيان ولايحتاج الى ذكره لعلوه صلى الله عليه وسلم في هذا الشان ولعل مرام الامام على تقدير صحة وروده هذا الكلام انه صلى الله عليه وسلم من حيث كونه نبياً من الانبياء عليهم السلام وهم كلهم معصومون عن الكفر في الابتدا

(شرح فقہ اکبر: ۱۰۸ مطبوعہ مصر)

اصل لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہ معاملہ تو اس قدر واضح تھا کہ اسے بیان کی حاجت ہی نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا مقام اس سے کہیں بلند ہے۔ اگر اس جملہ کی صحت کو مان لیا جائے تو شاید امام کا مقصود یہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ابتدا سے ہی ہر کفر سے معصوم ہوتے ہیں۔

یادرہے صحیح نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ ملاعلی قاری والانسخہ قابل اعتماد نہ تھا۔

صحیح نسخوں کا مشاہدہ

اہل تحقیق نے محض ظن سے کام ہی نہیں لیا بلکہ مذکور باتوں کو ثابت کرنے کیلئے فقہ اکبر کے اصلی نسخے تلاش کئے جس کے بعد واضح ہو گیا کہ وہ نسخہ واقعۃً قابل اعتماد نہیں

۱: امام زاہد الکوثری علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ پر تحقیق کی اور لکھا۔

وانی بحمدالله رأيت لفظ (ماماتا) في نسختين بدار الكتب المصرية قديمين كمارأى بعض اصدقائي

میں نے اللہ کی توفیق سے دار الکتب المصریہ میں فقہ اکبر کے دو قدیم نسخے دیکھے ،جن میں ''ماماتا'' کے الفاظ موجود ہیں،

لفظی (ماماتا) وعلی الفطرة فی نسختین قدیمین بمکتبة شیخ الاسلام وعلی القاری بنیٰ شرحه علی النسخة الخاطئة واسآء الادب سامحه الله	جیسا کہ میرے بعض دوستوں نے مکتبہ شیخ الاسلام (مدینہ منورہ) میں ایسے نسخے دیکھے جن میں ''ماماتا'' اور علی الفطرۃ کے الفاظ موجود تھے، ملا علی قاری نے غلط نسخہ پر بنیاد رکھی اور بے ادبی کے مرتکب ہوئے اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے۔
(مقدمۃ العالم والمتعلم، ۷)	

۲۔ علامہ شیخ مصطفیٰ حمامی مصری رقمطراز ہیں کہ امام صاحب کی کتاب کی عبارت یوں ہے

ووالدا رسول الله صلی الله علیه وسلم ماتا علیٰ الفطرة وابو طالب مات کافرًا	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین فطرت پر فوت پر فوت ہوئے اور ابو طالب حالت کفر پہ فوت ہوئے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

هذا الذی رأیته انا بعینی فی الفقه الاکبر للامام ابی حنیفة بنسخة بمکتبة شیخ الاسلام بالمدینة المنورة ترجع کتابة هذه النسخة الیٰ عهد بعید حتیٰ قال لی بعض العارفین هنک انها کتبت فی عهد العباسیین (الامام علی القاری واثرہ: ۱۱۰)	یہ الفاظ میں نے اپنی آنکھوں سے مدینہ منورہ کی شیخ الاسلام لائبریری میں امام صاحب کی کتاب فقہ اکبر کے نسخہ میں دیکھے۔ جس کی کتابت بہت پرانی تھی، حتی کہ بعض ماہرین نے بتایا کہ یہ نسخہ عہد عباسی میں تیار ہوا تھا۔

۳۔ مکۃ المکرمہ کے عظیم محدث ڈاکٹر محمد علوی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی آنکھوں سے وہ نسخہ دیکھا اور اسکا بڑا تفصیل کیساتھ ذکر کیا۔ (الذخائر المحمدیۃ: ۳۲،۳۳)

۴۔ حضرت مولانا سید حبیب اللہ قادری رشید پاشا اپنے مقالہ شرف نسب میں لکھتے ہیں

ہمارے لیے اب غور طلب امر یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مسلک کیا ہے؟ آپ کی کتاب ''فقہ اکبر'' میں یہ عبارت ملتی ہے:

ووالدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتا علی الکفر

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر پر مرے (العیاذ باللہ)

والدین کریمین کے کفر و انکار کا سوال ہی کیسے پیدا ہوگا جبکہ دور نبوت انہوں نے نہیں پایا اور عبدالمطلب سے پہلے ہی وفات پا گئے، استاذ محترم حضرت علامہ مولانا ابوالوفاء صاحب افغانی فقیہ جامعہ نظامیہ کے لیے یہ جملہ بڑا ناگوار گزرا اور امام اعظم کی طرف اس عبارت کے منسوب کرنے سے انہیں بڑی تشویش ہوئی، تحقیق شروع کر دی، مدینہ طیبہ کے مکتبہ شیخ الاسلام سے مراسلت کی جہاں اصل نسخہ محفوظ تھا، مخطوطہ کا فوٹو منگوایا گیا (جو احیاء المعارف النعمانیہ واقع جلال کوچہ حیدر آباد میں محفوظ ہے) اصل کتاب کا فوٹو دیکھا تو ''ماتا'' کے اُوپر ایک اور ''ما'' کا اضافہ پایا جو نفی کا کلمہ ہے، اب قطعی تصفیہ ہو گیا کہ وہ دونوں کفر پر وفات نہیں پائے۔

ایک خوبصورت بات

امام زاہد کوثری کہتے ہیں کہ بعض نسخوں میں یہ الفاظ ہیں:

وابوالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ماتا علی الفطرۃ ولفظ الفطرۃ سہلۃ التحریف الی (الکفر) فی الخط الکوفی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین فطرت پر فوت ہوئے اور لفظ الفطرۃ کا کفر کیساتھ تبدیل ہونا خصوصاً خط کوفی میں بہت آسان ہے، اکثر نسخوں

وفی اکثرھا (ماماتا علی الکفر) کان الامام الاعظم یرید بہ الرد علی من یروی حدیث (ابی واباک فی النار ویروی کونھما من اھل النار لان انزال المرء فی النار لا یکون الا بدلیل یقینی

میں ''ماماتا علی الکفر'' ہی ہے جس سے امام اعظم کا مقصد ان لوگوں کا رد تھا جو یہ حدیث بیان کرتے ہیں ''ان ابی '' اور انہیں دوزخی کہتے ہیں کیونکہ کسی کو بھی دوزخی قرار دینے کیلئے دلیل یقینی کی ضرورت ہوتی ہے۔

(مقدمۃ العالم والمتعلم: ۷، مطبوعہ کراچی)

اگر الفاظ یہی ہوں

اگر یہ تسلیم کر لیں کہ نسخہ صحیح ہے اور اسکے الفاظ بھی یہی ہیں تو متعدد اہل علم نے اسکی جو خوبصورت توجیہہ کی ہے اسے تسلیم کر لینا چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ انکا وصال، زمانہ کفر میں ہوا، یہ نہیں کہ وہ حالت کفر میں فوت ہوئے۔ (نعوذ باللہ منہ)

۱: امام ابن حجر مکی فتاوی میں فرماتے ہیں کہ اگر ان الفاظ کو تسلیم کر لیا جائے تو:

فمعناہ انھما ماتا فی زمن الکفر وھذا لایقتضی اتصافھما بہ

(الفتاوی لابن حجر)

تو معنی یہ ہوگا کہ وہ دونوں زمانہ کفر میں فوت ہوئے اور اس سے انکا کافر ہونا کہاں لازم آتا ہے؟

۲: امام سید محمد بن رسول برزنجی مدنی (المتوفی: ۱۱۰۳ھ) اس بارے میں لکھتے ہیں:

فليس فی هذا القول تصريح بذلك لان قوله "ماتاعلیٰ الكفر "المراد بالكفر الفترة فقد تقدم ان الكفر يطلق علی الفترة مجازًا فهو علی وزن قوله تعالیٰ علی فتر ة من الرسل ای ماتا علی الفترة وهذا قول صحيح	اس قول میں انکے کفر پر تصریح نہیں ہے کیونکہ ''ماتا علی الکفر ''میں کفر سے مراد فترت پر ہے تو (کتاب کے مقدمہ میں) تفصیلاً گزر چکا ہے کہ مجازی طور پر کفر کا اطلاق فترت پر ہوتا ہے۔باری تعالیٰ کا فرمان ہے''علی فترة من الرسل ''تو اب معنیٰ ہوگا وہ دونوں زمانہ فترت میں فوت ہوئے اور یہ قول صحیح ہے

اس پر مزید عبارت سے تائید لاتے ہوئے کہتے ہیں:

الا تری کيف غير العبارة فی ابی طالب فقال فی حقه مات كافرًا فاطلق عليه الكافر حيث انه بلغه الدعو ة فكان كفره حقيقتًا نظرًا لظاهر الشرع ولم يطلق ذلك عليهما فلم يقل ماتا كافرين	کیا تم نے دیکھا نہیں، امام صاحب نے ابو طالب کے حوالے سے کہا وہ حالت کفر میں فوت ہوئے ان پر کافر ہونے کا اطلاق کیا، کیونکہ انہیں اسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی اور ان کا ظاہر شرع پر کفر حقیقی تھا۔لیکن والدین کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ وہ حالت کفر میں فوت ہوئے
(سداد الدین:۱۰۹۔۱۱۰)	

۳:مولانا نجم الغنی رام پوری لکھتے ہیں اگر امام کے قول میں ہوتا''ماتا کافرین ''تو گنجائش تعجب تھی حالانکہ''ماتا علی الکفر''واقع ہوا ہے اور اس میں بڑا فرق ہے۔

(''تعلیم الایمان شرح فقه اکبر'':۳۵۸)

۴: مجدد اُمت حضرت شاہ عبدالعز دہلوی بھی اس عبارت کی یہی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"باعتبار اس مسلک (کہ وہ فترت پر فوت ہوئے) کے فقہ اکبر کی عبارت بھی صحیح ہوسکتی ہے کیونکہ اس میں "ماتا علی الکفر" موجود ہے۔ انکی تعذیب کے بارے میں کچھ مذکور نہیں۔ اب صاف ظاہر ہوگیا کہ وہ ناجی ہوں گے۔ اگر دوسرا مسلک لیا جائے کہ وہ زندہ ہوکر ایمان لائے تو پھر یہ عبارت اسکے منافی نہیں، اگر تیسرا مسلک لیا جائے کہ وہ ملت ابرہیمی (ایمان اجمالی) پر تھے تو فقہ اکبر کی عبارت اسکے بھی منافی نہیں کیونکہ فقہ اکبر میں امام اعظم نے عدمِ ایمان تفصیلی کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔"

(تلخیص از فتاویٰ عزیزی: ۱۔۲۹۵)

ملا علی قاری کی توبہ ورجوع

ان تمام جوابات کے علاوہ یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ملا علی قاری نے اس موقف سے توبہ کرلی تھی ۔ محشی نبراس علامہ برخودار رقمطراز ہیں:

فقد اخطأ وزل لایلیق ذٰلک له نقل توبته من ذٰلک فی القول المستحسن

("حاشیہ النبراس": ۵۲۶)

ملا علی قاری سے اس مسئلہ میں غلطی ہوئی اور وہ پھسل گئے لیکن "القول المستحسن" میں موجود ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں رجوع کرلیا تھا یعنی توبہ کرلی تھی۔

شرح شفاء سے تائید

اس بات کی تائید خود ملا علی قاری ان کی کتاب ''شرح الشفاء'' کے بعض نسخوں سے بھی ہوتی ہے۔ اسکے دونوں مقامات ملاحظہ کرلیجئے:

الشیخ مصطفیٰ الحمامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شرح شفاء میں ملا علی قاری نے جو گفتگو کی ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کرلیا تھا۔ شرح شفاء کے وہ دو مقامات یہ ہیں۔

پہلا مقام: ایک مقام پر قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے کیا کہ ''ذی المجاز'' کے مقام پر سواری کی حالت میں ابوطالب نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے سخت پیاس محسوس ہو رہی ہے مگر پانی نہیں۔ اس پر نبی ﷺ نے سواری سے اُتر کر زمین پر پاؤں مارا وہاں سے پانی نکل آیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا چچا! یہ پانی پی لو۔ اسکی شرح کرتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وابو طالب لم یصح اسلامه وابویه ففیه اقوال والاصح اسلامهما علیٰ ماأتفق علیه الاجلة من الامة (شرح شفاء، ۱:۲۰۱)	ابوطالب کا ایمان ثابت نہیں مگر آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں مختلف اقوال ہیں مختار یہی ہے کہ وہ مسلمان تھے اُمت کے اکابر کا اس پر اتفاق ہے۔

دوسرا مقام: دوسرے مقام پر ملا علی قاری اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اماما ذكروا من احيائه عليه الصلوٰة والسلام ابويه فالاصح وقع علىٰ ما عليه الجمهور الثقات كما قال السيوطى فى رسآئله (شرح الشفاء:۱۔۶۴۸)

علماء نے حضور ﷺ کے والدین کریمین کا زندہ ہو کر اسلام قبول کرنا بیان کیا ہے۔ یہی مختار ہے۔ جمہور علماء اُمت کی یہی رائے ہے امام سیوطی علیہ الرحمہ نے اس موضوع پر متعدد رسائل تصنیف کیے ہیں۔

یادر ہے کہ ''شرح شفاء'' ملا علی قاری کی آخری تصانیف میں سے ہے۔ یہ نسخہ ''شرح الشفاء'' استنبول ۱۳۱۶ھ کا مطبوعہ فقیر کے پاس موجود ہے۔

ہم اپنی بات مولانا عبدالحی لکھنوی کے اس جملہ پر ختم کر رہے ہیں:

الحذر الحذر من التكلم بما يؤذى روح المصطفى ﷺ (ظفر الامانی:۴۵۸)

ایسی گفتگو سے ہمیشہ بچو جو روح مصطفیٰ ﷺ کی اذیت کا سبب بن رہی ہو

مستقل کتب کے نام

اس مسئلہ پر مستقل کام کرنے والے مصنفین اور ان کتب کے نام ذکر کیے دیتے ہیں۔

سب سے زیادہ کام امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے:

۱۔ مسالك الحنفاء فی والدی المصطفٰے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ الدرج المنیفة فی الاباء الشریفة امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ المقامة السندسیة فی النسبة المصطفویة امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ التعظیم والمنة فی ان ابوی رسول الله فی الجنة امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

5۔ نشر العلمین المنفین فی احیاء الابوین الشریفین

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ السبل الجلیة فی الاباء العلیة امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ حدیقة الصفاء فی والدی المصطفٰے، امام سید زبیدی صاحب القاموس

۸۔ الانتصار لوالدی النبی المختار، امام سید مرتضٰی زبیدی صاحب القاموس

۹۔ سدادالدین وسدادالدین فی اثبات النجاة والدرجات للوالدین،

امام سید محمد رسول برزنجی المتوفی ۱۱۰۳ھ

یہ کتاب پاکستان میں علامہ سید عظمت حسین گیلانی کے توسط سے شائع ہوگئی ہے

۱۰۔ اثبات النجاة ولایمان لوالدی سید الاکوان

علامہ آفندی داغستانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام، امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ھدیۃ الغبی الی اسلام آباء النبی، مولانا سید محمد عبد الغفار قادری رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔تقدیس آباء النبی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر مظہری

۱۴۔حضور کے آباؤ اجداد کا مذھب، اہل حدیث فاضل مولانا محمد ابراھیم میر

۱۵۔والدین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اظہار حقیقت شیخ محمد علوی مالکی مکی

۱۶۔تنبیہ العقول فی اسلام آباء الرسول، علامہ قاضی ارتضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ

۱۷۔رسالۃ فی ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، علامہ محمد شاہ چلپی قاضی حلب (المتوفی:۹۲۶ھ)

۱۸۔انباء المصطفی فی حق آباء المصطفے، امام ابن الخطب (المتوفی، ۹۴۰)

۱۹۔فی اسلام والدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، شیخ ابن الملا حلبی (المتوفی:۱۰۱۰ھ)

۲۰۔ھدیۃ الکرام فی حق آباء المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ یوسف بن عبد اللہ دمشقی قاضی موصل (۱۰۷۳ھ)

۲۱۔انباء المصطفی فی حق آباء المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم،

شیخ محمد بن قاسم رومی (المتوفی، ۹۷۰ھ)

۲۲۔تحقیق آمال الراجین فی ان والدی المصطفے فی الدارین الناجین،

شیخ نور الدین الجزار مصری

۲۳۔تحفۃ الصفافی مایتعلق بابوی المصطفی

شیخ احمد اسماعیل الجزائری (المتوفی، ۱۱۵۰ھ)

۲۴۔الرد علی من افتحم القدح فی الابوین المکرمن

امام حسن بن عبد اللہ حلبی (المتوفی، ۱۱۹۰ھ)

۲۵۔قرة العینین فی ایمان الوالدین، امام حسین بن احمد دوانجی (۱۱۷۵ھ)

۲۶۔ رسالہ فی ابوی المصطفے

علامہ داؤد بن سلیمان بغدادی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۹۹ھ

۲۷۔ رسالة فی ابوی البنی ، شیخ علی بن حاج شامضی رحمۃ اللہ علیہ

۲۸۔ نور العینین فی آباء سید الکونین، مولانا محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

۲۹۔ ابوین مصطفٰی، علامہ فیض احمد اویسی

۳۰۔ فضائل سیدہ آمنہ، علامہ فیض احمد اویسی

۳۱۔مطالع النوری المنبئی عن طهارة النسب العربی

امام عبداللہ بسنوی رومی (المتوفی ۱۰۴۵ھ)

۳۲۔ایمان والدین مصطفٰے، مفتی محمد خان قادری

۳۳۔ الدرالیتیم فی ایمان آباء النبی الکریم ، حافظ شاہ علی انور قلندر

۳۴۔ارشاد البغی الی اسلام آباء البنی ،

مولانا برخوردار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

۳۵۔رسالہ علی ابوی البنی ، شیخ ابن کمال پاشا

۳۶۔ غایة الوصول فی نجاة ابوی الرسول، شیخ عمران احمد مصری

۳۷۔البدرین فی آباء سید الکونین، مولانا حبیب الرحیم فاروقی

۳۸۔القول المنقول فی نجاة ابوی الرسول مولانا جان محمد محمود پوری

۳۹۔درج البهیة فی ایمان الاباء والامهات المصطفویة

مولانا خیر الدین دہلوی (والد ابوالکلام آزاد)

۴۰۔ والدین مصطفیٰ، حالات وایمان — مولانا محمد یسین قصوری

۴۱۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا، — ڈاکٹر محمد اشرف جلالی

۴۲۔ نور الھدیٰ فی آباء المصطفی

۴۳۔ سبل السلام فی حکم آباء سید الانام — شیخ محمد امین حنفی مدنی

۴۴۔ تاکید الادلة علی نجاة والدی النبی ﷺ من النار — شیخ محمد نور سوید

۴۵۔ القول الجلی بنجاة ابوی النبی ﷺ المعروف المطالع النور السنی — شیخ عبداللہ بسنوی (المتوفی: ۱۰۵۴)

رسائل امام سیوطی کے ترجمہ کے بارے میں

تقریباً ۱۹۹۰ء کی بات ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق وعنایت سے ہم حرمین شریفین حاضر ہوئے مکۃ المکرمہ سے حضور سرور دو عالم ﷺ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں ابواشریف حاضری کا پروگرام طے پایا۔ بندہ مکاتب پر بعض کتب کی تلاش کی وجہ سے وقت مقررہ سے لیٹ ہوگیا، اہل قافلہ خاصہ انتظار کرنے کے بعد ابواشریف روانہ ہو گئے۔ اس محرومی کی وجہ سے جو دل پر گزری وہ الفاظ میں کیسے بیان ہوسکتی ہے؟ آنکھوں سے آنسو رواں دواں ہو گئے اور دل اپنے مالک وخالق کے حضور عرض کناں ہوا کہ ارحم الراحمین میری غلطیوں کو معاف فرما دے تا کہ آئندہ ایسی محرومی نہ ہو۔

رسائلِ سیوطی کا حصول

اسی دن پچھلے پہر بوجھل دل لیے ہوئے ایک مکتبہ پر گیا وہاں دیگر کتب کی تلاش کرتے ہوئے اچانک ایک ایسی کتاب پر نظر پڑی جس کا ٹائیٹل ''الرسائل التسع للسیوطی'' (امام سیوطی کے نو رسائل کا مجموعہ) تھا۔ کتاب اُٹھائی کھولی تا کہ دیکھوں امام صاحب کے کون کون سے رسائل اس میں ہیں۔ جب صفحہ نمبر ۵ سامنے آیا جس میں محقق ڈاکٹر محمد عزیز الدین سعیدی نے تحریر کیا تھا کہ اس میں امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چھ رسائل ہیں جو حضور ﷺ کے والدین کے ایمان ومقام پر ہیں پھر ان کے نام بھی تحریر کیے۔

بس پھر کیا تھا؟ کتاب کو چوما، دل خوشی سے لہلہا اُٹھا اور اپنے رب تعالیٰ کے حضور بار بار سجدہ ریز ہو کر یہ کہہ رہا تھا کہ تو نے حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا

کے توسل سے مجھے انمول خزانہ عطا فرما دیا ہے اگر چہ میں ابو اشریف حاضر نہ ہو سکا لیکن ان کی شفقت سے محروم نہیں رہا کیونکہ مجھے ایسے تمام نایاب رسائل حاصل ہوئے جن کے وہاں ملنے کا میں تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔

ترجمہ کا پروگرام

یہ پروگرام بنایا کہ پاکستان جاتے ہی ان کا ترجمہ کرونگا انہی دنوں بندہ نے ایمان والدین مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مقالہ لکھا اس کے مقدمہ میں میں نے یہ الفاظ لکھے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالی نے اس موضوع پر چھ رسائل تحریر فرمائے ہیں ان کے اردو ترجمہ کا ارادہ رکھتا ہوں۔ قارئین سے التماس ہے وہ دعا کریں کہ اس کی توفیق نصیب ہو۔ (ایمان والدین مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم ٦)

لیکن بعد میں کچھ ایسی مصروفیات آڑے آتیں رہیں کہ ترجمہ نہ ہو سکا۔ جب میں نے محسوس کیا کہ ہو سکتا ہے کہ وقت نہ ملے، لیکن ان رسائل کا ترجمہ ہمارے معاشرے کے لیے ضروری ہے تو اپنے متعدد ساتھیوں کے یہ کام سپرد کیا لیکن وہ بھی اسے نہ نبھا سکے۔

علامہ محمد صائم چشتی مدظلہ سے ملاقات

کوئی تین سال پہلے فیصل آباد کسی پروگرام میں شرکت کے لیے گیا تو وہاں نامور مصنف عالم دین علامہ محمد صائم چشتی مدظلہ سے ملاقات ہوئی۔ اہل بیت اطہار پر لکھنا پڑھنا ان کا خصوصی ذوق ہے۔ ان سے رسائل کے بارے میں بات ہوئی تو فرمایا آپ بھیج دیں میں ان رسائل کا ترجمہ کر دونگا اس پر بہت خوشی ہوئی۔

انہی دنوں انہیں لاہور آنا ہوا تو ہمارے جامعہ اسلامیہ لاہور میں خود تشریف لے آئے اور رسائل ترجمہ کے لیے لے گے، انہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے بہت جلد ترجمہ کر کے روانہ کر دیا۔ بندہ نے اپنی ہمت وعلم کے مطابق اس پر نظر ثانی کی اور تمام کتابت کروا کر موصوف کو بھجوائی تا کہ اس کی پروف ریڈنگ فرما دیں۔ لیکن انہوں نے وہاں مسجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا جس کی وجہ سے انہیں وقت نہیں مل رہا تھا۔

سانحہ ابوا شریف

۱۹۹۹ء رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بعض سعودی نجدیوں نے مقام ابوا شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار عالی کو بلڈوز کر دیا جس پر پورے عالم اسلام میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی لاہور میں ہم نے تحریک تحفظ آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنظیم بنائی جس کے تحت لاہور کے ہر مرکزی مقام پر سانحہ ابوا کانفرنس کا، اہتمام کیا بحمد اللہ! اس مسئلہ پر خوب احتجاج بھی ہوا۔

رسائل سیوطی کا تذکرہ

اب جہاں جاتے، رسائل سیوطی کا وہاں تذکرہ ہوتا۔ کیونکہ اس موضوع پر سب سے بڑا کام یہی ہے۔ بندہ عرض کرتا کہ جیسے ہی فیصل آباد سے ان رسائل کا ترجمہ واپس آتا ہے انہیں شائع کردیا جائے گا۔ لیکن محترم صائم صاحب مدظلہ کی مصروفیات آڑے آرہی تھیں۔

۲ جون کو ترجمہ کا افتتاح

مسلسل علماء اور ساتھیوں کے اصرار پر یہ سوچا کہ ایک کتاب کے متعدد تراجم بھی تو ہوسکتے ہیں۔ پھر یہ بھی تصور بار بار آرہا تھا کہ سن ۹۰ میں یہ نعمت حاصل ہوئی، کتنا عرصہ گزرا کہ اب تک اس کا ترجمہ سامنے نہ آسکا، کہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں گرفت ہی نہ ہوتو ۲ جون ۱۹۹۹ء بروز بدھ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے مبارک نام سے ترجمہ شروع کردیا۔

۱۹، ایام میں تکمیل

اللہ تعالیٰ کے فضل ولطف سے بڑے سائز کے ۲۳۱ صفحات پر مشتمل چھ رسائل کا ترجمہ ۲۳ جون بروز بدھ ۱۹۹۹ء بوقت پونے گیارہ بجے مطابق ۸ ربیع الاول ۱۴۲۰ ہجری کو مکمل ہوگیا، درمیان میں دو دن بخار کی وجہ سے کام نہ کرپایا تو اس طرح اُنیس ایام میں اس ترجمہ کی تکمیل ہوئی یہ سب اللہ تعالیٰ کی، حضور ﷺ کے والدین کریمین کی برکت وشفقت سے ہے ورنہ اتنے سالوں سے رکا ہوا کام اتنے قلیل عرصہ میں کیسے ہوسکتا ہے؟

مراحل طباعت

اس کے طباعت کا مرحلہ شروع ہوا تو ڈائریکٹر حجاز پبلی کیشنز لاہور حافظ ابوسفیان، اسرار احمد، محترم اعجاز احمد، محمد ظفر اقبال مدثر اعوان (کیلانی) اور محمد شہباز نے اس سلسلہ میں بڑی محنت کی جس کے سبب ستمبر ۱۹۹۹ء میں تمام کی طباعت مکمل ہوئی۔ ہمارے ایک ساتھی محترم سعید احمد ہیں جنہوں نے طباعت میں مالی تعاون فرمایا۔ بندہ دعا گو ہے اللہ تعالیٰ ان تمام ساتھیوں کو دنیا وآخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

رسائل چھ ہیں

امام سیوطی کے مذکورہ چھ رسائل کے علاوہ ایک رسالہ ''الفوائد الکامنة فی ایمان السیدة آمنة'' کے نام سے بھی مصر سے شائع ہوا جسے دیکھ کر ہمیں مغالطہ ہوا کہ سیوطی علیہ الرحمہ کے اس موضوع پر سات رسائل ہیں اس کی تائید مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ سے بھی ہوتی ہے:

فان للسیوطی فی هذه المسئلة سبع رسائل بسط الکلام فیما بما لا مزید علیه	امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر سات رسائل تصنیف فرمائے اور ان میں اس قدر گفتگو کی ہے کہ اس اضافہ ممکن نہیں۔

(ظفر الامانی: ۴۵۹)

لیکن تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ رسائل چھ ہی ہیں، ساتواں رسالہ ''الفوائد الکامنة، بعینہ التعظیم والمنة'' ہی ہے عظیم محقق علامہ حسین محمد علی شکری لکھتے ہیں

هذه الرسالة المسماة الفوائد الكامنة فی ایمان السیدۃ آمنة هی عین الرسالة المسماة التعظیم والمنة فی ان ابوی النبی فی الجنة وقد ظهر لنا ذلك من خلال مقابلة النصوص الواردة منها فی هذا الکتاب بالاصل المطبوع للرسالة الثانیة الذکر وقد ذکر علامة السید عبد الحی الکتانی فی فهرس الفهارس ما یؤید ذلك حیث ذکر الرسالة الاولی واشار الی انها تعرف کذلك بالاسم الاخر وقد طبعت هذه الرسالة مستقلة وبین الناشر لها انها هی الرسالة التی تعرف بالتعظیم والمنة

(حاشیہ سداد الدین: ۳۸)

یہ رسالہ جس کا نام ''الفوائد الکامنة فی ایمان السیدۃ آمنة'' ہے یہ بعینہ وہی رسالہ، جس کا نام ''التعظیم المنة فی ان ابوی ان النبی فی الجنة'' ہے یہ بات اس وقت سامنے آئی جب ہم نے اس کتاب (سداد الدین) میں ان سے منقول عبارات کا تقابل کروایا اس بات کی تائید علامہ سید عبد الحی الکتانی کی اس بات سے بھی ہوئی جو انہوں نے فہرس الفہارس میں لکھی انہوں نے پہلے رسالے کا ذکر کیا اور پھر کہا کہ یہ ایک اور نام سے بھی معروف ہے اور یہ رسالہ مستقل طور پر شائع ہو گیا ہے لیکن ناشر نے واضح کر دیا ہے کہ یہ وہی رسالہ ہے جو التعظیم والمنة کے نام سے معروف ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی کی تصریح

اس کے بعد ہمیں خود امام سیوطی علیہ الرحمہ کی تصریح بھی مل گئی ہے کہ میں نے اس موضوع پر چھ رسائل تحریر کیے ہیں۔ دوران الفلکی علی ابن الکر کی میں مخالف کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والثانی انه تکلم فی حق والدی المصطفی بما لایحل لمسلم ذکره ولا یسوغ ان یجزم علیه فکره فوجب علی ان اقوم علیه بالانکار وان استعمل فی تنزیه هذا المقام الشریف الاقلام والافکار فالفت فی ذالك ست مولفات شحنته بالفوائد وهی فی الحقیقة ابکار ومن ذالذی یستطیع علی قیامی فی ذلك او یلقی نفسه فی هذه المهالك من انکر ذلك اکاد اقول بکفر واستغرق العمر بهجره

(تعلیم الایمان شرح فقہ اکبر: ۴۵۸)

دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے والدین کے خلاف ایسی بات کی ہے جس کا ذکر مسلمان کے لیے جائز نہیں اور نہ ہی اسے عقیدہ بنانا جائز ہے تو پھر یہ لازم تھا کہ میں اس کا رد لکھوں اور اس عظیم مقام کے تقدس کے پیش نظر قلم اور فکر کو حرکت میں لاؤں، تو میں نے اس مسئلہ پر چھ رسائل تصنیف کیے جو فوائد سے مالا مال ہیں۔ اور یہ حقیقۃً اس موضوع پر پہلا ہی کام ہے اور کون ہے جو میرے رد کے لیے اُٹھے گا حتی کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے گا۔ جو اس عقیدہ کا منکر ہے میں تو اسے قریب کفر سمجھتا ہوں اور عمر بھر اس سے بائیکاٹ رکھوں گا

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ یہ سات رسائل نہیں بلکہ چھ ہی ہیں۔

اہم نوٹ: ہم نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ حوالہ جات کی تخریج بھی کر دی ہے تا کہ اہل علم کے لیے اصل کتاب کی طرف رجوع میں آسانی ہو جائے۔ اردو کے ساتھ عربی نسخہ بھی شائع کر دیا ہے تا کہ اس کا حصول دشوار نہ رہے اور علماء اصل سے استفادہ کر سکیں

آخر میں اپنے رحمٰن ورحیم اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جو مجھے ان اعلیٰ موضوعات پر کام کی توفیق دیتا ہے اور ان کی اشاعت کے لیے وسائل فراہم فرماتا ہے اور پھر انہیں لوگوں میں مقبولیت عطا فرماتا ہے۔

الغرض سبھی کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کا ہی ہے۔ ہمارا اس میں کچھ نہیں دعا ہے کہ وہ ہمیں شکر گزار غلام بننے کی توفیق دیدیں۔

بھلا ہووی

میریا مہرباناں نالے قدرداناں

بڑے کرم کمانے نی بھلا ہووی

ککھاں وچ پئے رلدے سن بخت میرے

ککھوں لکھ بنائے نی بھلا ہووی

کلر شور زمین ساں مہرباناں

بوٹے کرم دے لائے نی بھلا ہووی

سارا پتہ ای سردار مینوں کیتیاں دا

پردے عیباں تے پائے نی بھلا ہووی

یہ بندہ کی طرف سے عجز و نیاز حضور ﷺ کے والدین کریمین کی خدمت میں ادنیٰ سا ہدیہ بھی ہے اگر وہ قبول فرما لیں تو میرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں۔

فائدہ: ملا علی قاری کا مذکورہ رسالہ کے تفصیلی رد کے لیے امام سید محمد رسول مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''سداد الدین'' کا مطالعہ نہایت ہی مفید ہے، جو مدینہ طیبہ سے شائع ہو چکی ہے

خادم والدین مصطفیٰ ﷺ

محمد خان قادری

مرکز تحقیقات اسلامیہ شادمان لاہور

بروز ہفتہ بوقت گیارہ بجے دن

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ ستمبر ۱۹۹۹ء

نوٹ: اب پاکستان میں بھی دستیاب ہے۔

یاد رہے یہ مقدمہ ستمبر ۱۹۹۹ء کا لکھا ہے ان میں سے کچھ لوگ مثلاً علامہ محمد صائم چشتی قدس سرہ کا وصال ہو چکا ہے، یہ گیارہ سال پہلے کی تحریر ہے۔ اب مطالعہ میں کافی چیزیں آئی ہیں کسی وقت انہیں جمع کرنے کی کوشش کروں گا۔ ان دنوں تفسیر کبیر کے ترجمہ کی طرف ساری توجہ ہے اس کے ۱۱۶ اجزا کا ترجمہ ہو چکا ہے بقیہ کی تکمیل کے لیے دعا فرمائیں۔

محمد خان قادری

۱۱ نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۴ ذوالحج ۱۴۳۱ھ

بروز جمعرات بمقام جامعہ اسلامیہ لاہور

اُمہات النبی ﷺ

مصنف

امام ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی (المتوفی: ۲۴۵)

مترجم

مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048.

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نسب

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے والد گرامی وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب جبکہ ان کی (آپ ﷺ کی نانی صاحبہ) والدہ کا نام برہ دختر عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی ہے نانی صاحبہ کی والدہ کا نام اُمِ حبیب دختر اسد ابن عبدالعزیٰ بن قصی ہے۔ ان کی والدہ برہ دختر عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوئی بن غالب ہے اور ان کی والدہ قلابہ بنت حارث بن مالک بن حباشہ بن عادیہ بن صعصعہ بن کعب بن طابخہ بن لحیان بن ھندیل بن مدرکہ ہے۔

ان کی والدہ اُمیمہ بنت مالک بن غنم بن لحیان بن عادیہ بن صعصعہ بن کعب، جبکہ ان کی والدہ دُب بنت حارث بن لحیان بن عادیہ اور ان کی والدہ دختر کہف الظلم بن یربوع بن ناصرہ بن غاضرہ بن حطیط بن جشم بن ثقیف ہے۔

حضور ﷺ کے والد ماجد کا نسب

آپ ﷺ کے والد گرامی کا نام سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے، ان کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم ہے ان کی والدہ کا نام صخرۃ بنت عبد بن عمران بن مخزوم آگے ان کی والدہ کا نام تخمر بنت عبد بن قصی ان کی والدہ سلمٰی بنت عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر ہے آگے ان کی والدہ ھند دختر عبداللہ بن حارث بن وائلہ بن ظرب بن عمرو بن عیاذ بن یشکر بن عدوان ہیں جبکہ ان کی والدہ زینب بنت مالک بن ناصرہ بن کعب بن حرب بن سلیم بن فہم ہے ان کی والدہ کا نام بنت صھیبۃ بن شبابہ بن عمرو بن قین بن فہم ہے ان کی والدہ کا اسم گرامی

عاتکہ بنت عامر بن الظرب آگے ان کی والدہ شقیقہ بنت قتیبہ بن معن بن مالک بن اعصر اور ان کی والدہ سودہ بنت اُسید بن عمرو بن تمیم ہے۔

ابن عبدالمطلب

ان کی والدہ سلمٰی بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن بن خزرج بن حارثہ اور ان کی والدہ عمیرۃ بنت صخر بن حبیب بن حارث بن ثعلبہ بن مازن بن نجار ہے (نسب قریش صفحہ ۱۵)

ان کی والدہ سلمٰی بنت عبدالاشھل بن حارثہ بن دینار بن نجار ہے

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام ۱:۱۰۷)

آگے ان کی والدہ کا نام اُثیلہ بنت مازن بن نجار ہے (الطبقات الکبریٰ ۱:۶۴)

ابن ہاشم

ان کی والدہ کا نام عاتکہ دختر مرۃ بن ھلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بُھثہ بن سلیم بن منصور (السیرۃ النبویہ لابن ھشام ۱:۱۰۶)

ان کی والدہ ماویہ دختر حوزہ بن عمرو بن مرہ بن صعصۃ بن معاویہ بن بکر بن ھوازن ہے

(الطبقات الکبریٰ ۱:۶۴)

ان کی والدہ رقاش بنت الاتحم بن مُنبہ بن اسد بن عبد مناۃ بن عائذ اللہ بن سعد العشیرہ پھر ان کی والدہ کا نام کبشہ بنت رافقی بن مالک بن حماس ہے، اور یہ ربیعہ بن کعب بن حارث بن کعب ہیں (الطبقات الکبریٰ ۱:۶۴)

ابن عبد مناف

ان کی والدہ کا نام بھی حُبی بنت حُلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن خزاعہ ہے (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام،۱:۱۰۶)

ان کی والدہ کا نام فاطمہ یا ھند دختر عامر بن نصر بن عوف بن عمرو بن عامر بن خزاعہ ہے

(الطبقات الکبریٰ،۱:۶۴)

ابن قصی

ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت سعد بن سیل ہے، اور یہ خیر بن حمالہ بن عوف بن عامر الجادر از قبیلہ ازد ہیں پھر ان کی والدہ، طُریفہ بنت ذی راسین ہے، اور یہ امیہ بن جُشم بن کنانہ بن عمرو بن قیس بن فھم ہیں (جمہرۃ النسب،۱:۱۳)

آگے ان کی والدہ کا نام صخرۃ بنت عامر بن صعب بن یشکر بن رھم بن افرک بن نذیر بن قیس بن عبقر بن انمار بجیلہ قبیلہ سے ہیں۔

(الطبقات لابن سعد،۱:۳۵)

ابن کلاب

ان کی والدہ کا نام ھند دختر سریر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ ہے

(نسب قریش،۱۳)

اور ان کی والدہ لبابہ دختر عبد مناۃ بن کنانہ ہیں ان کی والدہ ھند ہیں اور انہیں عاتکہ بنت دودان بن اسد بن خزیمہ بھی کہا جاتا ہے ان کی والدہ کا نام جدیلہ بنت صعب بن علی بن بکر بن وائل ہے۔

ابن مرہ

ان کی والدہ کا نام، وحشیۃ دختر شیبان بن محارب بن فہر (نسب قریش ۱۰)

پھر آگے ان کی والدہ مخشیۃ دختر وائل بن قاسط بن ھنب ہے

ان کی والدہ کا نام ماویہ بنت ضبیعہ بن ربیعہ بن نزار ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ۱:۶۵)

ابن کعب

ان کی والدہ، ماویہ دختر کعب بن القیین بن جسر بن شیع اللہ بن اسد بن وبرہ ہے

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام، ۹۶:۱)

ان کی والدہ سلمٰی دختر لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ ہیں

ان کی والدہ، وحشیہ دختر ربیعہ بن حرام بن ضنۃ بن عبد بن کبیر بن عذرہ ہیں

آگے ان کے والدہ، عاتکہ بنت لبید بن قیس بن جھینہ ہیں

ابن لوئی

ان کی والدہ کا نام عاتکہ دختر یخلد بن نضر بن کنانہ ہے

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام، ۹۵:۱)

عاتکہ کی والدہ کا نام وارثہ ہے دختر حارث بن مالک بن کنانہ پھر وارثہ کی والدہ کا نام ماویہ دختر سعد بن زید مناۃ بن تمیم ہیں۔

ابن غالب

ان کی والدہ لیلیٰ دختر حارث بن تمیم بن سعد بن ھذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ہے ان کی والدہ سلمٰی دختر طابخہ بن الیاس ان کی والدہ عاتکہ دختر الازد بن

غوث ہے ابن فہر ان کی والدہ جندلۃ دختر عامر بن حارث بن مضاض بن زید بن مالک بن عیاض بن جرھم (السیرۃ النبویۃ،۱:۹۵)

ان کا نسب یوں بھی بیان ہوا ہے: جندلہ دختر حارث بن جندل بن مضاض بن حارث۔ آگے ان کی والدہ جندلہ دختر مالک بن عبداللہ بن الیاس بن مالک بن دوس ہے۔ (الطبقات الکبری،۱:۶۵)

ان کی والدہ کا نام خنساء دختر مُتغسر بن اسد بن عبادہ بن عمرو بن عامر بن حارث بن مُضاض بن حارث بن عوانہ بن عاموق بن جرھم ہے۔

ابن مالک

ان کی والدہ کا نام عکریشۃ دختر عدوان ہے اور ان کے والد حارث بن قیس بن عیلان بن مضر ہے۔ (نسب قریش،۱۱)

پھر ان کی والدہ، ماویہ دختر سوید بن غطریف ہے، اور وہ حارثہ بن امری القیس بن مازن بن ازد ہے۔

ابن النضر

ان کی والدہ کا نام برّہ دختر مُر بن اُد بن طابخہ بن الیاس بن مضر ہے

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام،۱:۹۳)

ابن کنانہ

ان کی والدہ، عوانہ دختر سعد بن قیس بن عیلان بن مضر ہے (ایضاً) ان کا نام یوں بھی منقول ہے۔

ھند دختر عمرو بن قیس بن عیلان (جمہرۃ النسب، ۱:۶) آگے ان کی والدہ

دعد دختر الیاس بن مضر ہے

ابن خزیمہ

ان کی والدہ، سلمٰی دختر اسلم بن حاف بن قضاعہ ہے (ایضاً)

ابن مدرکہ

ان کی والدہ لیلیٰ دختر حلوان بن عمران بن حاف بن قضاعہ ہے

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ۱:۷۵)

ابن الیاس

ان کی والدہ رباب دختر حیدہ بن معد بن عدنان ہے۔

(الطبقات لابن سعد، ۱:۶۶)

ابن مضر

ان کی والدہ کا نام سودہ دختر دیث بن عدنان ہے۔

ابن نزار

ان کی والدہ معانہ دختر جوشم بن جلھہ بن عمرو بن ھلیبہ بن دوہ بن جرھم ہے

(نسب قریش، ۵)

ابن معد

ان کی والدہ معد ود دختر اللھم بن جلجب بن جدلیس بن جاثر بن ارم بن سام بن نوح ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب (ان کا نام شیبہ ہے) بن ہاشم (ان کا نام عمرو ہے) بن عبدمناف (ان کا نام مغیرہ) بن قصیٰ (زید) بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے۔

عدنان سے آگے کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے چالیس بعض نے تیس سے زائد اور بعض نے اس سے اقل بیان کیے ہیں اور وہ یہ ہیں:

بنو قیذر بن اسماعیل بن ابراہیم بن تارح بن ناحور بن اسرع بن ازعوا بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ (جو کہ ادریس علیہ السلام ہیں) بن یارذ بن مھلایل بن قینان بن انوش بن شیث ھبۃ اللہ بن آدم علیہ السلام (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ،ق:۱،۲،۴)

تصنیف
امام جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ و تحقیق
مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز لاہور

نام کتاب	مسالك الحنفاء فی والدی مصطفٰی ﷺ
مصنف	امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)
ترجمہ کا نام	حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب
مترجم	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	علامہ محمد فاروق قادری
پروف ریڈنگ	حافظ ابوسفیان نقشبندی
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
اشاعت اول	۱۹۹۹ء
اشاعت دوم	۲۰۱۲ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دار العلوم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ۹، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048.

انتساب

حضرت العلام مولانا علامہ ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی دامت برکاتھم العالیہ

کے نام

۱-جو موجودہ دور کے متبحر فاضل اور عظیم محقق ہیں۔

۲-اعتقادی مسائل میں بڑی گہری نظر کے حامل ہیں۔

۳-تدریس اور تحریر و تقریر میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔

۴-کوئی بد عقیدہ مناظر ان کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرتا۔

۵-کوثر الخیرات (سورۂ کوثر کی تفسیر) اور جلاء الصدور (سماع موتی پر) جیسی عظیم کتب کے مصنف ہیں۔

دعاجو

محمد خان قادری

مسالك الحنفا في والدي المصطفى

صلى الله عليه وآله وسلم

للشيخ العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي

المتوفى سنة ٩١١هـ/١٥٠٥م

قدم له وشرحه وعلق عليه

الدكتور محمد عز الدين السعيدي

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اس تالیف کا نام "مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ" ہے۔
اس میں اس مسئلہ کو واضح کیا گیا کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین ناجی (جنتی) ہیں اور وہ دوزخی نہیں، اس بات کی تصریح علماء کی پوری جماعت نے کی ہے ہاں اس کی تفصیل میں متعدد باتیں کہی گئی ہیں۔

پہلا مسلک

ان دونوں کا وصال بعثتِ نبوی سے پہلے ہو گیا تھا اور ایسے لوگوں پر عذاب نہیں' اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

وما کنا معذبین حتٰی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵)

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

اہل کلام و اصول تمام علماء اشاعرہ اور مجتہدین میں سے شوافع کا اس پر اتفاق ہے کہ جن لوگوں کو دعوت دین نہیں پہنچی وہ ناجی ہوں گے انہیں دعوت اسلام دیئے بغیر ان سے جہاد جائز نہیں' اگر ان میں سے کسی کو قتل کیا گیا تو اس کی دیت و کفارہ لازم ہو گا' امام شافعی اور ان کے دیگر تمام اصحاب نے تصریح کی ہے بلکہ بعض نے یہ کہا کہ ان کے قتل پر قصاص لازم ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ موقف صحیح نہیں' کیونکہ وہ حقیقی مسلمان نہیں اور قصاص میں برابری ضروری ہے۔

بعض مجتہدین نے عذاب نہ ہونے کی علت یہ بیان کی ہے کہ اصل فطرت پر تھے اور ان سے نہ تو انکار و عناد ثابت ہے اور نہ ہی ان کے پاس رسول آئے کہ انہوں نے اس کی تکذیب کی۔

یہ مسلک ہمارے استاذ شیخ الاسلام شرف الدین مناوی کا ہے' ان سے حضور ﷺ کے والد گرامی کے بارے میں سوال ہوا' کیا وہ دوزخ میں ہیں؟ تو انہوں نے سائل کو بہت ڈانٹا' سائل نے کہا' کیا ان کا اسلام ثابت ہے؟ فرمایا ان کا وصال زمانۂ فترت میں ہوا اور بعثت نبوی سے پہلے عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اسے سبط ابن جوزی نے مرآۃ الزمان میں ایک جماعت سے نقل کیا کیونکہ انہوں نے حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کے زندہ ہو کر ایمان لانے کے حوالے سے اپنے دادا کا کلام یوں نقل کیا۔

کچھ لوگوں نے کہا ہے اللہ کا

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵)
اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

تو آپ ﷺ کے والد اور والدہ کو دعوت نہیں پہنچی تو ان پر کوئی گناہ کیسے ہو سکتا ہے؟ (مرأۃ الزمان)

حافظ ابنِ حجر کی رائے

امام ابیؒ نے شرح مسلم میں اسی پر جزم اختیار کیا اور ہم عنقریب ان کے الفاظ نقل کریں گے۔ تو اہل فترت کے بارے میں ایسی احادیث منقول ہیں کہ ان کا روز قیامت امتحان لیا جائے گا اور ایسی آیاتِ قرآنیہ ہیں جو ان کے عدمِ عذاب پر شاہد ہیں۔

حافظ العصر شیخ الاسلام ابوالفضل ابنِ حجر نے اپنی بعض کتب میں اس طرف میلان کا اظہار کرتے ہوئے کہا "حضور ﷺ کے وہ آباء جن کا وصال قبل از بعثت ہو گیا' حضور ﷺ کے اکرام کی خاطر روز قیامت انہیں امتحان میں اطاعت نصیب ہو جائے گی تاکہ آپ ﷺ کو اس سے خوشی نصیب ہو' اس صورت میں مسلک امتحان کو اس مسلک اول میں شامل کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ ظاہر یہی ہے کہ یہ مستقل مسلک ہے لیکن وہ دقیق معنی کی بناء پر ہے جو اصحاب تحقیق پر ہی واضح ہوتا ہے۔

آیاتِ مبارکہ

وہ آیات قرآنیہ جو واضح کر رہی ہیں کہ جنہیں دعوت نہیں پہنچی ان پر عذاب نہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے۔

وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا (الاسراء۔ ۱۵)	اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

اس آیت سے آئمہ اہل سنت نے اس پر استدلال کیا ہے کہ بعثتِ نبوی سے پہلے لوگوں پر عذاب نہیں اور انہوں نے اس سے معتزلہ اور ان کے ان حواریوں کا رد بھی کیا جو عقل کو ہی فیصل مانتے ہیں۔ امام ابنِ جریر، ابنِ ابی حاتم نے اپنی تفاسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے تحت نقل کیا۔ " اللہ تعالیٰ کسی ایک کو بھی عذاب نہیں دے گا جب تک اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر نہیں پہنچی یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل نہ پہنچی ہو۔" (جامع البیان، ۹ = ۷۰)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

ذلک ان لم یکن ربک مھلک القریٰ بظلم واھلھا غفلون (الانعام۔ ۱۳۱)	یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

امام زرکشی نے شرح جمع الجوامع میں اس قاعدہ کہ منعم کا شکر عقلاً لازم نہیں بلکہ شرعاً لازم ہے پر اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔

۳۔ باری تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

ولولا ان تصیبھم مصیبة بما قدمت ایدیھم فیقولوا ربنا لو لا ارسلت الینا رسولا فنتبع اٰیتک ونکون من المؤمنین (القصص۔ ۴۷)	اور اگر نہ ہوتا کہ پہونچتی انہیں کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے اے ہمارے رب! تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ

ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے
اور ایمان لاتے۔

امام زرکشی نے یہ آیت بھی مذکورہ استدلال پر ذکر کی ہے' امام ابنِ ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت سند حسن کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، زمانہ فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا اے میرے رب! میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی

ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع اٰیتک ونکون من المؤمنین (القصص - ۴۷)

اے ہمارے رب! تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

۴ - خالق و مالک کا فرمان مقدس ہے

ولوانا اھلکنھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع اٰیتک من قبل ان نذل ونخزیٰ (طٰہٰ - ۱۳۴)

اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے اس سے پہلے کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔

امام ابنِ ابی حاتم نے تفسیر میں اسی آیت کے تحت حضرت عطیہ عوفی سے نقل کیا' زمانۂ فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا' اے میرے رب! میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول' پھر انہوں نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔

۵ - باری تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

وما کان ربک مھلک القریٰ حتیٰ یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم ایتنا (القصص - ۵۹)

اور تمھارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے۔

امام ابنِ ابی حاتم نے حضرت ابنِ عباس اور حضرت قتادہ سے نقل کیا' اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو بعثتِ نبوی سے پہلے ہلاک نہیں کیا' جب بعثت ہوئی انہوں نے تکذیب کی اور ظلم کیا تو اس وجہ سے انہیں ہلاک کیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم' ۹ = ۲۹۹۸)

۶ - اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وھذا کتب انزلنه مبارک فاتبعوه واتقوا لعلکم ترحمون ان تقولوا انما انزل الکتب علی طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستھم لغفلین

(الانعام - ۱۵۵ - ۱۵۶)

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیز گاری کرو کہ تم پر رحم ہو کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

۷ - اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے۔

وما اھلکنا من قریة الا لھا منذرون ذکریٰ وما کنا ظلمین

(الشعراء - ۲۰۸ - ۲۰۹)

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

عبد بن حمید، ابنِ منذر، ابنِ ابی حاتم نے تفاسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت نقل کیا، اللہ تعالیٰ نے کسی بستی کو حجت اور دلائل کے بغیر ہلاک نہیں فرمایا حتیٰ کہ رسول بھیجے، کتاب نازل کی، تاکہ ان پر حجت قائم ہو، فرمایا

وما اهلكنا من قرية الا لها منذرون ذكرى وما كنا ظلمين (الشعراء - ۲۰۸ - ۲۰۹)

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، ۹= ۲۸۲۳)

۸ - اللہ کا فرمان ہے۔

وهم يصطرخون فيها ربنا اخرجنا نعمل صلحا غير الذى كنا نعمل اولم نعمر كم ما يتذكر فيه من تذكر و جاء كم النذير، فذوقوا فما للظلمين من نصير (الفاطر - ۳۷)

اور وہ اس میں چلاتے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے، اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا۔ اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔ تو اب چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

مفسرین نے فرمایا ان پر یہ حجت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے ساتھ ہوئی اور اس آیت میں نذیر سے یہی مراد ہے۔

وہ احادیث مبارکہ جن میں اہلِ فترت کے امتحان کا تذکرہ ہے

اب ہم ان احادیث کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں واضح طور پر ہے کہ زمانۂ فترت میں ہونے والے لوگوں کا روزِ قیامت امتحان لیا جائے گا ان میں سے جس نے اطاعت کی وہ جنت میں اور نافرمان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

۱۔ امام احمد، اسحاق بن راہویہ نے مسانید میں اور امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار آدمی روز قیامت حجت لائیں گے ایک بہرہ شخص، جو کچھ نہ سنتا تھا، دوسرا بے سمجھ، تیسرا بہت بوڑھا، چوتھا زمانہ فترت میں فوت ہونے والا، بہرہ کہے گا اے میرے رب! اسلام آیا مگر میں کچھ سن نہ سکا، دیوانہ کہے گا، اسلام آیا مگر مجھے بچے مینگنیاں مار کر بھگا دیتے، بوڑھا کہے گا، اسلام آیا مگر میں کچھ سمجھ ہی نہ پاتا، زمانۂ فترت والا کہے گا، میرے رب! میرے پاس تیرا کوئی پیغام نہیں آیا، اللہ تعالیٰ ان سے اطاعت کا عہد لے کر ان کی طرف پیغام بھیجیں گے کہ تم آگ میں داخل ہو جاؤ تو جو اس میں داخل ہو جائے گا اس پر آگ گلزار بن جائے گی اور جو اس میں داخل نہ ہو گا اسے اس میں جھونک دیا جائے گا۔ (مسند احمد)

۲۔ امام احمد، اسحاق بن راہویہ نے مسانید میں، ابن مردویہ نے تفسیر میں، بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ چار آدمی روزِ قیامت حجت لائیں گے باقی روایت وہی ہے جو حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے ہے۔ (مسند احمد)

۳۔ محدث بزار نے مسند میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' زمانۂ فترت میں فوت ہونے والے' دیوانے اور بچے کو لایا جائے گا۔ زمانۂ فترت میں فوت ہونے والا کہے گا' میرے پاس نہ کوئی کتاب آئی اور نہ کوئی رسول' دیوانہ کہے گا' میرے پاس عقل ہی نہ تھی کہ میں خیر و شر کے بارے میں فرق کر سکتا' بچہ کہے گا' مجھے عمل کا موقعہ ہی نہیں مل سکا' ان کے سامنے آگ لائے جائے گی۔ان سے کہا جائے گا اس میں داخل ہو جاؤ' ان میں سے وہ داخل ہو جائے گا جو علم الٰہی میں سعید تھا اگر اسے عمل کا موقعہ ملتا اور وہ داخل ہونے سے رک جائے گا جو علم الٰہی میں شقی تھا بشرطیکہ وہ عمل کا موقعہ پاتا' پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا تم نے میری نافرمانی کی' کیا صورت ہوتی جب تم میرے رسولوں کی نافرمانی کرتے؟ اس کی سند میں عطیہ عوفی ہیں جن میں ضعف ہے' امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا' اس حدیث کے متعدد شواھد ہیں جن کی وجہ سے اس پر حسن اور ثبوت کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔

۴ - محدث بزار اور ابو یعلٰی نے مسانید میں حضرت انس ؓ سے نقل کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزِ قیامت چار آدمیوں کو لایا جائے گا' بچہ' دیوانہ' زمانۂ فترت میں فوت ہونے والا اور بہت بوڑھا' یہ تمام اپنی اپنی حجت پیش کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں جہنم میں داخل ہونے کا حکم دے گا' پھر فرمائے گا میں نے دیگر بندوں کی طرف ان میں سے رسول بھیجے اور تمہاری طرف میں خود رسول ہوں اس آگ میں داخل ہو جاؤ' جو شقی ہو گا کہے گا ہم اس میں کیسے داخل ہوں' ہم تو جانتے ہی نہیں اور جو سعید ہو گا وہ فی الفور داخل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم میرے رسولوں کی بہت زیادہ تکذیب و نافرمانی کرتے' یہ جنت میں داخل ہو جائیں اور دوسرے دوزخ میں۔"

۵ - امام عبدالرزاق' ابن جریر' ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اگر تم آیت قرآنی سے اس پر استدلال کرنا چاہو تو اسے پڑھو

وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا (الاسرا' ۱۵) اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

اس روایت کی سند بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے اور ایسی بات صحابی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے لہٰذا یہ مرفوع حدیث کا درجہ رکھتی ہے۔ (جامع البیان' ۹ ۔ ۷۱)

۶ ۔ محدث بزار' حاکم نے مستدرک میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزِ قیامت اہلِ جاہلیت اپنی پشتوں پر بت اٹھائے ہوئے آئیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا اور نہ ہی کوئی پیغام آیا' اگر آپ ہماری طرف رسول بھیجتے تو تیرے بندوں میں سب سے زیادہ اطاعت گزار ہوتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا اگر میں تمہیں کوئی حکم دوں تو میری اطاعت کرو گے وہ کہیں گے ہاں' تو اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا دوزخ کی طرف چلے جاؤ وہ چلے جائیں گے اور قریب پہنچیں گے تو وہاں کڑک اور غضب دیکھ کر کہیں گے' اے ہمارے رب! ہمیں اس سے محفوظ فرما' اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے میرے فرمان کی اطاعت کا وعدہ کیا تھا پھر فرمائے گا جاؤ دوزخ میں' وہ جائیں گے لیکن دیکھ کر واپس آ جائیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب! اس سے ہمیں بچا لے اور ہم اس میں داخلہ کی طاقت نہیں رکھتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ پہلی دفعہ داخل ہو جاتے تو آگ ان پر گلزار بن جاتی' امام حاکم فرماتے ہیں یہ روایت بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک' ۴ = ۴۹۷)

۷۔ امام طبرانی، ابو نعیم نے حضرت معاذ بن جبل ﷺ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، روزِ قیامت عقل نہ رکھنے والا، اہل فترت اور بچے کو لایا جائے گا، بے عقل کہے گا اگر مجھے عقل ملتی تو میں بھی سب سے نیک ہوتا، زمانۂ فترت میں فوت ہونے والا اور بچہ بھی یہی کہے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر تمہیں میں کوئی حکم دوں تو اطاعت کرو گے، وہ کہیں گے ہاں ضرور، اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ دوزخ میں داخل ہو جاؤ، فرمایا اگر وہ داخل ہو جائیں گے تو انہیں نقصان نہیں ہو گا، وہ آگ ان پر اچھلتی ہوئی نکلے گی وہ محسوس کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو آگ نے ہلاک کر دیا ہے تو وہ جلدی لوٹ آئیں گے پھر دوبارہ لوٹ کر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تمہارے بارے میں پیدا کرنے سے پہلے ہی جانتا تھا۔

شریعت اور احکام

شیخ الکیا ہراسی اصول کے حواشی میں مسئلۂ شکرِ منعم کے بارے میں لکھتے ہیں، واضح رہے اس پر علماء اہل سنت کا اتفاق ہے کہ شریعت کے علاوہ احکام جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں، عقل سے یہ کام حاصل نہیں ہو سکتا، اہل حق کے علاوہ دیگر طبقات مثلاً رافضی، کرامیہ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ احکام کی تقسیم ہے ان میں سے کچھ تو شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور کچھ عقل سے، پھر لکھا لیکن ہم کہتے ہیں کہ کوئی بھی شئی رسول کی آمد سے پہلے لازم نہیں ہوتی جب رسول آ جائے اور وہ معجزہ کا اظہار کر دے تو عاقل کے لئے نظر کرنا درست ہو جاتا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اولاً وجوب و لزوم شریعت کی وجہ سے ہو گا تو جب رسول آگیا تو اس میں غور و فکر ضروری ہو گیا۔

ہمارے استاذ امام   نے اس مقام پر بہت خوبصورت بات کہی ہے کہ

رسول کی آمد سے پہلے آراء اور سوچیں مختلف اور متضاد ہوتی ہیں' کیونکہ یہ امکان ہے کہ ایک آدمی ایسا سوچے جو دوسرے کے متضاد ہو' اسی طرح عقل پر حیرت اور وحشت کا غلبہ بھی ہو سکتا ہے تو اب تاریکی کا علاج سوائے آمد رسول کے کچھ نہیں' اسی لئے استاذ ابو اسحاق نے فرمایا یہ قول "میں نہیں جانتا" نصف علم ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ میرے علم کی ایک حد ہے جس سے آگے عقل کی رسائی نہیں' یہ بات وہی کہہ سکتا ہے کہ علم میں توقف کرے گا اور مانے گا کہ عقل ہر جگہ جاری نہیں رہ سکتی۔

امام فخر الدین رازی نے "المحصول" میں لکھا شکر منعم عقلاً لازم نہیں ہاں اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے' ہماری دلیل یہ ہے کہ اگر بعثت سے پہلے وجوب کا ثبوت ہو جائے پھر اس کے تارک پر عذاب بھی ہونا چاہیے حالانکہ بعثت سے پہلے عذاب کا ثبوت نہیں تو وجوب بھی نہ ہو گا' ان کے درمیان تلازم تو واضح ہے' رہا عذاب کا نہ ہونا تو اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵)	اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

تو اب عذاب بعثت کے بعد ہی ہو گا ورنہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا خلاف واقع ہونا لازم آئے گا جو محال ہے۔ (المحصول' ۱ = ۴۰)

ان کے تابعین مثلاً صاحب الحاصل و المحصول اور علامہ بیضاوی نے المنہاج میں ذکر کیا' قاضی تاج الدین سبکی نے شرح مختصر ابن الحاجب میں مسئلہ شکر منعم پر لکھتے ہوئے کہا اس سے ان لوگوں کا حکم مستنبط ہوتا ہے جنہیں دعوت نہیں پہنچی' ہمارے نزدیک وہ ناجی فوت ہوں گے اور دعوت اسلام کے بغیر ان سے جہاد نہیں کیا جائے گا ورنہ کفارہ و دیت لازم ہو گی۔

اور صحیح قول کے مطابق ان کے قاتل پر قصاص نہ ہو گا' شیخ بغوی نے " التھذیب" میں کہا' جنہیں دعوت نہیں پہنچی انہیں اسلام کی دعوت دیئے بغیر قتل کرنا جائز نہیں' اگر کسی نے قتل کر دیا تو دیت و کفارہ لازم آ جائے گا' امام ابو حنیفہ کے نزدیک ان کے قتل سے ضمان لازم نہ ہو گی' اصل یہ ہے کہ ان کے ہاں عقل کی بناء پر ان پر حجت قائم ہو چکی ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک بلوغ دعوت سے پہلے ان پر حجت قائم نہیں ہوتی' اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵)
اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

تو واضح ہو گیا کہ رسول کی آمد سے پہلے کسی پر حجت قائم نہیں ہوتی۔

امام رافعی نے شرح میں کہا جنہیں دعوت نہیں پہنچی انہیں اسلام کی دعوت دیئے بغیر قتل کرنا جائز نہیں اگر قتل کیا گیا تو اس پر ضمان لازم ہو گی' ہاں امام ابو حنیفہ کا اس میں اختلاف ہے' سبب اختلاف یہ ہے کہ ان کے ہاں عقل کی بناء پر حجت قائم ہو جاتی ہے' لیکن ہمارے ہاں جسے دعوت نہ پہنچی ہو اس پر نہ تو حجت قائم ہوئی اور نہ اس پر مواخذہ ہو گا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵)
اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

امام غزالی البسیط میں کہتے ہیں جسے دعوت نہیں پہنچی اس کے قتل پر دیت و کفارہ ہو گا' ہاں صحیح قول کے مطابق قصاص نہ ہو گا کیونکہ وہ حقیقی مسلمان نہیں البتہ حکم مسلم میں ہے۔

شیخ ابن رفعہ نے کفایہ میں کہا کیونکہ وہ فطرت پر پیدا ہوا اور اس سے

دین کا انکار بھی ثابت نہیں ہوا۔

امام نووی نے شرح مسلم میں مسئلہ مشرکین کے بچوں کے حوالے سے لکھا، صحیح و مختار مذہب جس کے قائل محققین ہیں کہ وہ جنتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵)

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

جب دعوت نہ پہنچنے کی وجہ سے بالغ پر عذاب نہیں تو غیر بالغ پر بطریق اولیٰ نہ ہو گا۔

اعتراض و جواب

سوال - کیا یہ مسلک تمام اہل جاہلیت کے بارے میں ہے؟

جواب - میں کہتا ہوں نہیں یہ صرف ان لوگوں تک محدود ہے۔ جنہیں کسی نبی کا کسی صورت میں پیغام نہیں پہنچا، جنہیں کسی طرح بھی کسی پیغمبر کی دعوت پہنچی پھر انہوں نے کفر پر ہی اصرار کیا تو وہ یقینی دوزخی ہوں گے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

والدین کریمین کا معاملہ

رہا معاملہ آپ ﷺ کے والدین شریفین کا تو ان کے احوال سے ظاہر یہی ہے کہ انہیں کسی کی بھی دعوت نہیں پہنچی، یہی مسلک مذکورہ جماعت کا ہے اس کا سبب یہ چند امور ہیں۔

۱۔ ان کا زمانہ حضرات انبیاء سے بہت متاخر ہے کیونکہ حضور ﷺ سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو ان کے اور ہمارے آقا ﷺ کے درمیان تقریباً چھ صد سال کا عرصہ فترت کا ہے۔

پھر وہ دونوں (والدین) ایسے دور میں تھے جب زمین پر شرقاً و غرباً جہالت طاری تھی' کوئی شریعت جاننے والا اور اسے صحیح طریقہ پر پہنچانے والا نہ تھا' البتہ بہت تھوڑے لوگ علماءِ اہلِ کتاب میں سے تھے مثلاً شام وغیرہ میں۔ اور ان دونوں کا صرف مدینہ طیبہ کی طرف سفر کرنا ثابت ہے' نہ انہوں نے طویل عمر پائی کہ اس میں خوب تحقیق و جستجو سے کام لے سکتے' کیونکہ حضور ﷺ کے والد گرامی نے بہت تھوڑی عمر پائی۔

امام حافظ صلاح الدین علائی نے "الدرة السنية فی مولد خير البرية" میں لکھا جب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو اس وقت والد گرامی کی عمر تقریباً اٹھارہ سال تھی پھر وہ مدینہ طیبہ اہل کے لئے کھجوریں لانے کے لئے تشریف لے گئے اور اپنے اخوال بنو نجار میں ٹھہرے اور وہاں ہی وصال پایا۔ صحیح قول کے مطابق اس وقت حضور ﷺ کا نور حمل کی صورت میں تھا۔

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی عمر بھی اسی قدر تھی' خصوصاً وہ پردہ دار خاتون تھیں' گھر میں ہی تشریف فرما رہتیں' آدمیوں سے ملاقات کا تصور ہی نہ تھا' اکثر یہ ہوتا ہے کہ مرد جس قدر شریعت اور دین سے آگاہ ہوتے ہیں خواتین اس قدر نہیں ہوتیں۔ خصوصاً دورِ جاہلیت میں جب مرد بھی آگاہ نہ تھے چہ جائیکہ خواتین دین سے آگاہ ہوتیں۔

اس لئے جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی تو اہلِ مکہ نے آپ ﷺ کی بعثت پر تعجب کا اظہار کیا اور کہا

ابعث اللّٰہ بشراً رسولا

کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

اور یہ بھی کہا

ولو شاء اللہ لا نزل ملئکۃ ما سمعنا بھذا فی آباءنا الاولین (المومنون' ۲۴) اور اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا ہم نے تو یہ اگلے باپ داداؤں میں نہ سنا۔

اور اگر انہیں بعثت انبیاء کا علم ہوتا تو اس کا انکار نہ کرتے' بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان کی طرف بعثت ہوئی تھی لیکن اتنا عرصہ گزرنے کی وجہ سے صحیح طور پر دین ابراہیمی کی دعوت دینے والا کوئی نہ تھا بلکہ اسے پہنچانے والا بھی نہ تھا کیونکہ ان کے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تین ہزار سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ کے والدین اہلِ فترت میں شامل ہیں۔

امام عزالدین بن عبدالسلام کی رائے

پھر میں نے شیخ عزالدین بن عبدالسلام کی تحریر امالی میں پڑھی کہ ہمارے نبی ﷺ کے علاوہ ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوا تو اس بناء پر انہوں نے فرمایا ہر نبی کی قوم کے علاوہ دوسرے لوگ اہل فترت ہوں گے' ماسوائے سابق نبی کی اولاد کے کیونکہ وہ اس کی بعثت کے مخاطب ہوں گے البتہ اس صورت میں جب سابقہ شریعت مٹ چکی ہو تو اب تمام لوگ اہل فترت ہوں گے۔

تو اس سے آشکار ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین شریفین بلاشبہ اہل فترت میں سے ہیں کیونکہ وہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اولاد ہیں اور نہ ہی ان کی قوم ہیں۔

حافظ ابنِ حجر کا ارشاد گرامی

حافظ العصر ابوالفضل احمد بن حجر کے قول "بوقت امتحان آپ ﷺ کے والدین کو طاعت نصیب ہوگی" سے دو امور سامنے آتے ہیں۔

ا۔ امام حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ایک انصاری نوجوان (جو اکثر رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتا رہتا تھا) نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ اپنے والدین کو دوزخ میں دیکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا

ما سألت ربی فیعطینی فیهما وانی لقائم یومئذ المقام المحمود (المستدرک' ۲ = ۳۹۶)

میں نے اپنے رب سے عرض کیا تو اس نے مجھے ان دونوں کے بارے میں عطا فرمایا' میں اس دن مقام محمود پر کھڑا ہوں گا۔

یہ حدیث واضح کر رہی ہے آپ ﷺ روز قیامت بوقت قیام مقام محمود ان کی شفاعت کے امیدوار ہیں یعنی آپ ﷺ ان کی شفاعت کریں گے اور امتحان کے وقت انہیں اطاعت نصیب ہو جائے گی' اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ﷺ سے قیام کے دوران فرمایا جائے گا۔

سل تعط واشفع تشفع (بخاری و مسلم)

تم مانگو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔

جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں ہے جب آپ ﷺ مانگیں گے تو آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔

۲۔ امام ابنِ جریر نے تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

ولسوف یعطیک ربک فترضی (الضحیٰ - ۵)	آپ کا رب آپ کو اتنا عطا کرے کہ آپ راضی ہو جائیں گے

کے تحت نقل کیا ہے۔

من رضا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یدخل احد من اہل بیتہ النار	حضور ﷺ کی خوشی اس میں ہے کہ آپ ﷺ کی اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔

(جامع البیان' تفسیر الضحیٰ)

اسی لئے حافظ ابن حجر نے عموم کا اعتباز کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ کی تمام اہل بیت کو امتحان کے وقت اطاعت نصیب ہو گی۔

۳ - شیخ ابوسعید نے شرف النبوۃ میں اور شیخ ملا نے سیرت میں حضرت عمران بن حصین ؓ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

سألت ربی ان لا یدخل النار احدا من اھل بیتی فاعطانی ذلک	میں نے اپنے رب سے عرض کیا کہ میری اہل بیت سے کوئی ایک بھی دوزخ میں نہ جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت مجھے عطا فرما دی۔

اسے حافظ محب الدین طبری نے (ذخائر العقبیٰ - ۲۹ میں) بھی نقل کیا۔

۴ - ان سے بھی واضح ارشاد گرامی جسے امام رازی نے فوائد میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

اذا کان یوم القیامۃ شفعت لابی وامی و عمی ابی طالب واخی کان فی الجاھلیۃ	روز قیامت میں اپنے والد' والدہ اور چچا ابو طالب اور جاہلیت کے دور کے رضاعی بھائی کی شفاعت کروں گا۔

شیخ محب طبری (جو حفاظ محدثین اور مجتہدین میں سے ہیں) نے اسے ذخائر

العقبیٰ میں نقل کر کے کہا اگر یہ روایت ثابت ہے تو حضرت ابوطالب کے حوالے سے اس میں یہ تاویل کرنا ضروری ہے کہ ان کے حق میں شفاعت عذاب میں تخفیف ہے۔ (ذخائر العقبیٰ ۔ ۱۷)

ابوطالب کے حوالے سے تاویل ضروری ہے کیونکہ انہوں نے زمانہ بعثت پایا مگر اسلام لانے سے انکار کیا' رہا تین کا معاملہ والد' والدہ اور رضاعی بھائی تو وہ زمانۂ فترت میں فوت ہونے والے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ ضعیف سند سے یہ روایت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما جسے امام ابونعیم وغیرہ نے نقل کیا ہے جس میں تصریح ہے کہ بھائی سے مراد رضاعی بھائی ہے تو متعدد طرق ایک دوسرے کو تقویت دیں گے تو کثرت طرق کی وجہ سے حدیثِ ضعیف قوت پا جائے گی اور ان میں اعلیٰ وہ روایت ہے جو حضرت ابنِ مسعود ﷺ سے ہے کیونکہ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ اسے بھی ملا لو (اگرچہ وہ مقصود کے بارے میں صریح نہیں) جسے دیلمی نے (کتاب الفردوس میں) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اول من اشفع له یوم القیامة اہل بیتی ثم الاقرب فالاقرب (ذخائر العقبیٰ' ۳۰)	سب سے پہلے میں اپنی اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر درجہ بدرجہ شفاعت ہو گی۔

وہ روایت جسے امام محب الدین طبری نے ذخائر العقبیٰ میں نقل کیا اور اسے امام احمد کے مناقب کے حوالے سے حضرت علی ﷺ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنو ہاشم! قسم مجھے اس ذات کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔

لو اخذت بحلقة الجنة ما بدأت الابکم	اگر میں نے جنت کا حلقہ بھی پکڑا ہو گا تو میں تم سے ہی ابتدا کروں گا۔

(ذخائر العقبیٰ۔ ۲۴)

ایک اور روایت جس کا ذکر انہوں نے ہی ابن جریر کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو کہتے ہیں

ان رحمی لا ینفع بل حتی یبلغ الحکم	میری رشتہ داری نفع نہیں دیتی بلکہ وہ نفع دے گی یہاں تک کہ وہ حکم تک پہنچے گی۔

یہ یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے' میں اس قدر شفاعت کرتا جاؤں گا کہ ابلیس بھی میری شفاعت کا امیدوار بننے کی خواہش کرے گا۔ (ذخائر العقبیٰ ۱۵)

اہم نکتہ

امام زرکشی نے خادم میں ابن دحیہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ کی شفاعت کی ایک صورت ابو لہب کے عذاب میں کمی بھی ہے کیونکہ اس نے آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں لونڈی کو آزاد کیا تھا۔

وانما هی کرامة له صلی الله علیه وسلم	یہ سب کچھ حضور ﷺ کے مقام و عظمت کے بنا پر ہوا۔

امام ابی کی امام نووی پر علمی گرفت

پھر میں نے امام ابو عبداللہ محمد بن خلف ابی کی شرح مسلم میں زیر بحث مسئلہ پر "ان ابی و اباک فی النار" کے تحت یہ گفتگو پڑھی' انہوں نے پہلے

امام نووی کا قول نقل کیا کہ جو شخص حالت کفر میں مر جائے وہ دوزخی ہے اور اسے کسی قرابت دار کی قربت کام نہیں دے سکتی۔ پھر لکھا میں کہتا ہوں غور کرو، نووی نے یہ بات ہر ایک کے حوالے سے کہہ دی ہے حالانکہ امام سہیلی کہتے ہیں ہمارے لئے حضور ﷺ کے حوالے سے ایسی گفتگو جائز نہیں۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے

لا تؤذوا الاحیاء بسب الاموات — مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو اذیت نہ دو۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے۔

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذاب مھینا (الاحزاب - ۵۷)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ممکن ہے وہ حدیث صحیح ہو جس میں آپ ﷺ نے اللہ تعالٰی سے عرض کیا تو اس نے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ کیا اور وہ دونوں آپ ﷺ پر ایمان لائے، رسول اللہ ﷺ کا درجہ اس سے بھی بڑھ کر ہے اور اللہ تعالٰی کسی شئی سے بھی عاجز نہیں۔

پھر امام نووی نے فرمایا اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ فترت میں بتوں کی پوجا کرنے والے دوزخ میں جائیں گے لیکن یہ دعوت سے پہلے عذاب نہیں، کیونکہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی دعوت پہنچ چکی تھی۔

پھر امام ابی نے لکھا میں کہتا ہوں امام نووی کے کلام میں تعارض پر غور کیجیے انہیں دعوت پہنچ چکی تو وہ اہل فترت نہیں ہوں گے، کیونکہ اہل

فترت لوگ ہوتے ہیں۔جو ایسے زمانہ میں ہوں کہ نہ تو پہلے رسول ان کی طرف مبعوث ہوئے اور نہ کسی بعد میں آنے والے رسول کو وہ پائیں' جیسا کہ اعراب جن کی طرف نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اور نہ انہوں نے حضور ﷺ کو پایا' فترت اس معنی کے اعتبار سے ہر اس شخص کو شامل ہو گی جو دو رسولوں کے درمیان ہو لیکن آئمہ فقہاء جب فترت میں گفتگو کرتے ہیں تو ان کی مراد وہ زمانہ ہوتا ہے جو حضور ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہے۔

دلائلِ قطعیہ سے ثبوت

جب دلائل قطعیہ شاہد ہیں کہ حجت قائم کرنے سے پہلے عذاب نہیں ہو سکتا تو ہم یہی کہیں گے کہ اہل فترت پر عذاب نہیں ہو سکتا۔

اگر تم یہ سوال اٹھاؤ کہ بعض صحیح احادیث میں ہے کہ اہل فترت پر عذاب ہے مثلاً صاحب محجن وغیرہ۔

تین جوابات

تو میں کہتا ہوں اس کے حضرت عقیل بن ابی طالب نے تین جواب دیئے ہیں۔

۱۔ یہ تمام روایات اخبار احاد ہیں' یہ قطعی دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

۲۔ عذاب کا دائرہ صرف انہی تک محدود ہو گا اور سب کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

۳۔ یہاں عذاب کا تذکرہ ان لوگوں پر ہے جنہوں نے شریعت کو بدل دیا اور گمراہی و ضلالت کو شریعت بنا لیا تو اب معذور نہیں ہو سکتے۔

اہلِ فترت کی تین اقسام

اہلِ فترت کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ جنہوں نے بصیرت کی بنا پر توحید کو پایا پھر ان میں دو گروہ ہوئے بعض کسی شریعت کے تحت نہیں آئے مثلاً قس بن ساعدہ' زید بن عمرو بن نفیل دوسرے کسی شریعتِ پیغمبر کے تحت آئے ہیں مثلاً تبع اور اس کی قوم۔

۲۔ جنہوں نے دین و شریعت کو بدل دیا اور توحید پرست نہ رہے' اپنی خواہش کے مطابق دین قائم کر کے حلال و حرام بنا لیا۔ اور یہ اکثر تھے مثلاً عمرو بن لحی پہلا شخص ہے جس نے بتوں کی پرستش شروع کی اور غلط احکام جاری کئے۔ بحیرہ' سائبہ اور وصیلہ کا تقرر کیا' عربوں میں ایسا گروہ پیدا ہوا جو جنات اور ملائکہ کی پرستش کرتے' ان کے لئے گھر بناتے اور لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کا خادم بناتے' کعبہ کی ان پر غلاف چڑھاتے' مثلاً لات' منات' عزیٰ۔

۳۔ جنہوں نے نہ شرک کیا اور نہ وہ توحید پرست ہوئے' نہ وہ کسی نبی کی شریعت کے تحت آئے اور نہ انہوں نے اپنے لئے شریعت گھڑی بلکہ تمام عمر غفلت میں رہے۔

دوسری قسم مراد ہے

جب اہلِ فترت کی تین قسمیں سامنے آ گئیں تو جن روایات میں عذاب اہلِ فترت کا ذکر ہے اس سے مراد دوسری قسم ہے کیونکہ وہ معذور نہیں ہاں تیسری قسم حقیقتاً اہل فترت ہیں اور وہ قطعی طور پر غیر معذب ہیں۔ جیسا کہ تفصیلاً" پہلے گزر چکا' رہا معاملہ قسم اول کا تو رسول اللہ ﷺ نے قس اور زید کے بارے میں فرمایا وہ امت واحدہ ۔ اٹھائے جائیں گے۔ تبع وغیرہ کے بارے میں فرمایا ان کا حکم ان اہل دینِ د ...رح ...ے جو دین میں داخل تو

...ے۔ مگر ان تک اسلام (جو تمام ادیان کا ناسخ ہے) نہ پہنچ سکا۔ (یہ تمام امام ابی ... گفتگو تھی) (اکمال اکمال المعلم' ۱ = ۶۱۶ تا ۶۲۲)

دوسرا مسلک

آپ ﷺ کے والدین سے شرک ہرگز ثابت نہیں بلکہ وہ اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم کے دین حنیف پر تھے جیسا کہ عرب کا ایک طائفہ اس پر تھا مثلاً زید بن عمرو بن نفیل' ورقہ بن نوفل وغیرہ۔ اس مسلک کو اختیار کرنے والوں میں امام فخر الدین رازی ہیں' انہوں نے اپنی کتاب "اسرار التنزیل" میں لکھا' منقول یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں بلکہ چچا ہے' اس پر دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے آباء کافر نہیں۔ اس پر متعدد دلائل ہیں ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ مبارک فرمان ہے۔

الذی یرک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین

جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔ اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔ (الشعراء' ۲۱۸ ـ ۲۱۹)

اس کا ایک مفہوم یہ بیان ہوا ہے۔

انه کان ینقل نوره من ساجد الی ساجد

آپ ﷺ کا نور ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے تک منتقل ہوتا رہا۔

اس مفہوم کی صورت میں آیت مبارکہ بتا رہی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام آباء مسلمان تھے بلکہ اب قطعی طور پر ماننا پڑے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ

السلام کے والد کافر نہیں بلکہ ان کا چچا ہے۔

زیادہ سے زیادہ کوئی یہ ہی کہہ سکتا ہے کہ مذکورہ آیات کا اور بھی مفہوم ہے' لیکن جب ان تمام مفاہیم پر روایات ہیں اور ان کے درمیان تعارض و منافات بھی نہیں تو آیت کو ان سب پر محمول کرنا لازم ہے۔ جب یہ سارا کچھ صحیح ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرست نہیں۔

امام فخرالدین رازی کی دوسری دلیل

انہوں نے دوسری دلیل قائم کرتے ہوئے فرمایا آپ ﷺ کے آباء کے مشرک نہ ہونے پر یہ دلیل بھی ہے کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الی ارحام الطاہرات

میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

انما المشرکون نجس

تمام مشرک پلید ہیں۔

(التوبہ ۔ ۲۸)

تو اب ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے اجداد میں سے کوئی مشرک نہ ہو۔

(اسرار التنزیل: ۲۶۹، طبع دار الکتب والوثائق بغداد: ۱۹۹۰)

یہ تمام گفتگو امام فخرالدین رازی کی انہی کے الفاظ میں تھی' ان کی امامت و جلالت مسلمہ ہے وہ اپنے دور میں اہل سنت کے امام ہیں' اور فرقہ باطلہ کی تردید میں سرگرم اور جدوجہد کرتے رہے' اشاعرہ کے مؤید اور ناصر رہے انہیں چھٹی صدی نبوی میں پیدا کیا گیا تاکہ دین کی تجدید کا کام کر سکیں۔

تائیدی دلائل

امام فخر الدین رازی نے جس مسلک کو اختیار فرمایا اس کی تائید ان دلائل سے بھی ہوتی ہے۔

ا۔ دلیل دو مقدمات پر مشتمل ہے۔

مقدمہ اول

پہلا مقدمہ یہ ہے کہ احادیث صحیح اس پر دال ہیں کہ حضور ﷺ کی ہر اصل حضرت آدم سے سیدنا عبداللہ ؓ تک اپنے دور میں ہر ایک سے بہتر و افضل ہے۔ ان کے دور میں ان سے کوئی دوسرا بہتر و افضل نہیں۔

دوسرا مقدمہ

احادیث اور آثار میں ہے کہ حضرت آدم و نوح علیہ السلام کے عہد سے لے کر حضور ﷺ کی بعثت تک بلکہ قیامت تک کچھ لوگ فطرت پہ رہیں گے جو اللہ ہی کی عبادت کریں گے' توحید پرست ہوں گے اور اللہ کے لئے نماز ادا کریں گے' انہی کی وجہ سے زمین کی حفاظت ہے اگر یہ نہ ہوتے تو زمین اور اس پر بسنے والے ہلاک ہو جاتے۔

ان دونوں مقدمات کو ملا لو تو قطعی طور پر یہ نتیجہ اخذ ہو گا کہ حضور ﷺ کے آباء مشرک نہ تھے کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ وہ اپنے دور میں ہر ایک سے افضل و بہتر تھے اگر فطرت پر رہنے والے اور اللہ تعالٰی کی عبادت کرنے والے لوگ آپ ﷺ کے آباء ہیں تو ہمارا مدعٰی ثابت اور اگر وہ غیر ہیں تو یہ شرک پر تھے تو دو میں سے ایک لازم آئے گا۔

ا۔ یا تو مشرک' مسلمان سے افضل ہو گا' یہ بالاجماع باطل ہے۔

۲ ۔ یا ان کے علاوہ دوسرے لوگ ان سے افضل ہوں گے اور یہ بات احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

تو قطعی طور پر یہ ماننا ضروری ہو جائے گا کہ ان میں سے کوئی مشرک نہیں تاکہ وہ اپنے اپنے دور میں ہر ایک سے افضل و بہتر قرار پا سکیں۔

پہلے مقدمہ پر دلائل

ا ۔ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ ﷺ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی بعثت فی القرن الذی کنت فیہ

مجھے اولاد آدم کے ہر دور میں بہتر خاندانوں میں رکھا گیا حتیٰ کہ میں اس اعلیٰ خاندان میں مبعوث ہوا۔

(البخاری، باب صفة النبی ﷺ)

۲ ۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس ﷺ سے نقل کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دو خاندانوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا۔ یہاں تک کہ میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا اور مجھے عہدِ جاہلیت کی کسی شی نے مس نہیں کیا۔ میں حضرت آدم سے لے کر اپنے والد اور والدہ تک نکاح سے ہی پیدا ہوا ہوں ان میں کوئی غلط کار نہیں۔

فانا خیرکم نفسا و خیر کم ابا

(دلائل النبوۃ)

تو میں تم سب سے ذات کے اعتبار سے بھی افضل ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی۔

۳ ۔ امام ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبة الی الارحام الطاہرة مصفی مهذبا لا تنشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما

(دلائل النبوۃ ' ۱ = ۵۷)

میں ہمیشہ سے پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل ہوتا رہا' صاف اور مہذب اور جب بھی دو شعبے ہوئے میں ان میں سے افضل و بہتر میں تھا۔

۴ - امام مسلم' امام ترمذی نے حدیث صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل کو اور اولاد اسماعیل میں سے بنوکنانہ کو' بنو کنانہ سے قریش کو' قریش سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔ (المسلم - باب فضل نسب النبی)

۵ - امام ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی نے فضائل عباس رضی اللہ عنہ میں مذکورہ حدیث واثلہ کو ان الفاظ میں نقل کیا۔ "اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم سے ابراہیم کو منتخب کر کے اپنا خلیل بنایا' پھر حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے اسماعیل کو' ان کی اولاد سے نزار' ان کی اولاد سے مضر کو' ان سے کنانہ کو پھر کنانہ سے قریش کو پھر قریش سے بنو ہاشم کو پھر بنو ہاشم سے بنو عبدالمطلب کو اور بنو عبدالمطلب سے مجھ کو چنا۔"

اسے امام محب الدین طبری نے (ذخائر العقبیٰ - ۲۰ میں) بھی نقل کیا ہے۔

۶ - ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر عرب میں مضر' مضر میں بہتر عبدِ مناف ان میں بہتر بنو ہاشم ان میں بنو عبدالمطلب بہتر ہیں۔

واللہ ما افترق فرقتان منذ خلق اللہ آدم الا کنت فی خیرھما

(الطبقات')

اللہ کی قسم! حضرت آدم کی تخلیق سے لے کر جب بھی دو خاندانوں کی تقسیم ہوئی تو میں ان میں سے افضل میں تھا۔

۷ ۔ امام طبرانی' بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اس میں اولاد آدم کو چنا' اولاد آدم میں سے عرب کو منتخب فرمایا اور عربوں سے مضر کو' مضر سے قریش کو اور اس سے بنو ہاشم کو

واختارنی من بنی ہاشم فانا من خیار الی خیار

اور بنو ہاشم سے مجھے چنا تو میں ہمیشہ افضل سے افضل کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم' ۱=۵۸)

۸ ۔ امام ترمذی (حدیث کو حسن بھی قرار دیا) اور بیہقی نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا تو مجھے بہتر مخلوق میں رکھا پھر قبائل پیدا فرمائے تو مجھے بہتر قبیلہ میں رکھا' جب ذوات پیدا کیں تو مجھے سب سے افضل ذات میں رکھا جب خاندان پیدا کئے تو سب سے بہتر خاندان میں رکھا۔

فانا خیر ھم بیتا و خیرھم نفسا (الترمذی- باب فی فضل النبی)

تو میں خاندان اور ذات کے لحاظ سے سب سے افضل ہوں۔

۹ ۔ امام طبرانی' بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا تو مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا' جب دو میں سے تین گروہ بنے تو مجھے بہتر تیسرے میں رکھا پھر قبائل بنائے تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر قبائل میں سے خاندان بنائے تو ان میں سے بہتر خاندان میں رکھا۔

۱۰ ۔ شیخ ابو علی بن شاذان (بحوالہ محب الدین طبری کی ذخائر العقبیٰ') نے نقل کیا اور یہ روایت مسند بزار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

ہے' کچھ قریشی لوگوں نے حضرت صفیہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے پاس گفتگو کرتے ہوئے فخر کیا اور دورِ جاہلیت کا بھی تذکرہ کیا تو حضرت صفیہ نے فرمایا یاد رہے

منا رسول الله صلى الله عليه وسلم — رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ہیں۔

انہوں نے کہا یہ تو غلط جگہ اگنے والا درخت ہے یعنی نسب اس قدر اعلیٰ نہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا' آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو بلاؤ' آپ ﷺ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا اے لوگو! بتاؤ میں کون ہوں؟ انہوں نے عرض کیا آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں' فرمایا میرا نسب بیان کرو' عرض کیا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب' فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو میرے اصل (خاندان) کو کم سمجھتے ہیں۔

فواللہ انی لافضلھم اصلا وخیرھم موضعا (ذخائر العقبیٰ' ۲۴) — اللہ کی قسم! میں ان تمام میں خاندان کے اعتبار سے بھی افضل ہوں اور جگہ کے اعتبار سے بھی افضل ہوں۔

۱۱۔ امام حاکم نے حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ تک بعض لوگوں کی یہ بات پہنچی کہ محمد کی مثال اس درخت جیسی ہے جو غلط جگہ اگ آئے تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو اسے دو حصوں میں بانٹا تو مجھے بہتر گروہ میں رکھا پھر ان سے قبائل بنائے تو مجھے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر ان سے خاندان بنائے تو مجھے بہتر

خاندان میں رکھا۔

انا خیر کم قبیلا و خیر کم بیتنا — میں تم میں قبیلہ کے اعتبار سے بھی افضل ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی۔
(المستدرک، ۳ = ۲۷۶)

۱۲۔ امام طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے دلائل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مجھے جبریل امین نے بتایا میں نے زمین کو شرق تا غرب دیکھا ہے

فلم اجد رجلا افضل من محمد ولم اجد بنی اب افضل من بنی ہاشم — میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو افضل نہیں پایا اور نہ بنو ہاشم سے بڑھ کر کسی خاندان کو افضل دیکھا۔
(دلائل النبوة)

حافظ ابن حجر نے امالی میں کہا

لوائح الصحۃ ظاہرۃ علی صفحات ھذا المتن — صحت کے جھنڈے (علامات) اس متن کے چہرے پر بہت واضح ہیں۔

اور یہ بات ایک مسلمہ حقیقت ہے افضل، بہتر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بزرگی و عظمت شرک کی بنا پر نہیں ہو سکتی۔ (بلکہ توحید پرستی اور ایمان کی بنیاد پر ہی ہو سکتی ہے)

دوسرے مقدمہ پر دلائل

۱۔ امام عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے ابن جریج سے کہا ابن مسیب نے حضرت علی بن ابی طالب ﷜ سے نقل کیا

لم یزل علی وجه الدہر فی الارض سبعة مسلمون فصاعداً فلولا ذلک هلکت الارض ومن علیهما

ہمیشہ روئے زمین پر سات سے زائد افراد مسلمان رہے اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اس پر بسنے والے ہلاک ہو جاتے۔

یہ سند بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔
ایسی بات صحابی اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے لہٰذا اس کا درجہ مرفوع حدیث والا ہی ہو گا' اسے ابنِ منذر نے تفسیر میں شیخ زہری سے اور انہوں نے امام عبدالرزاق سے نقل کیا۔ (مصنف عبدالرزاق)

۲۔ امام ابنِ جریر نے تفسیر میں شہر بن حوشب سے نقل کیا' زمین میں ہمیشہ چودہ ایسے افراد رہے جن کی وجہ سے اہل زمین سے عذاب دور رہا۔

الازمن ابراہیم فانه کان وحده (جامع البیان)

ما سوائے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دور کے' وہاں صرف آپ تنہا ہی تھے۔

۲۔ امام ابن منذر نے تفسیر میں حضرت قتادہ ﷜ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

قلنا اهبطوا منها جمیعًا فاما یأتینکم منی هدی فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون (البقرہ۔ ۳۸)

ہم نے کہا تم یہاں سے تمام اتر جاؤ اب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے گی جو میری ہدایت کی اتباع کرے گا اس پر کوئی خوف اور حزن نہ ہو گا۔

کے تحت نقل کیا

ما زال فی الارض اولیاء منذ هبط آدم ما اخلی اللہ الارض لابلیس الا وفیہا اولیاؤہ یعملون للہ بطاعتہ

جب سے حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے اس وقت سے اولیاء ہیں، اسے ابلیس کے لئے خالی نہیں رکھا گیا بلکہ اس میں ایسے بندے رہے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت کرتے رہے۔

۴ ۔ حافظ ابو عمر بن عبدالبر کہتے ہیں ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا کہ مجھے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پہنچا ہے۔

لا یزال فی الارض ولی ما دام فیہا للشیطان ولی

ہمیشہ زمین پر اللہ کا ولی رہے گا جب تک شیطان کا کوئی بھی ساتھی موجود ہے۔

۵ ۔ امام احمد نے زھد میں اور شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں بسند صحیح بمطابق شرائط بخاری و مسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا

ماخلت الارض من بعد نوح من سبعة یدفع اللہ تعالٰی بھم عن اھل الارض

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد یہ زمین سات ایسے افراد سے کبھی خالی نہیں ہوئی جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ زمین سے عذاب دور رکھتا۔

اس کا حکم بھی مرفوع حدیث والا ہی تھا۔

۶ ۔ شیخ ازرقی نے تاریخ مکہ میں زہیر بن محمد سے نقل کیا۔

لم یزل علی وجه الارض سبعة مسلمون فصاعداً لولا ذلک لاھلکت الارض ومن علیہا (اخبار مکہ' ۱=۷۲)	روئے زمین پر ہمیشہ سات مسلمان سے زائد افراد رہے اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اس پر بسنے والے ہلاک ہو جاتے۔

۷۔ امام جندی نے فضائل مکہ میں حضرت مجاہد سے نقل کیا۔

لم یزل علی وجه الارض سبعة مسلمون فصاعداً لولا ذلک لھکت الارض ومن علیہا	زمین پر سات سے زائد افراد مسلمان رہے اور وہ نہ ہوتے تو زمین اور اہل زمین ہلاک ہو جاتے۔

۸۔ امام احمد نے زھد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا

لم یزل بعد نوح فی الارض اربعة عشر یدفع بھم العذاب	حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین پر ایسے چودہ افراد رہے جن کی وجہ سے عذاب دور رہا۔

۹۔ شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں حضرت زاذان سے نقل کیا۔

ما خلت الارض بعد نوح من اثنی عشر فصاعداً یدفع اللہ بھم من اھل الارض	حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین ایسے بارہ افراد سے یا زائد سے خالی نہیں رہی جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب دور کرتا رہا۔

۱۰۔ امام ابن منذر تفسیر میں بسندِ صحیح حضرت ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی — اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا دے اور میری اولاد کو بھی۔

کے تحت نقل کیا

فلا یزال من ذریۃ ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام ناس علی الفطرۃ یعبدون اللہ — حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہمیشہ ایسے لوگ موجود رہے جو فطرت پر تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔

ان تین مذکورہ روایات میں "حضرت نوح کے بعد کی قید" اس لئے ہے کہ ان سے پہلے تمام لوگ ہدایت اور دین پر تھے۔

۱۱ ۔ امام بزار نے مسند میں، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے تفاسیر میں اور حاکم نے مستدرک میں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

کان الناس امۃ واحدۃ — تمام لوگ ایک ہی امت تھے۔

(البقرہ ۔ ۲۱۳)

کے تحت نقل کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس صدیاں ہیں ان میں تمام لوگ شریعت حقہ پر قائم رہے پھر لوگوں نے اختلاف شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا اور پھر یہ کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت یوں ہے

کان الناس امۃ واحدۃ فاختلفوا — تمام لوگ ایک ہی امت تھے پھر انہوں نے اختلاف کیا۔

(المستدرک، ۲ = ۵۹۳)

۱۲ ۔ امام ابو یعلیٰ، طبرانی اور ابنِ ابی حاتم نے بسندِ صحیح حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے

کان الناس امة واحدة	لوگ ایک ہی امت تھے۔

کے تحت نقل کیا

علی الاسلام کلھم	وہ تمام اسلام پر تھے۔

۱۳ ۔ امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت مذکورہ کے تحت ذکر کیا' ہمیں اطلاع ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں ہیں ان میں تمام لوگ ہدایت پر تھے اور شریعت حقہ پر تھے پھر لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا

وکان اول رسول ارسله الله الی اھل الارض	یہ پہلے رسول تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف مبعوث فرمایا۔

۱۴ ۔ ابن سعد نے طبقات میں دوسری سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

ما بین نوح الی آدم من الاباء کانوا علی الاسلام (الطبقات' ۱ = ۴۲)	حضرت نوح کے عہد سے لے کر حضرت آدم کے عہد تک تمام آباء اسلام پر تھے۔

ابن سعد نے بطریق سفیان بن سعید ثوری ، اپنے والد سے انہوں نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا۔

بین آدم و نوح عشرة قرون کلھم علی الاسلام (الطبقات' ۱ = ۴۲)	حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس صدیاں ہیں وہ تمام کے تمام اسلام پر تھے۔

۱۶۔ قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے۔

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے۔ (نوح' ۲۸)

حضرت نوح کے بیٹے سام بالاتفاق مومن ہیں اور اس پر نص ہے کیونکہ انہوں نے اپنے والد گرامی کے ساتھ کشتی کے ذریعے نجات پائی اور اس میں نجات پانے والے مومن ہی تھے۔

۱۷۔ قرآن مجید میں ہے

وجعلنا ذریته هم الباقین

اور ہم نے اس کی اولاد باقی رکھی۔ (الصافات' ۷۷)

بلکہ حدیث میں ہے کہ وہ نبی تھے۔

اسے ابن سعد نے طبقات میں' زبیر بن بکار نے الموفقیات میں' ابنِ عساکر نے تاریخ میں کلبی سے نقل کیا ہے۔

ان کے بیٹے ارفخشند کے ایمان پر اثرِ ابنِ عباس میں تصریح ہے۔ جسے ابنِ عبدالحکم نے تاریخ مصر میں ذکر کیا' اس میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دادا حضرت نوح علیہ السلام سے ملے انہوں نے انہیں یہ دعا دی

ان یجعل اللہ الملک والنبوۃ فی ولدہ

اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں حکومت اور نبوت عطا فرمائے۔

ارفخشند کی اولاد سے تارخ تک سب کے ایمان پر آثار میں تصریح ہے۔

ابنِ سعد نے طبقات میں بطریق کلبی انہوں نے ابو صالح انہوں نے حضرت

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی سے اتر کر بستی میں تشریف لے گئے تو ہر ایک آدمی نے اپنا گھر بنایا' وہاں بازار کا نام "سوق الثمانین" (اسی افراد والا محلہ) پڑ گیا۔ بنو قابیل تمام غرق ہو گئے۔ عہدِ حضرت آدم سے حضرت نوح تک تمام آباء اسلام پر ہی تھے۔ اب سوق الثمانین تنگ پڑ گیا لوگ بابل کی طرف گئے وہاں انہوں نے شہر آباد کر دیا حتیٰ کہ ان کی آبادی ایک لاکھ تک پہنچ گئی لیکن وہ تمام کے تمام اسلام پر ہی تھے اور وہ ہمیشہ اسلام پر ہی رہے حتیٰ کہ وہاں کا حکمران نمرود بن کوس بن کنعان بن حام بن نوح بنا' تو نمرود نے انہیں بتوں کی پرستش کی طرف دعوت دی اور انہوں نے اسے قبول کیا۔ الطبقات' ۱ = ۴۴)

ان تمام روایات سے معلوم و واضح ہو رہا ہے کہ عہدِ آدم علیہ السلام سے لے کر زمانۂ نمرود تک حضور ﷺ کے تمام اجداد یقیناً مومن تھے اور اسی زمانہ میں حضرت ابراہیم اور آزر تھے تو اگر آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد ہے تو اسے حضور ﷺ کے سلسلۂ نسب سے خارج کر دیا جائے اور اگر وہ چچا ہے تو پھر خارج کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آزر ان کا والد نہیں جیسا کہ پوری ایک جماعت سلف کا موقف ہے۔

آزر والد نہیں

۱۔ امام ابن ابی حاتم نے بسندِ ضعیف حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی

واذ قال ابراہیم لابیہ آزر — اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو کہا۔

کے تحت نقل کیا۔

ان ابا ابراہیم لم یکن اسمہ آزر انما کان اسمہ تارخ — حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہیں ان کا نام تو تارخ ہی ہے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، ۴ = ۱۳۲۵)

۲ - امام ابنِ ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے بعض طرق صحیحہ سے حضرت مجاھد سے نقل کیا۔

لیس آزر ابا ابراہیم — آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، ۴ = ۱۳۲۵)

۳ - ابن منذر نے سند صحیح سے حضرت ابن جریج سے اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی

واذ قال ابراہیم لابیہ آزر — اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد آزر کو کہا۔

کے تحت نقل کیا

لیس آزر بابیہ انما ھو ابراہیم بن تارخ بن شارخ بن ناخور بن فاطم — آزر ان کا والد نہیں، بلکہ ابراہیم علیہ السلام تارخ کے بیٹے ہیں، وہ شارخ، وہ ناخور کے بیٹے اور وہ فاطم کے بیٹے ہیں۔

۴ - امام ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح سے امام سدی سے نقل کیا ان سے کسی نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر ہیں تو انہوں نے فرمایا

بل اسمہ تارخ — نہیں ان کا نام تارخ ہے۔

تفسیر ابنِ ابی حاتم، ۴ = ۱۳۲۲)

"اب" کا اطلاق چچا پر

عربی زبان میں "اب" کا اطلاق چچا پر معروف ہے اگرچہ مجاز ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں ہے

ام کنتم شهداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیه ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الهک واله اباءک ابراهیم واسمعیل واسحق (البقرہ۔ ۱۳۳)

بلکہ تم میں کتنے موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے' بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق کا۔

اس آیت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام پر "اب" کا اطلاق ہے حالانکہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا ہیں۔ اسی طرح "اب" کا اطلاق حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی ہوا ہے حالانکہ وہ ان کے دادا ہیں۔

امام ابنِ ابی حاتم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ جد پر "اب" کا اطلاق ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے یہی آیت "قالو نعبد الهک واله ابائک" تلاوت کی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم' ۱= ۲۴۰)

انہوں نے ہی حضرت ابوعالیہ سے باری تعالیٰ کے ارشاد گرامی

وانه ابائک ابراہیم و اسمعیل

اور آپ کے آباء ابراہیم و اسمٰعیل

کے تحت نقل کیا

سمی العم ابا (ایضاً)

یہاں چچا کو "اب" کہا گیا ہے۔

انوں نے ہی محمد بن کعب قرظی سے نقل کیا

لخال والد والعم والد　　　خالو والد اس طرح چچا بھی والا کہلاتا ہے۔ (ایضا)

ار پھر انھوں نے یہی مذکورہ آیت پڑھی۔

امام ابنِ منذر نے تفسیر میں سندِ صحیح سے حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے
ل کیا' جب مخالفین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا
ادہ کیا تو انھوں نے لکڑیاں جمع کیں حتیٰ کہ ایک بوڑھی عورت بھی لکڑیاں
اہی تھی جب انھوں نے آپ کو آگ میں ڈالا تو آپ نے پڑھا حسبی
للہ و نعم الوکیل (میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہ ہی سب سے کامل کارساز
ہے) جب انھوں نے آپ کو ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یانار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم (الانبیاء - ۶۹)　　اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر۔

ضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آزر کہنے لگا تم میری وجہ سے بچ نکلے ہو تو
اں آگ سے اللہ تعالیٰ نے ایک انگارہ اس کی طرف بھیجا جو اس کے پاؤں پر
گا اور جلا کر راکھ کر دیا۔

یہاں تصریح ہے کہ وہ چچا تھا۔

ایک اہم فائدہ

یہ روایت بتا رہی ہے کہ وہ آگ کے واقعہ کے دنوں میں ہی ہلاک ہو گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں ہی فرما دیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جب اس کا اللہ کا دشمن ہونا آشکار ہو گیا تو انہوں نے اس کے لئے دعا ترک کر دی تھی اور اس بارے میں بھی آثار ہیں کہ یہ بات آپ پر اس وقت آشکار ہوئی تھی جب وہ حالتِ شرک میں مرگیا اور اس کے بعد انہوں نے اس کے لئے دعائے مغفرت نہیں کی۔

۱۔ امام ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

مازال ابراہیم علیه السلام یستغفر لابیه حتی مات فلما تبین له انه عدو للّٰه فلم یستغفر له
(تفسیر ابنِ ابی حاتم' ۶ = ۱۸۹۴)

ہمیشہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے اپ کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا جب حضرت ابراہیم پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن تھا تو پھر ان کے لئے بخشش کی دعا کبھی نہیں مانگی۔

۲۔ انہوں نے ہی حضرت محمد بن کعب' حضرت قتادہ' حضرت مجاھد اور امام حسن وغیرہ سے روایت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی زندگی میں ایمان کے امیدوار تھے لیکن جب وہ مرگیا تو آپ نے برأت کا اعلان فرما دیا۔
(تفسیر ابن حاتم' ۶ = ۱۸۹۵)

اس واقعۂ آگ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام شام تشریف لے گئے۔ جیسے کہ قرآن میں نص ہے پھر کافی مدت بعد مصر آئے وہاں جابر بادشاہ کے ساتھ واقعہ پیش آیا' وہاں سے حضرت سارہ کو حضرت ہاجرہ ملیں' پھر شام کی طرف

واپسی ہوئی' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیوی اور حضرت اسماعیل کو مکہ منتقل کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے اس پر عمل کیا اور یہ دعا کی۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد
غیر ذی زرع عند بیتک المحرم
ربنا لیقیموالصلوۃ فاجعل
افئدۃ من الناس تھوی الیھم
وارزقھم من الثمرات لعلھم
یشکرون ربنا انک تعلم ما نخفی
وما نعلن وما یخفی علی اللہ من
شئی فی الارض ولا فی السماء
الحمدللہ الذی وھب لی علی
الکبر اسمعیل واسحق ان ربی
لسمیع الدعاء رب اجعلنی مقیم
الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل
دعاء ربنا اغفرلی ولوالدی
وللمؤمنین یوم یقوم الحساب
(ابراہیم۔ ۳۷ تا ۴۱)

اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی' تیرے حرمت والے گھر کے پاس' اے ہمارے رب! اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں۔ تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں۔ اے ہمارے رب! تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں۔ سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحٰق دیئے۔ بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔ اے میرے رب! مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور میری کچھ اولاد کو' اے ہمارے رب! اور میری دعا سن لے' اے

ہمارے رب! مجھے بخش دے اور
میرے ماں باپ کو اور سب
مسلمانوں کو جس دن حساب قائم
ہو گا۔

یہاں واضح طور پر موجود ہے کہ انہوں نے اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کی اور ان کا یہ عمل چچا کی موت کے طویل مدت کے بعد کا ہے تو اس سے آشکار ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید میں جس کے کفر اور حضرت ابراہیم کا اس کی مغفرت سے برأت کا اظہار ہے وہ ان کا چچا ہے نہ کہ والد حقیقی' اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اس کا شعور عطا فرمایا۔

۳۔ ابنِ سعد نے طبقات میں کلبی سے ذکر کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بابل سے شام کی طرف ہجرت کی تو اس وقت ان کی عمر سینتیس (۳۷) سال تھی پھر حران آئے اور وہاں کافی عرصہ رہے پھر وہ اردن میں کافی عرصہ قیام پذیر رہے پھر وہاں سے مصر آئے اور وہاں بھی طویل قیام کیا پھر شام لوٹ گئے تو ایلیاء اور فلسطین کے درمیان سات سال ٹھہرے' وہاں کے لوگوں نے آپ کو اذیت دی تو وہاں سے رملہ اور ایلیاء کے درمیان قیام پذیر ہوئے۔ (الطبقات' ۱ = ۴۶)

۴۔ ابنِ سعد نے واقدی سے بیان کیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں حضرت اسماعیل کی ولادت ہوئی تو اس وقت ان کی عمر نوے سال تھی۔

مذکورہ دونوں روایات کو سامنے رکھیے اور دیکھیے واقعۂ آگ کے بعد ان کی ہجرت اور مکہ میں دعا کے درمیان پچاس سال سے زیادہ عرصہ بن جاتا ہے۔

تتمہ

پھر اولادِ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام میں دائماً توحید پر رہی، شیخ شہرستانی "الملل والنحل" میں لکھتے ہیں دین ابراہیمی قائم رہا، عربوں کے ہاں ابتداءً توحید ہی معروف تھی سب سے پہلے جس نے دین ابراہیمی کو بدلا اور بت پرستی شروع کی وہ عمرو بن لحئی ہے۔ (الملل والنحل ۲، =)

حدیث صحیح کی شہادت

میں کہتا ہوں اس بات پر صحیح حدیث شاہد ہے۔

۱۔ بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے عمرو لحئی خزاعی کو دوزخ میں آنتیں گھسیٹتے ہوئے دیکھا۔

کان اول من سبب السوائب — یہ پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے۔

۲۔ امام احمد نے مسند میں حضرت ابن مسعود ﷺ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ان اول من سبب السوائب وعبد الاصنام ابوخزاعة عمرو بن عامر (مسند احمد) — پہلا شخص جس نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے اس کا نام ابوخزاعہ عمرو بن عامر ہے۔

اور میں نے اسے آگ میں آنتیں گھسیٹتے ہوئے دیکھا ہے۔

۳۔ ابنِ اسحاق اور ابنِ جریر نے تفاسیر میں حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت

کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن جندب کو آگ میں جلتے ہوئے دیکھا

انہ اول من غیر دین ابراہیم (جامع البیان)	یہ پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی میں تبدیلی پیدا کی۔

ابنِ اسحاق کے الفاظ ہیں۔

انہ کان اول من غیر دین اسماعیل فنصب الاوثان و بحر البحیرۃ و سبب السائبۃ و وصل الوصیلۃ وحمی الحامی	یہی پہلا شخص ہے جس نے دین اسمعیلی میں تبدیلی کرتے ہوئے بت پرستی شروع کی اور بتوں کے نام پر بحیرہ' سائبہ و صیلہ اور حام جانور چھوڑے۔

اس روایت کی دیگر اسناد بھی ہیں۔

۴ ۔ محدث بزار نے مسند میں سند صحیح کے ساتھ حضرت انس ؓ سے روایت کیا' حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد لوگ اسلام پر ہی رہے' شیطان انہیں اسلام سے دور لے جانے کی کوشش میں رہا پھر اس نے تلبیہ میں ان کلمات کا اضافہ کروایا۔

لا شریک لک الا شریکا ھولک تملکہ وما ملک	تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایک شریک کہ وہ بھی تیرا ہی ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔

ابلیس نے ہمیشہ کوشش جاری رکھی حتیٰ کہ انہیں اسلام سے خارج کر دیا۔

۵ ۔ امام سہیلی روض الانف میں کہتے ہیں عمرو بن لحی نے جب بیت اللہ پر قبضہ کیا' بنو جرہم کو مکہ سے نکال دیا' اہل عرب نے اسے اپنا رب بنا لیا وہ

جو بھی بدعت جاری کرتا اسے یہ اپنا لیتے کیونکہ یہ کھانا بھی کھلاتا اور موسم حج میں غلاف بھی چڑھاتا۔ (الروض الانف' ۱ = ۶۲)

۶ - ابنِ اسحاق نے ذکر کیا یہ پہلا شخص تھا جس نے حرم کعبہ میں بت داخل کیے اور لوگوں کو ان کی عبادت کی طرف مائل کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں تلبیہ کے الفاظ یہ تھے "لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک"

حتی کہ عمرو بن لحی کا دور آیا جب وہ تلبیہ کہنے لگا تو شیطان بھی بوڑھے کی شکل میں آکر اس کے ساتھ تلبیہ کہنے لگا عمرو نے کہا لبیک لا شریک لک تو بوڑھے نے کہا

الا شریکا ھولک
مگر ایک شریک جو تیرا ہی ہے۔

عمرو نے اسے برا جانتے ہوئے کہا یہ کیا؟ بوڑھے نے کہا یہ پڑھو

تملکہ وما ملک
تو اس کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔

کیونکہ یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں' عمرو نے یہ اضافہ قبول کر لیا وہاں سے عربوں میں جاری ہو گیا۔ (الروض الانف' ۱ = ۶۲)

۷ - حافظ عماد الدین بن کثیر تاریخ میں کہتے ہیں عرب دینِ ابراہیمی پر ہی تھے یہاں تک کہ عمرو بن عامر خزاعی مکہ پر قابض ہوا' اس نے حضور ﷺ کے اجداد سے بیت اللہ کی تولیت چھینی' اس نے بت پرستی کی ابتداء کی، عربوں میں گمراہیاں مثلاً بتوں کے نام پر جانور چھوڑنا وغیرہ شروع کیں' تلبیہ میں اضافہ کیا۔

الا شریکا ھولک تملکه وما ملک۔ مگر ایک شریک جو تیرا ہی ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔

سب سے پہلے یہ کلمات اسی نے کہے' عربوں نے اس کی اتباع میں شرک کیا تو یہ قومِ نوح اور سابقہ قوموں کی طرح بن گئے' ہاں ان میں کچھ دینِ ابراہیمی پر قائم رہے' بیت اللہ پر خزاعہ کا قبضہ تین سو سال تک رہا۔اور ان کا دور نہایت ہی بدتر تھا یہاں تک کہ حضور ﷺ کے جدِامجد قصیٰ کا دور آیا انہوں نے ان کے خلاف جنگ کی' عربوں نے آپ کا ساتھ دیا اور ان سے ولایتِ کعبہ چھین لی لیکن عربوں نے عمرو بن لحئی کی ایجادات کو ترک نہ کیا مثلاً بتوں کی پرستش وغیرہ کیونکہ وہ اسے ہی دین تصور کرتے ہوئے اسے بدلنا مناسب نہ سمجھتے تھے۔

تو ان تمام روایات سے واضح ہو جاتا ہے کہ عہدِ ابراہیمی سے لے کر زمانۂ عمرو تک حضور ﷺ کے آباء بالیقین مومن تھے۔ اب ہم بقیہ آباء اور مذکورہ گفتگو کی تفصیل ذکر کرنا چاہ رہے ہیں۔

امرِ ثانی

دوسرا امر جو ہماری اس مسلک میں مدد کرتا ہے۔ وہ ایسی آیات و روایات ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت اور اولاد کے بارے میں وارد ہیں۔

۱۔ پہلی آیت جو اس مسئلہ پر بڑی واضح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واذ قال ابراہیم لابیه وقومه اننی براء مما تعبدون الا الذی فطرنی فانه سیهدین وجعلها کلمة باقیة فی عقبه لعلهم یرجعون ○ (الزخرف۔ ۲۶ تا ۲۸)	اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا میں بیزار ہوں تمہارے معبودوں سے۔ سوا اس کے جس نے مجھے پیدا کیا کہ ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ دے گا اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا کہ کہیں وہ باز آئیں۔

۱۔ عبد بن حمید نے تفسیر میں سند کے ساتھ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے

وجعلها کلمة باقیة فی عقبه	اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا۔

کے تحت نقل کیا۔

لا اله الا الله باقیة فی عقب ابراہیم	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد "لا الہ الا اللہ" ہمیشہ باقی رہا۔

۲۔ عبد بن حمید، ابنِ جریر، ابنِ منذر نے مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "وجعلها کلمة باقیة فی عقبه" کے تحت نقل کیا کہ اس سے مراد "لا الہ الا اللہ" ہے۔ جامع البیان ۸۷ = ۲۹۹)

۳۔ عبد بن حمید کہتے ہیں ہمیں یونس نے انہیں شیبان نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس فرمان باری تعالیٰ کی تفسیر ان کلمات میں نقل کی۔

شهادة ان لا اله الا الله والتوحید لا یزال فی ذریته من یقولها بعده	اس سے لا الہ الا اللہ کی شہادت اور توحید مراد ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہمیشہ یہ

عقیدہ رکھنے والے قائم رہے۔

۴۔ امام عبدالرزاق تفسیر میں حضرت معمر سے وہ حضرت قتادہ ﷺ سے اس فرمانِ الٰہی کی تفسیر میں یوں نقل کرتے ہیں

الاخلاص والتوحید لایزال فی ذریته من یوحد اللہ ویعبدہ	اس سے مراد اخلاص اور توحید ہے۔ اور حضرت ابراہیم کی اولاد میں ہمیشہ ایسے لوگ رہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل اور اس کی عبادت کرتے رہے۔

۵۔ ابن منذر نے اسے نقل کر کے کہا' ابن جریج نے عقب ابراہیم کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا۔

فلم یزل بعد فی ذریته ابراہیم من یقول لا الہ الا اللہ	ہمیشہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ایسے لوگ موجود رہے جو لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے۔

پھر لکھا کہ لوگوں نے اس کی تفسیر میں کہا

فلم یزل ناس من ذریته علی الفطرۃ یعبدون اللہ تعالیٰ حتی تقوم الساعة	حضرت ابراہیم کی اولاد میں کچھ لوگ فطرت پر رہتے ہوئے قیامت تک اللہ ہی کی عبادت کریں گے۔

۶۔ امام عبد بن حمید نے امام زہری سے اس آیت کے تحت نقل کیا

العقب ولدہ الذکور والاناث واولاد الذکور	عقب سے مراد ان کی اولاد ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔

۷۔ حضرت عطا سے انہوں نے نقل کیا

العقب ولدہ وعقبہ

عقب سے مراد ان کی اولاد اور رشتہ دار ہیں۔

۲ ۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

واذ قال ابراہیم رب اجعل ھذا البلد آمنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام

(ابراہیم ' ۳۵)

اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب! اس شہر کو امان والا کر دے۔ اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

۱ ۔ ابنِ جریر نے تفسیر میں حضرت مجاہد سے اس آیت کے تحت نقل کیا' اللہ تعالیٰ نے اولاد کے حوالے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی' ان کی دعا کے بعد ان میں سے کسی نے بت پرستی نہ کی' ان کی دعا کی برکت سے شہر کو امن والا بنا دیا' اس کے اہل کو پھل عطا فرمائے اور انہیں امام بنا دیا اور ان کی اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دیا۔ (جامع البیان' ۸ = ۲۹۹)

۲ ۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت وہب بن منبہ سے نقل کیا جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو انہوں نے وحشت محسوس کی پھر بیت اللہ شریف کے بارے میں طویل ذکر کیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بتایا کہ میں نے ابراہیم علیہ السلام کو امت واحدہ' میرے حکم کو تسلیم کرنے والا' میرے راستہ کی طرف دعوت دینے والا بنایا ہے اور میں نے اسے صراط مستقیم کی ہدایت دی ہے' میں نے ان کی اولاد اور ذریت کے حوالے سے ان کی دعا کو قبول کیا ہے' ان میں انہیں شفیع بنایا' انہی کو میں نے اس گھر کا والی و محافظ مقرر فرمایا ہے۔ (شعب الایمان' ۳ = ۴۴۲)

یہ روایت حضرت مجاہد کے قولِ مذکور کے بالکل موافق ہے۔ اس میں

کوئی شک ہی نہیں بیت اللہ کی ولایت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضور ﷺ کے اجداد کے ساتھ مخصوص رہی۔ یہاں تک کہ عمرو خزاعی نے یہ چھینی اور پھر اسی خاندان میں لوٹ آئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کے حوالے سے جو فضیلت ذکر ہوئی حضور ﷺ کا سلسلۂ اجداد سب سے زیادہ اس کے لائق ہے کیونکہ وہی منتخب لوگ ہیں اور انہی میں نور نبوت منتقل ہوتا رہا تو انہی کا استحقاق ہے کہ ان الفاظِ قرآنی کے مصداق ہوں۔

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی — اے میرے رب! مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو۔

۳۔ امام ابن ابی حاتم نے نقل کیا کہ سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا کہ اولادِ اسمٰعیل میں سے کسی نے بتوں کی پوجا کی؟ تو فرمایا ہرگز نہیں کیا تم نے یہ الفاظِ قرآنی نہیں پڑھے۔

واجنبی وبنی ان نعبد الاصنام — اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

عرض کیا گیا تو اس میں اولاد اسحاق اور بقیہ اولادِ ابراہیم کیوں شامل نہیں؟ فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر کے اہل کے لئے دعا کی تھی کہ جب وہ یہاں آباد ہوں تو وہ بت پرستی نہ کریں۔ الفاظ ہیں

اجعل ھذا البلد آمنا — اس شہر کو امن والا بنا دے۔

تمام شہروں کے لئے یہ دعا نہ تھی۔

واجنبی و بنی ان نعبد الاصنام — اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے محفوظ فرما۔

پھر اپنے اہل کو مخصوص کرتے ہوئے عرض کیا۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیمو الصلوۃ

اے میرے رب!میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس۔ اے ہمارے رب!اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ کے اس جواب میں بار بار غور و تدبر کریں اور وہ آئمۂ مجتہدین میں سے ہیں اور ہمارے امام شافعی رضی اللہ عنہ کے استاذ ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حکایت فرمائی

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی

اے میرے پروردگار! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا دے اور میری اولاد کو بھی۔ (ابراہیم' ۴۰)

امام ابن منذر نے حضرت ابن جریج سے مذکورہ آیت کے تحت نقل کیا۔

فلن تزال من ذریۃ ابراہیم ناس علی الفطرۃ یعبدون اللہ تعالیٰ

ہمیشہ سے اولاد ابراہیم میں کچھ لوگ فطرت پر رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرتے تھے۔

۴۔ امام ابو الشیخ نے تفسیر میں حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما سے نقل کیا جب ملائکہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بشارت دی تو انہوں نے فرمایا

یویلتیٰ ءالد وانا عجوز و هذا بعلی شیخا ان هذا لشئی عجیب (ھود' ۷۲)	خرابی کیا میرے بچہ ہو گا اور میں بوڑھی ہوں۔ اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے' بے شک یہ تو اچنبھے کی بات ہے۔

انہوں نے جواباً فرمایا

اتعجبین من امر اللہ رحمت اللہ وبرکتہ علیکم اہل البیت انہ حمید مجید (ھود۔ ۷۳)	کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کر رہی ہو اے اہل بیت!تم پر اللہ کی رحمت اور برکات ہیں' بلاشبہ وہ ذات صاحب حمد و بزرگی ہے۔

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا

فھو لقولہ تعالیٰ وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ	تو یہ بھی اس فرمان بار تعالیٰ کی طرح ہے کہ اس نے ان کے لئے کلمہ باقی رکھا ہے۔

تو حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی آل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عقب میں شامل و داخل ہیں۔

ابنِ حبیب نے تاریخ میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے' عدنان' معد' ربیعہ' مضر' خزیمہ اور ان کی اہل ملتِ ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔

فلا تذکروھم الا بخیر	تو ان تمام کا تذکرہ اچھا ہی کیا کرو۔

امام ابو جعفر طبری وغیرہ نے لکھا' اللہ تعالیٰ نے ارمیاہ کی طرف وحی فرمائی کہ تم بخت نصر کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ میں نے تمہیں عرب پر مسلط کر دیا ہے

ہوں گے اور انہیں آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی اتباع کا حکم دیتے' ان سے ایک شعر بھی منقول ہے۔

یالیتنی شاھد نجوا دعوتہ اذا قریش نرید الحق خذلانا

(کاش میں اس وقت موجود ہوتا جب آپ ﷺ قریش کے سامنے اپنی دعوت رکھیں گے اور وہ اسے قبول نہ کرتے ہوئے پست کرنے کی کوشش کریں گے)

یہ بھی لکھا امام ماوردی نے یہی بات محمد بن کعب سے "اعلام النبوۃ ۱۵۵" میں ذکر کی ہے۔ (الروض الانف' ۱۔ ۶)

امام ابونعیم نے بھی

بندہ کے مطالعہ کے مطابق اسے امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے نقل کیا' اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت کعب اور حضور ﷺ کی بعثت کے درمیان پانچ سو ساٹھ سال کا عرصہ ہے۔ (دلائل النبوۃ' ۱ = ۹۰)

ماوردی ہمارے آئمہ میں سے ہیں۔ "الحاوی الکبیر" جیسی اہم کتاب کے مصنف ہیں۔ ان کی کتاب "اعلام النبوۃ" ہے جو ایک ہی جلد میں ہے لیکن کثیر الفوائد ہے۔ بندہ نے وہ کتاب دیکھی بلکہ اس سے میں نے اس رسالہ میں مواد بھی نقل کیا ہے۔

خلاصۂ کلام

اب تک اس تفصیلی گفتگو سے حاصل یہ ہوا کہ عہد ابراہیمی سے لے کر عہد کعب بن لوی تک حضور ﷺ کے تمام آباء دینِ ابراہیمی پر ہی تھے' ان کے صاحبزادے مرۃ بن کعب بھی بلاشبہ اسی دین پر ہوں گے کیونکہ ان کے والد نے ایمان کی وصیت کی تھی' باقی مرۃ اور عبدالمطلب کے درمیان چار آباء رہ جاتے

ہیں، کلاب، قصیٰ، عبد مناف اور ہشام، ان کے بارے میں بندہ کی نظر میں کوئی تصریح نہیں گزری نہ ایمان کے بارے میں اور نہ خلاف ایمان۔

حضرت عبدالمطلب میں تین اقوال

حضرت عبدالمطلب کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

ا۔ یہی مختار بھی ہے کہ انہیں دعوت نہیں پہنچی اس حدیث کی بناء پر جو بخاری وغیرہ میں ہے۔

۲۔ یہ توحید اور ملتِ ابراہیمی پر ہی تھے، امام فخرالدین رازی کی گفتگو اور سابقہ آیات کے تحت حضرت مجاہد، سفیان بن عیینہ کی جو تشریح آئی ہے وہ اس کی تائید کرتی ہے۔

۳۔ بعثتِ نبوی کے بعد انہیں بھی زندہ کیا گیا حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور اسلام لانے کے بعد پھر ان کا وصال ہو گیا۔ اسے ابن سید الناس نے ذکر کیا لیکن یہ قول نہایت ہی ضعیف و کمزور ہے کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں اور نہ اس پر کوئی حدیث شاہد ہے نہ ضعیف اور نہ غیر ضعیف، آئمہ اہل سنت میں سے کسی کا یہ قول بھی نہیں ہاں بعض شیعہ کی طرف سے یہ منقول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مصنفین نے صرف دو اقوال کا ذکر ہی کیا، تیسرے قول سے خاموشی اختیار کی کیونکہ شیعہ کے قول اور اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں۔

امام سہیلی کی تحقیق

امام سہیلی نے "روض الانف" میں کہا صحیح روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ موت کے وقت ابو طالب کے ہاں داخل ہوئے اس وقت ان کے پاس ابو جہل اور ابن ابی امیہ تھے فرمایا چچا لا الہ الا اللہ کہہ دو تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری گواہی دوں، ابو جہل اور ابن ابی امیہ نے کہا اے ابو طالب! کیا تم

ملت عبدالمطلب سے اعراض کر رہے ہو تو انہوں نے کہا میں ملت عبدالمطلب پر ہی ہوں۔ پھر فرمایا اس حدیث کا ظاہر بتا رہا ہے کہ عبدالمطلب کا انتقال شرک پر ہوا تھا پھر کہا میں نے مسعودی کی بعض کتب میں عبدالمطلب کے بارے میں اختلاف پایا ہے۔ یہ بھی ان کے بارے میں کہا گیا انہوں نے چونکہ حضور ﷺ سے دلائل نبوت کا مشاہدہ کیا اور جان لیا کہ آپ ﷺ توحید لے کر ہی مبعوث ہوئے ہیں تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور پھر فوت ہوئے۔ (واللہ اعلم)

لیکن مسند بزار اور کتاب النسائی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہؓ کو اس موقعہ پر فرمایا جب وہ کسی انصاری کی تعزیت کے لئے گئی تھیں' کیا تم قبرستان تک گئی تھیں؟ عرض کیا نہیں' فرمایا اگر تم قبرستان تک چلی جاتیں تو جنت نہ دیکھتیں حتیٰ کہ تیرے والد کا دادا اسے دیکھ لے۔ پھر کہا امام ابوداؤد نے یہی روایت ذکر کی مگر "حتی یراھا جد ابیک" کے کلمات نقل نہیں کئے۔ (ابوداؤد' ۲ ـ ۸۸)

آگے کہا غور کیجئے آپ ﷺ نے "تیرے والد کا دادا" فرمایا' یہ نہیں فرمایا "تیرا دادا" یہ اس حدیثِ ضعیف کی تقویت کا سبب ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والد اور والدہ دونوں کو زندہ فرمایا اور دونوں آپ ﷺ پر ایمان لائے۔

آگے چل کر لکھا' ممکن ہے آپ ﷺ کا مقصد خوف دلانا ہو کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان عالی حق ہے' حالانکہ قبرستان تک جانے سے آدمی کا دائمی طور پر دوزخی ہو جانا لازم نہیں آتا۔ (یہ تمام گفتگو امام سہیلی کی تھی) (الروض الانف' ا ـ ۲۵۹)

امام شہرستانی کی گفتگو

امام شہرستانی نے الملل والنحل میں لکھا حضرت عبدالمطلب کی پیشانی پر نورِ نبی ﷺ کا ظہور ہوتا تھا۔ اس نور کی برکت سے انہوں نے بیٹے کی قربانی کی نذر

الیٰ' اس کی برکت سے وہ اپنی اولاد کو ترکِ ظلم و سرکشی کا حکم دیتے' انہیں اچھے اخلاق کی تعلیم دیتے اور گھٹیا امور سے منع فرماتے' اسی نور کی برکت سے انہوں نے اپنی نصائح میں کہا کوئی ظالم بدلہ کے بغیر اس دنیا سے نہیں جا سکتا' لیکن جب ایک ایسا ظالم فوت ہوا جس سے انتقام نہیں لیا گیا تھا' حضرت عبدالمطلب سے اس بارے میں عرض کیا تو انہوں نے غور کے بعد فرمایا

واللہ ان وراء ھذہ الدار دار یجزی	اللہ کی قسم ! اس جہاں کے بعد
فیھا المحسن باحسانہ ویعاقب	ایک جہان ہے جس میں اچھے کو
فیھا المسئی با ساءتہ	اچھائی پر جزا اور برے کو برائی پر
	سزا دی جائے گی۔

اس نور کی برکت سے انہوں نے ابرہہ سے کہا تھا اس بیت اللہ کا مالک رب ہے جو اس کی حفاظت فرمائے گا۔ جبل ابو قبیس پر چڑھے اور کہا

اللھم ان المرء یمنع رحلہ فامنع رحالک
لا یغلبن صلیبھم ومحالھم عدوا محالک
فانصر علی آل الصلیب دعا بدیہ الیوم الک

(اے اللہ ہر آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے مرکز کی حفاظت فرما' دشمنوں کی صلیب تیرے مقام پر غالب نہ آئے' اہل صلیب کے خلاف آج اپنے ماننے والوں کی مدد فرما) (الملل والنحل' ۲ = ۲۴۸)

اس کی تائید

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ دیت دس اونٹ ہوا کرتی تھی حضرت عبدالمطلب پہلے شخص ہیں جنہوں نے نفس کی دیت سو اونٹ مقرر کی اس کے بعد قریش اور عربوں میں سو اونٹ دیت ہی جاری ہو گئی۔

اقربا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الطبقات' ۱ = ۸۹)	اس کو ہی رسول اللہ ﷺ نے ثابت رکھا۔

اس کے ساتھ یہ جملہ بھی ملاؤ جو یوم حنین کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب
(میں سچا نبی ہوں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔)

کافر آباء کی طرف انتساب منع ہے

امام فخرالدین رازی اور ان کے موافقین کی تائید میں یہ سب سے قوی دلیل ہے کیونکہ احادیث میں کافر آباء کی نسبت سے منع کیا گیا ہے۔

۱۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے نقل کیا' حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں دو آدمیوں نے اپنا انتساب کرتے ہوئے کہا انا فلاں بن فلاں' انا فلاں بن فلاں تو آپ ﷺ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں دو آدمیوں نے انتساب کیا ایک نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں نو آباء تک کہا' دوسرے نے کہا میں فلاں بن فلاں اسلام ہوں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ان انتساب کرنے والوں کا حکم یہ ہے جس نے نو تک انتساب کیا ہے وہ نو بھی دوزخی ہیں اور یہ دسواں دوزخی ہے اور جس نے دو تک انتساب کیا ہے تو تیسرا جنتی ہے۔ (شعب الایمان' ۴ = ۲۸۷)

۲۔ امام بیہقی نے حضرت ابوریحانہ ﷺ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے نو کافر آباء تک انتساب کیا اس سے مقصد عزت و شرافت ہو۔

وهو عاشر هم فی النار   تو وہ دسواں دوزخی ہو گا۔

(ایضا)

۳ ۔ انہوں نے ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے ان آباء پر فخر نہ کرو جو دورِ جاہلیت میں فوت ہوئے قسم اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ناک کے ساتھ گوبر باندھ لینا ایسے آباء سے کہیں بہتر ہے۔ (شعب الایمان' ۴ = ۲۸۶)

۴ ۔ انہوں نے ہی حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا عیب اور آباء پر فخر ختم فرما دیا' ان لوگوں پر فخر کرنے سے باز رہو کیونکہ وہ جہنم کے کوئلے ہیں۔

(شعب الایمان' ۴ = ۲۸۵)

اس سلسلہ میں بہت سی احادیث ہیں اس پر سب سے واضح وہ روایت ہے جو بیہقی نے شعب الایمان میں امام مسلم کے حوالے سے بیان کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا چار امور جاہلیت کے ترک نہیں کئے جائیں گے ان میں سے ایک اپنے خاندان پر فخر کرنا ہے۔   (شعب الایمان' ۴ = ۲۹۰)

تعارض نہیں ہے

اس کے بعد کہا اگر کوئی یہ کہے رسول اللہ ﷺ نے خود بنو ہاشم کے انتخاب پر فخر فرمایا ہے تو اس کے جواب میں امام حلیمی نے فرمایا آپ ﷺ کا مقصد فخر نہ تھا بلکہ مذکور افراد کے مقامات اور درجات کا تذکرہ تھا جیسے کوئی آدمی کہتا ہے میرے والد مجتہد ہیں تو اس سے فخر مراد نہیں بلکہ وہ اپنے والد کا امتیاز بیان کر رہا ہے۔

پھر کہا اس میں' اپنی ذاتِ اقدس اور اپنے آباء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والی نوازشات پر شکریہ بھی ہے' اس میں ہرگز فخر و تکبر [illegible]

الایمان، ۴ = ۲۹۱)

امام حلیمی کا فرمان اس سے آباء کے درجات اور مقامات کا تذکرہ یا اپنی ذات اور آباء پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکریہ ہے۔

یہ امام فخرالدین رازی کے قول و مسلک کی واضح طور پر تائید کر رہا ہے۔ کہ آپ ﷺ کے تمام آباء مسلمان ہیں کیونکہ انتخاب و فضیلت صرف اور صرف اہل توحید ہی کو ہو سکتی ہے۔

ہاں بلاشبہ عبدالمطلب کے حق میں ترجیح دینا بہت مشکل ہے کیونکہ حدیث بخاری مخالف قوی ہے جس میں ہے کہ ابوجہل نے حضرت ابوطالب کو ایمان لانے سے منع کرتے ہوئے کہا تھا کیا تم ملت عبدالمطلب سے اعراض کر رہے ہو اگر اس میں تاویل کرو تو وہ قریب نہ ہو گی اور بعید تاویل کو اہل اصول نہیں مانتے یہی وجہ ہے جب امام بیہقی نے ادلہ کے درمیان سخت تعارض دیکھا اور ترجیح نہ دے سکے تو انہوں نے توقف اختیار کر لیا۔ یہ واضح کر رہا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے بارے میں چوتھا قول کیا جائے اور وہ توقف (خاموشی) ہے۔

نوٹ :۔ یہاں اہلِ علم نے فرمایا کہ ابوطالب کے دور میں اعلانِ نبوت ہو چکا تھا۔ اب انہیں آپ ﷺ پر ایمان لانا ضروری تھا اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ میں ملتِ موسیٰ پر ہوں، تب بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہاں عبدالمطلب کے دور میں بعثت نہ ہوئی تھی اس لئے وہ صاحبِ نجات ہوں گے۔ (قادری غفرلہ)

حضرت عبداللہ کے بارے میں ترجیح

بندہ کے ذہن میں روایت مذکور کی دو ترجیہاتِ بعیدہ اکثر آئی ہیں مگر میں نے انہیں ترک کر دیا۔ رہا حدیث نسائی کا مسئلہ تو اس کی تاویل قریب

ہے، سہیلی نے بابِ تاویل کھولا مگر اسے نبھا نہ سکے' حضرت عبداللہ ﷺ کے بارے میں ترجیح آسان ہے حالانکہ وہاں بھی حدیث مسلم معارض قوی ہے کیونکہ اس میں جو کچھ سہیلی نے کہا وہ نہایت ہی واضح طور پر تاویل قریب ہے اور تاویل کی ترجیح پر دلائل موجود ہیں لهذا تاویل کو اپنانا آسان ہے۔ واللہ اعلم

امام ابوالحسن ماوردی کی گفتگو

پھر بندہ نے امام ابوالحسن ماوردی کو پڑھا انہوں نے امام فخرالدین رازی جیسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا (اگرچہ تصریح نہیں کی)

تمام انبیاء علیہم السلام تمام بندوں سے منتخب اور تمام مخلوق سے بہتر ہوتے ہیں کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کی ادائیگی اور مخلوق کی رہنمائی کا ذمہ دار بنایا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ انہیں اعلیٰ عناصر سے ترکیب دیتا ہے اور انہیں محکم امور سے مزین فرماتا ہے' ان کے نسب میں کوئی کمی نہیں ہوتی' ان کے منصب پر کوئی طعن نہیں ہوتا تاکہ دل ان کی طرف مائل ہوں' نفوس ان کے لئے بچھ جائیں' تو اب لوگ ان کی بات کو جلدی سنیں گے اور ان کے احکام کی زیادہ پیروی کریں گے۔ (اعلام النبوة ' ۱۵۲)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو طیب خاندان سے بنایا' ہر قسم کے فواحش کی میل سے بھی محفوظ رکھا۔

ونقله من اصلاب طاہرة الی ارحام منزهة — اور آپ ﷺ کو پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل فرمایا۔

(اعلام النبوة ـ ۱٦۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

ر

وتقلب فی الساجدین — اور آپ کا سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہونا۔ (الشعراء - ۲۱۹)

کے بارے میں منقول ہے۔

ای تقلب من اصلاب طاہرۃ من اب بعد اب الی ان جعلک نبیا — کہ اس سے مراد پاک پشتوں میں "اب" در "اب" منتقل ہونا ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نبی بنائے گئے۔

تو آپ ﷺ کا نورِ نبوت آپ ﷺ کے آباء میں ظاہر و روشن تھا۔ پھر آپ ﷺ کے ساتھ کوئی بہن بھائی شریک نہیں تاکہ والدین کا انتخاب فقط آپ ﷺ کے لئے ہو اور ان کا نسب فقط آپ ﷺ تک ہی محدود رہے تاکہ وہ نسب فقط اسی ذات تک رہے جسے اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی اعلیٰ اور اکمل درجہ نبوت کا عطا فرمانا ہے' اگر اس میں کوئی شریک یا مماثل ہو جاتا تو یہ کامل درجہ نہ رہتا' یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کا آپ ﷺ کے بچپن میں وصال ہو گیا' والد ماجد کا اس وقت وصال ہوا جب آپ ﷺ بصورت حمل تھے اور والدہ ماجدہ کا وصال اس وقت ہوا جب آپ ﷺ کی عمر شریف چھ سال تھی' جب تم نے آپ ﷺ کے نسب کا شان اور طہارتِ مولد کو جان لیا تو اب یقین کر لو کہ آپ ﷺ اپنے اعلیٰ آباء کا ثمر ہیں' آپ ﷺ کے آباء میں کوئی ذلیل' متکبر اور بدمست نہیں بلکہ وہ سارے کے سارے سردار اور قائد تھے؛ نسب کا اعلیٰ ہونا اور طہارتِ مولد یہ دونوں نبوت کی شرائط میں سے ہیں۔ (اعلام النبوۃ - ۱۶۹)

شیخ ابو جعفر نحاس "معانی القرآن" میں اللہ تعالیٰ کے مبارک فرمان

وتقلبک فی الساجدین اور آپ کا سجدہ کرنے والوں میں
(الشعراء - ۲۱۹) منتقل ہونا۔

کے تحت لکھتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔

تقلبہ فی الظھور حتٰی اخرجہ یہ آپ ﷺ کا ظہور کی طرف
نبیا منتقل ہونا ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ
بصورت نبی تشریف فرما ہوئے۔

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے کیا ہی خوب فرمایا

تنقل احمد نوراً عظیما تلألأ فی جباہ الساجدینا

تقلب فیھم قرنا فقرنا الٰی ان جاء خیر المرسلینا

(عظیم نور احمد ہی سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں چمکتا رہا اور ہر دور میں ان میں منتقل ہوتا ہوا بصورت خیر المرسلین ظہور پذیر ہوا)

انہوں نے یہ بھی فرمایا

حفظ الا لہ کرامۃ لمحمد آباہ الا مجاد صونا السمہ

ترکوا السفاح فلم یصیبھم عار من آدم والی ابیہ وا مہ

(اللہ تعالٰی نے آپ ﷺ کے آباء کی حضور ﷺ کی وجہ سے حفاظت فرمائی۔ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ ﷺ کے والدین تک نکاح کا راستہ ہی اختیار کیا)

صاحب بردہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کیف ترقی رقیک الانبیاء یاسماء طاولتھا سماء

لم یساووک فی علاک وقد حال سماء منک دونھم وسماء

انما مثلوا صفاتک للناس کما مثل النجوم الماء

انت مصباح کل فضل فما تصدر الا عن ضوئک الاضواء

لک ذات العلوم من عالم الغیب ومنها لادم الاسماء

ولم نزل فی ضمائر الغیب یختار لک الامهات والاباء

مامضت فترة من الرسل الا بشرت قومها بک الانبیاء

تتباهی بک المصور و تسمو بک علیاء بعدها علیاء

وبداللوجود منک کریم من کریم آباؤہ کرماء

نسب تحسب العلٰی بحلاہ قلاتها نجومها الجوزاء

ومنها فهنیًا به الامنة الفضل الذی شرفت به حواء

من الحواء انها حملت احمد او انها به نفسا

یوم نالت بوضحه ابنة وهب من فخار مالم تتله النساء

واتت قومها بافضل مما حملت قبل مریم العذراء

فائدہ

امام ابن ابی حاتم تفسیر میں کہتے ہیں مجھے والد گرامی نے ان سے موسیٰ بن ایوب نصیبی نے انہیں حمزہ نے ان سے عثمان بن عطا نے اپنے والد سے بیان کیا حضور ﷺ اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان انچاس آباء ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

امرِ ثالث

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کے حوالے سے خصوصاً ایک روایت ہے جسے امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں سندِ ضعیف سے بطریق زہری انہوں نے ام سماعہ بنت ابی رھم سے انہوں نے اپنی والدہ سے بیان کیا۔ میں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے مرضِ وصال میں ان کے پاس تھی' اس وقت حضور ﷺ کی عمر پانچ سال تھی' آپ ﷺ ان کے سرِ اقدس کے پاس تشریف فرما تھے انہوں نے حضور ﷺ کے چہرۂ اقدس کی طرف دیکھتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

بارک اللہ فیک من غلام یا ابن الذی من حومۃ الحمام

(اے نوجوان! تجھے اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے' تو اس شخص کا بیٹا ہے جس نے موت سے نجات پائی)

نجابعون الملک المنعام فودی غداۃ الضرب بالسھام

(مالک اور انعام کرنے والے کی مدد سے نجات پائی اور ان کا فدیہ ادا کر دیا گیا)

بمائۃ من ابل سوام ان صح ما ابصرت فی المنام

(وہ سو اونٹ تھے تاکہ خواب کی تعبیر پوری ہو جائے)

فانت مبعوث الی الانام من عندی ذی الجلال والاکرام

(تم لوگوں کی طرف رسول ہو' اللہ صاحبِ جلال و اکرام کی طرف سے)

تبعث فی الحل و فی الحرام تبعث بالتحقیق والاسلام

(تم حرم اور غیر حرم کے نبی ہو اور تمہیں اسلام اور حقائق دے کر بھیجا گیا ہے)

دین ابیک البرء ابراھام فاللہ انھاک عن الاصنام

(آپ کے والد ابراہیم کا دین اعلیٰ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بت پرستی سے منع

(فر..)

ان لا توالیها مع الاقوام
(تم لوگوں سمیت بت پرستی سے بچو)

پھر فرمایا ہر زندہ فنا ہر نیا پرانا اور تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں' میں فوت ہو رہی ہوں' لیکن میرا ذکر باقی رہے گا' میں خیر چھوڑے جا رہی ہوں' میں نے پاک کو جنا ہے' اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں۔ ہم نے جنات سے یہ اشعار سنے۔

تبکی الفتاة البرة الامینه ذات الجمال العفه الرزینه
(نیک اور امین خاتون رو دی۔ اور وہ صاحبِ جمال و عفیفہ ہیں)

زوجة عبداللہ والقرینه ام نبی اللہ ذی السکینه
(ان کے شوہر عبداللہ ہیں اور وہ صاحبِ مقام نبی کی والدہ ہیں)

وصاحب المنبر فی المدینه صارت لدی حفرتها رهینه
(وہ نبی مدینہ کے صاحب منبر ہیں اور یہاں اس قبر میں مدفون ہیں)

آپ نے ملاحظہ کر لیا' یہ تمام گفتگو بتوں کی عبادت کی ممانعت اور دینِ ابراہیم علیہ السلام کا اعتراف ہے اور اس بات کا اعلان ہے کہ ان کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام دے کر لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ یہ تمام شرک کی نفی پر شاہد ہے۔

پھر میں نے تمام انبیاء کی ماؤں کے متعلق مطالعہ کیا تو ان تمام کو مومن پایا۔ تو حضرت اسحٰق' حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی والدہ اور حضرت شیث علیہ السلام کی والدہ' حضرت حواء ان تمام کا ذکر قرآن مجید میں ہے' بلکہ ان کے نبی ہونے کا بھی قول کیا گیا ہے۔ اور احادیث حضرت اسمٰعیل کی والدہ حضرت حاجرہ اور حضرت یعقوب کی والدہ' حضرت

داود' حضرت سلیمان' حضرت زکریا' حضرت یحیٰ' حضرت شمویل' حضرت شمعون' اور حضرت ذوالکفل کی ماؤں کے ایمان کے بارے میں وارد ہیں۔

اور بعض مفسرین نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی ماؤں کے ایمان کی تصریح کی ہے۔ اور امام ابن حیان نے تفسیر میں اسے ترجیح دی ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے پیچھے گزرا کہ حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے درمیان کوئی کافر نہیں۔ اس لئے حضرت نوح علیہ السلام نے کہا

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا (نوح' ۲۸)	اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے' میرے والدین کو اور اسے جو حالت ایمان میں میرے گھر داخل ہو جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے۔

ربنا غفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب (ابراہیم - ۴۱)	اے میرے پروردگار! مجھے معاف فرما دے' میرے والدین کو اور تمام اہل ایمان کو اس دن جب حساب ہو گا۔

قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس دعا پر معذرت کی ہے وہ صرف "اب" کے لئے تھی وہاں والدہ کا معاملہ نہیں تو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ مومن تھیں۔

امام حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح کہتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ اسرائیل کی اولاد میں دس انبیاء ہیں نوح' ھود' صالح' لوط'

شعیب، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور حضور علیہم الصلاۃ والسلام۔ ر بنو اسرائیل تمام کے تمام اہل ایمان تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک ان میں کوئی کافر نہیں، پھر ان میں سے کچھ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا تو بنی اسرائیل کے تمام انبیاء کی مائیں صاحب ایمان ٹھہریں اور یہ واضح رہے کہ غالب انبیاء بنی اسرائیل، انبیاء کی یا ان کی اولاد کی اولاد ہیں، کیونکہ ان میں نبوت نسل در نسل تھی جیسا کہ روایات سے معروف ہے۔

ان دس مذکور کے علاوہ حضرت نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کی ماؤں کا ایمان ثابت ہے۔ باقی حضرت ہود، صالح، لوط اور شعیب علیہم السلام کی ماؤں کا معاملہ تو اس پر نقل یا دلیل کی ضرورت ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ بھی صاحبِ ایمان ہوں گی۔ اسی طرح رسالت مآب ﷺ کی والدہ ماجدہ کا حکم ہے۔

نور کا مشاہدہ

اور اس میں راز و حکمت یہ ہے کہ ان تمام نے نور کا مشاہدہ کیا ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے۔

امام احمد، بزار، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب آدم ابھی مٹی میں تھے۔ میں تمہیں بتاؤں میں حضرت ابراہیم کی دعا، حضرت عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں۔

وکذلک امہات النبیین یرین — اسی طرح تمام انبیاء کی ماؤں نے نور کا مشاہدہ کیا۔

(المستدرک، ۲ = ۴۵۳)

والدہ ماجدہ کے مشاہدات

حضور ﷺ کی والدہ نے آپ ﷺ کی ولادت کے وقت ایسا نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور انہوں نے بحالت حمل اور ولادت میں عظیم نشانیوں اور آیاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ کیا وہ دیگر انبیاء کی ماؤں کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ اس کا تفصیلی تذکرہ ہم نے اپنی کتاب ''المعجزات'' میں کیا ہے۔

بعض اہلِ علم نے فرمایا' آپ ﷺ کو جس نے دودھ پلایا' اسے اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور کہا آپ ﷺ کی رضاعی مائیں چار ہیں' آپ کی حقیقی والدہ' حضرت حلیمہ سعدیہ' حضرت ثویبہ اور حضرت ایمن رضی اللہ عنھن

اعتراضات

ان روایات کا کیا مفہوم ہے جو ان کے کفر اور دوزخی ہونے پر شاہد ہیں؟

۱۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کاش مجھے علم ہو کہ میرے والدین کے ساتھ کیا ہوا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ولا تسئل عن اصحاب الجحیم تم سے اصحاب جحیم کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ (البقرہ۔ ۱۱۹)

۲۔ آپ ﷺ نے اپنی والدہ کی بخشش کے لئے دعا کی تو جبریل نے آپ ﷺ کے سینہ اقدس پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا شرک پر فوت ہونے والے کے لئے دعا نہ کیا کرو۔

۳۔ یہ مروی ہے کہ یہ آیت مبارکہ اس سلسلہ میں نازل ہوئی تھی۔

۳۔ ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین — کسی نبی اور اہل ایمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ شرک کرنے والوں کے لئے بخشش کی دعا کریں۔ (التوبہ' ۱۱۳)

۴۔ آپ ﷺ نے ملیکہ کے بیٹوں کو کہا تھا تمہاری ماں دوزخ میں ہے ان پر یہ بات شاق گزری تو فرمایا میری والدہ بھی تمہاری والدہ کے ساتھ ہے۔

علمی اور تحقیقی جوابات

یہ جو کچھ بیان ہے یہ نہایت ہی ضعیف ہے' حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کے حوالے سے اس طرح کی کوئی شئی بھی صحت کے ساتھ ثابت نہیں ماسوائے اس روایت کے جس میں ہے کہ آپ ﷺ کو ان کی مغفرت کی دعا کی اجازت نہ ملی' اور اس سلسلہ میں حدیث مسلم کے علاوہ کوئی چیز بھی صحیح نہیں اور ان کا جواب عنقریب آ رہا ہے۔ آیئے تفصیلاً جوابات ملاحظہ کر لیجئے۔

پہلے اعتراض کا جواب

۱۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ کاش میرے والدین کے بارے میں مجھے معلوم ہو جائے' پر آیت ولا تسئل (الخ) نازل ہوئی۔

اس روایت کو کسی معتمد حدیث کی کتاب میں نقل نہیں کیا گیا۔ ہاں بعض تفاسیر میں سندِ منقطع سے اسے نقل کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال اور اس پر اعتماد کسی طرح بھی درست نہیں' اگر ہم بھی اسی طرح کی شدید ضعیف روایات سے اس کا معارضہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ مثلاً شیخ ابن جوزی نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبریل امین نے آ کر مجھے کہا اللہ تعالیٰ سلام فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں میں نے آپ ﷺ کے ہر

طلب پر جہاں آپ ﷺ ٹھہرے اور ہر رحم پر جہاں آپ ﷺ کا حمل رہا او
گود پر جس نے کفالت کی آگ کو حرام کر دیا ہے۔ (الموضوعات' ۱ = ۲۸۳)

تو اب کمزور روایت کا کمزور سے معارضہ ہو جائے گا لیکن ہم اسے پسند ہی
نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے استدلال پر ہم مطمئن ہیں۔

۲۔ اصول کی بناء پر تردید

یہ شانِ نزول دیگر اصولوں اور بلاغت اور اسرارِ بیان کی بناء پر مردود
ہے۔ اس لئے کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد جس قدر آیات ہیں وہ تمام کی
تمام یہود کے بارے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک

یبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا بعهدی اوف بعهدکم وایای فارهبون (البقرہ۔ ۴۰)	اے بنی اسرائیل ! یاد کرو میری نعمت کو جو میں نے تم پر کی اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور مجھ سے ہی ڈرو۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان

واذ ابتلی ابراهیم ربه (البقرہ۔ ۱۲۴)	اور جب ابراہیم کو ان کے رب نے آزمائش میں ڈالا۔

تک تمام میں یہود کا تذکرہ ہے' اس لئے جیسے ابتدا میں کہا اسی طرح انتہا پر
بھی فرمایا

یبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم (البقرہ۔ ۴۰)	اے بنی اسرائیل! میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی۔

روایت میں تصریح

اس بات کی تصریح ایک اثر میں موجود ہے۔ عبد بن حمید' فریابی' ابن جریر اور ابن منذر نے اپنی تفاسیر میں حضرت مجاھد سے نقل کیا فرمایا سورۃ البقرہ کی ابتدائی چار آیات میں اہلِ ایمان کی مدح' دو آیات میں کفار کی مذمت' تیرہ آیات میں منافقین کی مذمت اور چالیس سے لے کر ایک سو بیس تک بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے۔ (جامع البیان)

لفظ جحیم سے تائید

اس کی مزید تاکید یوں بھی ہوئی ہے کہ یہ سورۃ مبارکہ مدنی ہے اور اس میں اکثر خطاب یہودی سے ہے۔ ایک اور بات جو ہماری تائید کر رہی ہے وہ لفظ جحیم ہے جو لغت اور روایات کی بناء پر واضح ہے کہ وہ دوزخ کا بہت بڑا درجہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو مالک سے اللہ تعالیٰ کے فرمان اصحاب الجحیم کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

ما عظم من النار
یہ دوزخ کا بڑا گھٹیا درجہ ہے۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے مبارک فرمان

لھا سبعۃ ابواب
دوزخ کے سات درجے ہیں۔

(الحجر۔ ۴۴)

کے تحت نقل کیا سب سے پہلا جہنم' دوسرا لظی' تیسرا حطمہ' چوتھا سعیر' پانچواں سقر' چھٹا جحیم اور ساتواں ھاویہ

اس کے بعد فرمایا

الجحیم فیھا ابوجھل
اس جحیم میں ابوجہل ہو گا۔

جامع البیان' ۸ = ۴۷)

ا رہے اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔

تو دوزخ کے اس درجہ کے لائق وہی شخص ہو گا جس کا کفر عظیم، گناہ
سب سے بڑا، اس نے دعوت کا انکار کیا ہو، دین کو بدل ڈالا ہو اور علم کے
باوجود انکار کیا ہو، وہ اس کے لائق نہیں ہو گا جس کے بارے تخفیف کا گمان
ہو۔

جب ابوطالب کا یہ حال ہے

غور کیجئے جب حضرت ابوطالب کے بارے میں صحت کے ساتھ ثابت ہے
کہ انہیں حضور ﷺ کی قرابت اور خدمت کی وجہ سے تمام اہل دوزخ سے
کم عذاب ہو رہا ہے۔ (المسلم، باب الھون اہل النار)

حالانکہ انہوں نے دعوت پائی، اسے قبول نہ کیا اور بڑی طویل عمر پائی۔

فما ظنک بابویه اللذین هما اشد فیه قربا واکدحبا وابسط عذرا واقصر عمرا

تو تمہارا آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں کیا خیال ہے جو آپ ﷺ سے سب سے زیادہ قربت رکھنے والے ہیں۔ سب سے زیادہ محبت کرنے والے، نہایت ہی معقول عذر رکھنے والے اور بہت کم عمر پانے والے ہیں۔

معاذ اللہ، ان دونوں کے بارے میں طبقہ جحیم میں ہونے اور ان پر اس قدر
شدید عذاب کا کس طرح گمان کیا جا سکتا ہے؟ ایسی بات تو ادنیٰ ذوقِ سلیم والا
بھی ہرگز قبول نہیں کرے گا۔

۲۔ دوسرے اعتراض کا جواب

وہ روایت جس میں آیا کہ جبریل نے آکر کہا شرک پر فوت ہونے والے
کے لئے دعا نہ کیجئے، اسے محدث بزار نے نقل کیا ہے مگر اس کی سند میں

معروف راوی ہے' یہ کہنا کہ اس بارے میں آیت نازل ہوئی تھی' یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی' آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جب تک منع نہ کیا گیا میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔ (البخاری' باب ماکان للنبی والدین امنوا)

۳۔ تیسرے اعتراض کا جواب

وہ روایت جس میں ہے کہ میری والدہ تمہاری والدہ کے ساتھ ہے۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے صحیح کہا ہے اور مستدرک میں حاکم کا تصحیح حدیث میں تساہل معروف ہے' اس لئے علوم حدیث میں یہ مسلمہ ضابطہ ہے کہ صحت میں حاکم کا تفرد مقبول نہیں پھر امام ذہبی نے مختصر المستدرک میں حاکم کے قولِ صحت کو نقل کرنے کے بعد کہا۔

لا واللہ فعثمان بن عمیر ضعفه الدار قطنی
(تلخیص المستدرک' ۲ = ۳۹۶)

ہرگز یہ صحیح نہیں کیونکہ اس کے راوی عثمان بن عمیر کو امام دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام ذہبی نے حدیث کا ضعف ہی بیان نہیں کیا بلکہ اس پر قسم بھی اٹھائی ہے۔

جب یہ تمام روایات ضعیف ہیں تو اب دوسرے دلائل کی طرف رجوع کرنا جائز ہو گا۔

امرِ رابع

ہمارے اس مسلک کی تائید میں چوتھا امر یہ ہے کہ ایک پوری جماعت کے افراد کے بارے میں ثابت ہے کہ وہ دور جاہلیت میں بھی دینِ حنیفی پر قائم تھے' انہوں نے دینِ ابراہیمی پر عمل کیا اور شرک کبھی اختیار نہ کیا۔

فما مانع ان یکون ابوا النبی صلی اللہ علیہ سلکوا سبیلهم

اس میں کوئی رکاوٹ اور مانع ہے کہ آپ ﷺ کے والدین نے ہر

فی کل دلک　　　　　　　　　　　　دور میں اس راہ کو اپنایا ہو؟
حافظ ابن جوزی نے التلقیع میں ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے دور جاہلیت میں بھی بت پرستی ترک کی' حضرت ابوبکر صدیق' زید بن عمرو بن نفیل' عبداللہ بن جحش' عثمان بن حویرث' ورقہ بن نوفل' رباب بن براء' اسد بن کریب حمیری' قس بن ساعدہ ایادی اور ابوقیس بن حرمہ۔ (تلقیح فہوم اہل الاثر' ۴۵۶)

احادیث سے تائید

زید بن عمرو بن نفیل' ورقہ اور قس کے بارے میں تو احادیث بھی وارد ہیں۔ ابن اسحاق نے تعلیقاً حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ کے ساتھ پشت لگائے ہوئے یہ کہتے ہوئے سنا' اے گروہ قریش! تم میں سے کوئی بھی میرے سوا دین ابراہیم پر نہیں رہا پھر کہنے لگے اے اللہ! کاش میں جان لیتا کہ تجھے بندوں میں سے کون زیادہ پسند ہے مگر نہیں جانتا۔
میں کہتا ہوں اس سے اس کی بھی تائید ہوتی ہے جو گزرا کہ اس وقت کوئی دعوت دینے والا اور اسے صحیح انداز میں پہنچانے والا نہ تھا۔
امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں عمرو بن عبسہ سلمی سے نقل کیا میں نے دور جاہلیت میں اپنی قوم کے بتوں سے منہ موڑ لیا تھا اور میں نے جان لیا کہ پتھروں کی پوجا کرنا باطل ہے۔ (دلائل النبوۃ' ۱ = ۲۵۷)
امام بیہقی اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں بطریق شعبی سے جہینہ کے شیخ کے حوالے سے نقل کیا کہ عمرو بن حبیب نے اسلام کا دور پایا۔

امام اشعری کے ارشاد کا مفہوم

امام اشاعرہ شیخ ابوالحسن اشعری نے فرمایا "ابوبکر مازال بعین الرضا

منہ" اس قول کے مفہوم میں اہل علم کا اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعثت نبوی سے پہلے بھی مومن تھے، بعض نے کہا بلکہ مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابوبکر ہمیشہ ان لوگوں میں رہے جن پر غضب نہیں ہوا کیونکہ اللہ تعالی جانتا تھا کہ یہ ایمان لائیں گے اور منتخب لوگوں کے سربراہ بنیں گے۔

شیخ تقی الدین سبکی نے فرمایا اگر یہی معانی کئے جائیں تو پھر سیدنا ابوبکر صدیق اور دیگر صحابہ میں مساوات رہے گی کوئی امتیاز پیدا نہ ہو گا حالانکہ امام اشعری نے یہ کلمات صرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہے ہیں کسی اور صحابی کے بارے میں نہیں کہے۔ لہذا درست مفہوم یہ ہو گا کہ ان سے کسی حال میں بھی اللہ تعالی کے ساتھ کفر سرزد نہیں ہوا، بعثتِ نبوی سے پہلے ان کا حال زید بن عمرو بن نفیل اور ان کے ساتھیوں والا تھا اسی لئے امام نے حضرت ابوبکر کو مخصوص کیا ہے۔

والدین شریفین کے بارے میں یہی بات ہے

بندہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کا معاملہ بھی یہی ہے ان سے کبھی اللہ تعالی کے ساتھ کفر ثابت نہیں، ممکن ہے ان کا حال بھی حضرت زید بن عمرو بن نفیل، حضرت ابوبکر اور ان کے ساتھیوں کی طرح ہی ہو بلکہ حضرت صدیق اور زید بن عمرو کو یہ حنفیت دور جاہلیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہی نصیب ہوئی کیونکہ یہ دونوں بعثت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست اور بہت چاہنے والے تھے۔

فابواہ اولی بعود برکتہ علیھما و فضلھما مما کان علیہ اھل الجاھلیۃ	تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو یہ برکت و فضیلت ان دورِ جاہلیت کے لوگوں سے بطریق اولی نصیب ہو گی۔

چوتھے اہم اعتراض کا جواب

اب ایک عقدہ رہ جاتا ہے اور وہ حدیث مسلم ہے جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے' ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا والد کہاں ہے فرمایا دوزخ میں' جب وہ واپس لوٹا تو آپ ﷺ نے واپس بلا کر فرمایا میرا "اب" اور تیرا "اب" آگ میں ہیں' اسی طرح امام مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنی والدہ کی بخشش کے لئے دعا کی اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی تو آپ ﷺ کو اجازت نہ ملی اس عقدہ کو کیسے کھولو گے؟

لیجئے تحقیقی جواب

تمہارا اعتراض میرے سر آنکھوں پر' لیکن اب تحقیقی جواب سنیں' حدیث کے الفاظ "ان ابی واباک فی النار" پر راوی متفق نہیں' انہیں صرف حماد بن مسلمہ نے ثابت سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ذکر کئے ہیں اور اسی سند سے مسلم نے بھی نقل کئے' مگر معمر نے ثابت سے یہ الفاظ نقل نہیں کئے بلکہ انہوں نے یہ الفاظ ذکر کئے۔

اذا مررت بقبر کافر فبشرہ بالنار	جب تم کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرو تو اسے دوزخ کی اطلاع دو۔

دیکھیں ان الفاظ کا آپ ﷺ کے والد ماجد کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں اور روایت کے اعتبار سے مذکورہ الفاظ زیادہ ثابت و محفوظ ہیں۔

معمر' حماد سے ثقہ ہیں

کیونکہ حضرت معمر' حماد سے زیادہ ثقہ ہیں کیونکہ حماد کے حفظ میں کلام و جرح ہے اور اس سے منکر احادیث بھی مروی ہیں۔ محدثین نے کہا کہ ان کی

کتب میں ان کے ربیب نے گڑبڑ کر دی تھی' حماد کو وہ حفظ نہ تھیں انہوں نے جب ان سے بیان کیا تو غلطی ہو گئی۔

امام بخاری نے روایت نہ لی

یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے حماد سے روایت ہی نہیں لی اور امام مسلم نے بھی اصول میں ان سے روایت نہیں ذکر کی' البتہ اس صورت میں جب وہ ثابت سے روایت کریں' امام حاکم نے المدخل میں کہا مسلم نے حماد سے اصول میں روایت نہیں لی ہاں صرف اس صورت میں جب وہ ثابت سے روایت بیان کریں' اسی طرح مسلم نے شواھد میں جماعت سے ان کی روایت ذکر کی ہے' رہا معمر کا معاملہ تو ان کے حفظ میں بھی جرح نہیں اور نہ ان سے منکر روایات ہیں۔ ان سے حدیث لینے میں بخاری و مسلم دونوں متفق ہیں لہٰذا معمر کے الفاظ زیادہ محفوظ ہوں گے۔

دیگر احادیث سے معمر کی تائید

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی الفاظ بھی معمر عن ثابت عن انس کی تائید کرتے ہیں۔ محدث بزار' طبرانی اور بیہقی نے بطریق ابراہیم بن سعد ان سے زہری نے ان سے عامر بن سعد نے اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا

این ابی؟ میرا والد کہاں ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ میں' اس نے کہا

فاین ابوک؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کہاں ہیں؟

فرمایا

حیثما مررت بقبر کافر فبشرہ بالنار جب بھی تو کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرے تو اسے دوزخ کی خبر سنا۔

یہ روایت بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق ہے۔ لہٰذا معمر کے الفاظ پر ہی اعتماد کیا جائے گا اور ان کو دوسرے الفاظ پر تقدیم حاصل ہو گی۔

امام طبرانی اور بیہقی نے اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی نقل کیا وہ اعرابی بعد میں مسلمان ہو گیا تو وہ کہا کرتا تھا میں نے آپ ﷺ سے سوال پوچھ کر اپنے آپ کو مشقت میں ڈال لیا ہے کہ اب مجھے ہر کافر کی قبر کے پاس یہ کہنا پڑتا ہے۔

امام ابن ماجہ کی روایت

امام ابنِ ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کیا' ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میرا والد صلہ رحمی اور فلاں فلاں کام کرتا تھا' وہ کہاں ہے؟ فرمایا آگ میں' اسے اس نے محسوس کیا' اس نے کہا آپ ﷺ کے والد کہاں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تو کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرے تو اسے دوزخ کی خبر دے' بعد میں وہ اعرابی مسلمان ہو گئے تو کہا کرتے میں نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈال لیا کہ جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرتا ہوں تو مجھے یہ کلمات کہنا پڑتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ' باب ما جاء فی زیارۃ قبور المشرکین)

یہ اضافہ بھی قطعی طور پر اس پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ ﷺ نے عمومی کلمات ہی فرمائے تھے' اسی بناء پر اعرابی نے مسلمان ہونے کے بعد ان پر عمل کیا جس کی وجہ سے انہیں مشقت محسوس ہوئی' اگر ان کلمات پر مشتمل جواب ہوتا جو حماد سے مروی ہیں "ان ابی و اباک" تو اس میں ایسی کوئی بات ہی نہیں۔ اب تو واضح ہو گیا کہ پہلے الفاظ راوی کا اپنا تصرف ہے انہوں نے اپنے فہم کے مطابق اسے بالمعنیٰ روایت کر دیا۔

بخاری و مسلم کی روایات

بخاری و مسلم کی بہت سی روایات میں ایسا معاملہ ہے کہ ایک راوی نے ان

میں تصرف کیا جبکہ دوسرا راوی اس سے زیادہ ثقہ ہوتا ہے اور اس کے الفاظ محفوظ ہوتے ہیں مثلاً مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قرأت بسم اللہ کی نفی کے بارے میں حدیث مروی ہے' حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں علت یہ بیان فرمائی کہ دوسری ثقہ سند سے بسم اللہ کے سماع کی نفی ثابت ہے نہ کہ قرأت کی نفی' راوی نے اس سے نفی قرأت سمجھی اور اپنے فہم کے مطابق اسے بالمعنیٰ روایت کر دیا تو خطا ہو گئی۔

ہم بھی اس مقام پر حدیث مسلم کا وہی جواب دیں گے جو ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قرأت بسم اللہ کی نفی والی حدیث مسلم کا دیا ہے اور اگر تم پہلے الفاظ پر راویوں کا اتفاق مان لو تو اس صورت میں وہ روایت سابقہ تمام دلائل کے معارض و مخالف ہو گی۔

اور جب دیگر دلائل حدیث صحیح کے معارض ہوں اور وہ اس سے راجح بھی ہوں تو ایسی حدیث میں تاویل کرنا اور دیگر دلائل کو اس پر مقدم کرنا لازم ہو جاتا ہے' جیسا کہ اصولِ حدیث میں مسلم ہے۔

عدمِ اذن کا جواب

اس آخری جواب سے "بخشش کی اجازت نہ ملنے" کا جواب بھی دیا جاتا ہے لیکن اس میں جواباً یہ بھی کہا جائے گا کہ تمہارا دعویٰ ملازمت (اجازت نہ ملنا کفر کی ہی علامت ہے) غلط ہے کیونکہ ابتداءِ اسلام میں مقروض پر جنازہ و دعا کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت نہ تھی حالانکہ وہ مسلمان ہی ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت نہ ملنے کا سبب کچھ اور بھی ہو سکتا ہے' اول جواب بہت عمدہ اور دوسرے میں بہر صورت تاویل ہے۔

ایک اور واضح تائیدی روایت

بعد میں مجھے ایک اور روایت ملی جس کے الفاظ روایت معمر کے مطابق

ہیں اور وہ بہت ہی واضح ہے اور اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ سائل نے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے والد گرامی کے بارے میں سوال کیا مگر اس نے خوب تامل اور ادب سے کام لیا' آیئے روایت پڑھیے

امام حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے لقیط بن عامر سے نقل کیا کہ ہم وفد کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں تھے ہمارے ساتھ نہیک بن عاصم بن مالک بن منتفق بھی تھے۔ ہم مدینہ طیبہ رجب کے اختتام پر پہنچے' ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی' آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا .... میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جاہلیت کے دور میں جو لوگ چلے گئے ان کے بارے میں کوئی خبر ہے؟ قریش میں سے ایک آدمی بول پڑا اور کہا تیرا والد منتفق دوزخ میں ہے' لوگوں کی بھری مجلس میں جب اس نے میرے والد کے بارے میں یہ بات کہی تو میرے جسم میں تو آگ لگ گئی' میں نے ارادہ کیا میں آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے والد کے حوالے سے پوچھوں (کیونکہ ان کا وصال بھی تو بعثت سے پہلے ہی ہوا تھا) پھر میں نے غور کیا تو اس سے بہتر جملہ ذہن میں آگیا تو میں نے عرض کیا

واھلک یا رسول اللّٰہ؟ — آپ ﷺ کے سابقہ خاندان کا کیا معاملہ ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تو کسی قریشی یا عامری مشرک کی قبر سے گزرے تو اسے کہہ

ارسلنی الیک محمد فابشرک بما یسوءک — مجھے حضور ﷺ نے بھیجا ہے میں تجھے وہ ہی خبر دے رہا ہوں جو تیرے لئے برا ہے۔

(المستدرک' ۴ = ۶۰۷)

اس روایت میں تو کوئی اشکال ہی نہیں' یہ تو بہت ہی واضح اور ظاہر روایت ہے۔

مراد ہی ابو طالب ہوں

اگر ان تمام واضح دلائل کے بعد بھی تمہارا خیال یہی ہے کہ پہلے الفاظ "ان ابی و اباک" ہی ثابت ہیں تو پھر ان سے آپ ﷺ کے چچا مراد لے لو، والد حضرت عبداللہ مراد نہ لو جیسا کہ امام فخرالدین رازی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے "اب" سے مراد چچا لیا ہے اور اس پر پیچھے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما، حضرت مجاھد، ابنِ جریج اور سدی کی تصریح گزر چکی ہے۔

دو اہم امور

یہاں دو اہم امور کا سامنے لانا بھی ضروری ہے جو ہماری تائید کرتے ہیں۔

ا۔ حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں "اب" کا اطلاق حضرت ابو طالب پر بہت ہی معروف تھا۔

ا۔ اسی بناء پر کفار نے ان سے کہا تھا

قل لابنک یرجع عن شتم الھتنا — اپنے بیٹے سے کہو ہمارے خداؤں کو برا کہنے سے باز آ جائے۔

۲۔ ایک دفعہ انہوں نے ابو طالب سے کہا تھا

اعطنا ابنک نقتله وخذ هذا الولد ومکانه — اپنا بیٹا ہمارے حوالے کر دو اور یہ بیٹا اس کے عوض تم لے لو۔

۳۔ اس کے جواب میں حضرت ابو طالب نے کہا

اعطیکم ابنی تقتلونه واخذ ابنکم اکفله لکم — میں اپنا بیٹا تمہیں قتل کے لئے دے دوں اور تمہارا بیٹا پالنے کے لئے لے لوں۔

۴۔ جب حضرت ابو طالب نے شام کی طرف سفر کیا اور حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے جب ان کا پڑاؤ بحیرا راہب کے پاس ہوا تو اس نے پوچھا

ماھذا منک؟ یہ تمہارے کیا لگتے ہیں؟

حضرت ابو طالب نے کہا

ھذا ابنی یہ میرا بیٹا ہے۔

بحیرا نے کہا اس بچے کا والد زندہ نہیں ہو سکتا۔

تو حضرت ابو طالب خدمت' کفالت اور چچا ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کے "اب" کے نام سے ہی مشہور و معروف تھے' انہوں نے آپ ﷺ کی خوب حفاظت و دفاع اور مدد کی تو ممکن ہے سوال ہی انہی کے بارے میں ہو۔

۲۔ بلکہ اسی طرح کی ایک روایت میں حضرت ابو طالب کا ہی تذکرہ ہے' امام طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ حجتہ الوداع کے دن حارث بن ہشام نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیشہ صلہ رحمی' پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک' یتیم کے ساتھ نیکی' مہمان نوازی اور مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہیں' ہشام بن مغیرہ ہمیشہ یہ عمل کرتا رہا ان کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا

کل قبر لا یشھد صاحبہ ان لا الہ الا اللہ فھو جلوۃ من النار ہر وہ قبر جس کے مدفون نے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ نہیں پڑھا وہ جہنم کا گڑھا ہے۔

میں نے خود اپنے چچا کو دوزخ کے گڑھے میں پایا

فاخرجہ اللہ بمکانہ منی واحسانہ الی فجعلہ فی ضحضاح من النار تو اللہ تعالیٰ نے میری قربت کی وجہ سے دوزخ سے نکالا اور ان کو آگ کے کنارے پر کر دیا۔

(المعجم الکبیر' ۲۳ = ۴۰۵)

اہم نوٹ

کچھ اہل علم ان جوابات سے بھی مطمئن و خوش ہوئے' لیکن انہوں نے وارد شدہ روایات کے جواب میں کہا یہ تمام منسوخ ہیں' جیسا کہ وہ روایات منسوخ ہیں جن میں ہے کہ مشرکین کے بچے دوزخی ہوتے ہیں' اطفال مشرکین کے بارے میں مروی احادیث کے لئے یہ فرمان باری تعالیٰ ناسخ ہے

ولا تزرو ازرۃ وزر اخری — کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اور والدین نبوی کے بارے میں جو روایات ہیں ان کا نسخ اس آیت مبارکہ سے ہے۔

وما کنا معذ بین حتی نبعث رسولا (الاسرا۔ ۱۵) — اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

لطف یہ ہے کہ دونوں فریق کے بارے میں دونوں جملے ایک ہی آیت مبارکہ میں موجود ہیں۔ یہ مذکورہ جواب نہایت ہی مختصر اور مفید ہے۔ یہ ہر جواب سے مستغنی کر دیتا ہے مگر یہ سارا کچھ مسلکِ اول پر ہو سکتا ہے' ثانی مسلک پر نہیں جیسا کہ واضح ہے' اس لئے مسلکِ ثانی کی وجہ سے ہم نے متعدد اور تفصیلی جوابات دیئے ہیں۔

تتمہ

حدیث سے ثابت ہے کہ سب سے ہلکا عذاب حضرت ابوطالب پر ہے وہ جہنم کے اوپر والے حصہ میں اس طرح ہیں کہ ان کے پاؤں میں آگ کے جوتے ہیں جن سے ان کا دماغ پگھل رہا ہے۔

یہ چیز خود واضح کر رہی ہے کہ حضور ﷺ کے والدین آگ میں نہیں کیونکہ

الغرض وہاں ہوتے تو انہیں ابوطالب سے بھی کم عذاب ہوتا کیونکہ وہ وہاں رشتہ کے لحاظ سے ان سے زیادہ قریب اور عذر کے لحاظ سے ان سے زیادہ معقول ہیں کیونکہ انہوں نے بعثتِ نبوی پائی ہی نہیں نہ ان پر اسلام پیش ہوا کہ انہوں نے اس سے انکار کیا ہو بخلاف حضرت ابوطالب کے وہاں اسلام پیش ہوا مگر انہوں نے انکار کیا' صادق مصدوق ذات اقدس ﷺ نے خبر دی کہ انہیں سب سے کم عذاب ہو رہا ہے۔

فلیس ابواہ من اہلہا — تو واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ کے والدین اہلِ آگ نہیں۔

اس ضابطہ کو اصولیین کے ہاں اشارۃ النص کہا جاتا ہے۔

میدانِ مجادلہ کا منصب

اس دور میں خصوصاً اس مسئلہ پر مجادلہ کرنے والے بہت ہیں اور ان کی اکثریت یہ نہیں جانتی کہ مسئلہ پر استدلال کا کیا طریقہ ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ تو کلام ہی ضائع ہے لیکن میں پھر بھی ایسی گفتگو کر دیتا ہوں جو میرے مجادل کے ذہن کے قریب ہو کیونکہ اس کی زبان پر اکثر یہ رٹ ہے کہ مسلم کی حدیث تمہارے مؤقف کے خلاف ہے۔

اگر مخالف شافعی المسلک ہے

اگر میرا مجادل شافعی مسلک رکھتا ہے

۱۔ تو میں ان سے کہوں گا صحیح مسلم میں یہ بھی تو حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے حالانکہ تم بسم اللہ کے بغیر نماز کی صحت مانتے ہی نہیں ہو۔

۲۔ پھر حدیث صحیح سے ثابت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام' اقتدا کے

نلئے بنایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اختلاف نہ کرو جب وہ رکوع کرے تم
رکوع کرو، جب وہ اٹھے تم بھی اٹھو، جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے
ربنا لک الحمد کہو، جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تم بھی بیٹھ جاؤ، حالانکہ اس
کے مخالف تمہارا معاملہ الٹ ہے، تم امام کی طرح سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہو، جب
امام عذر کی بناء پر بیٹھ کر نماز پڑھائے اور تم میں عذر نہ ہو تو تم کھڑے ہو کر
نماز ادا کرتے ہو نہ کہ بیٹھ کر۔

۳۔ بخاری و مسلم میں حدیثِ تیمم ہے کہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارو پھر
دائیں کو بائیں پر اور ہاتھوں کے ظاہر اور چہرے پر ملو، لیکن تم تیمم میں ایک
ضرب پر اکتفا کرتے ہو اور نہ ہی ہاتھ کے بندوں پر۔

کیا تم بخاری و مسلم کی احادیث کی مخالفت نہیں کر رہے؟ اگر تمہارے پاس
کوئی علم کی بو ہے تو تم کہو گے کہ ان کے مقابلہ میں کچھ دیگر مضبوط دلائل ہیں
جن پر ہمارا عمل ہے تو میں عرض کروں گا کہ یہاں بھی معاملہ ایسا ہی ہے۔
اس کے خلاف بھی اگر کوئی دلیل ہے تو اس طریق سے اسے لایا جائے کیونکہ وہ
ہی طریقہ اس کے لئے اور دیگر مسائل کے لئے ثبوت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

اگر مقابل مالکی ہے

اگر ہمارا مقابل مالکی ہے تو ہم عرض کریں گے۔

۱۔ بخاری و مسلم میں ہے بیع کرنے والے جب تک جدا نہ ہوں انہیں اختیار
ہوتا ہے۔ حالانکہ تم خیارِ مجلس مانتے ہی نہیں ہو۔

۲۔ مسلم میں حدیث صحیح ہے آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور تمام سر کا مسح نہ فرمایا
حالانکہ تم وضو میں تمام سر کا مسح لازم قرار دیتے ہو۔

تم نے احادیثِ صحیحہ کی مخالفت کیوں کی؟ تم یہ کہو گے ان کے مقابل و
معارض احادیث زیادہ قوی ہیں انہیں ہم نے مقدم رکھا تو ہم بھی عرض کریں

گے ہمارا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔

اگر مقابل حنفی ہے

اگر ہمارا مقابل حنفی ہے تو ہم عرض کریں گے

۱۔ بخاری و مسلم میں ہے جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات دفعہ دھویا جائے حالانکہ تم سات دفعہ دھونا لازم قرار نہیں دیتے۔

۲۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں جو فاتحہ نہ پڑھے حالانکہ تم اس کے بغیر بھی نماز صحیح مانتے ہو۔

۳۔ بخاری و مسلم میں ہی ہے پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ تم اعتدال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ حالانکہ تم اطمینان و اعتدال کے بغیر نماز صحیح مانتے ہو۔

۴۔ حدیث میں ہے جب پانی دو قلوں کو پہنچ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا لیکن تم دو قلوں کا اعتبار ہی نہیں کرتے۔

۵۔ بخاری و مسلم میں ہے آپ ﷺ نے مدبر کی بیع فرمائی حالانکہ تم اس کی بیع جائز ہی نہیں مانتے۔

تم نے ان احادیث کی مخالفت کیوں کی؟ یہی کہو گے کہ ان سے بڑھ کر قوی روایات موجود ہیں ان پر عمل کر رہے ہیں' تو ہم نے بھی یہی گزارش کی ہے۔

اگر مقابل حنبلی ہے

اگر ہمارا مقابل حنبلی ہے تو ہم عرض کریں گے۔

بخاری و مسلم میں ہے جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی' انہی دونوں میں یہ بھی ہے کہ رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزہ نہ رکھو حالانکہ تم یوم شک کا روزہ جائز سمجھتے ہو' کیا تم نے بخاری و مسلم کی مخالفت نہیں کی؟ تم جواباً یہی کہو گے ان سے قوی دلائل پر عمل پیرا

ہیں' ہم بھی تو یہی طریقہ عرض کر رہے ہیں۔
آج شاید لوگوں کو اس طریقہ سے بات سمجھ آجائے۔

اگر مقابل محض ناقلِ حدیث ہے

اگر ہمارا مقابل محض ناقلِ حدیث ہے اسے یہ سمجھ نہیں کہ اس میں بیان کیا ہے؟ اس سے یہ عرض کیا جائے کہ متقدمین علماء کا یہ قول ہے "محدث بغیر فقہ اس پنساری کی طرح ہے جو طبیب نہ ہو" یعنی ادویات تو اس کے پاس ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتا ان کا استعمال کہاں ہوتا ہے؟ اور مجتہد بغیر حدیث کے اس طبیب کی طرح ہے جو پنساری نہیں یعنی وہ ادویات کا محل اور استعمال تو جانتا ہے مگر اس کے پاس وہ موجود ہی نہیں۔

رہا بندہ کا معاملہ تو بحمد للہ مجھے حدیث' فقہ' اصول اور دیگر علوم عربیہ معانی و بیان وغیرہ میں خوب مہارت حاصل ہے۔ میں جانتا ہوں گفتگو کا سلیقہ کیا ہوتا ہے' بات کس طرح کرنی چاہیے' استدلال کیسے کیا جاتا ہے' ترجیح دینے کے ضابطے کیا ہیں؟ لیکن میرے مقابل بھائی (اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور تجھے بھی توفیق سے نوازے) تم تو ان میں سے کچھ بھی نہیں جانتے نہ فقہ' نہ اصول' نہ علوم آلیہ اور نہ حدیث میں مہارت اور نہ استدلال کا طریقہ تو جب تک علوم میں مہارت نہ ہو کسی معاملہ میں گفتگو کرنا جائز نہیں ہوتا' آپ سے گزارش ہے کہ تم صرف اسی پر اکتفا کرو جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرما رکھا ہے مثلاً کوئی کسی حدیث کے بارے میں پوچھے تو تم اسے بتاؤ یہ منقول ہے یا نہیں ہے' حفاظ نے اسے صحیح' حسن یا ضعیف قرار دیا ہے' سوائے اس کے تمہارے لئے باقی چیزوں میں فتویٰ دینا جائز نہیں بلکہ جو اس کے اہل ہیں معاملہ ان کے سپرد کر دو۔

لا تحسب المجد تمرا انت اٰکله　　لن تبلغ المجد حتی تلعق الصبرا
(کھجور کھالینا بزرگی نہیں بلکہ صبر و استقامت اختیار کرنا بزرگی ہوتی ہے)

مذاہبِ اربعہ کے مقلدین

اب ایک اور معاملہ مذاہبِ اربعہ کے مقلدین کے سامنے رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مسلم نے صحیح میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا حضور ﷺ کی ظاہری حیات' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں تین طلاقیں ایک ہی قرار دی جاتی تھیں۔

ہمارا ہر طالب علم سے یہ سوال ہے' کیا تمہارا اس حدیث پر عمل ہے اگر اپنی بیوی کو "انت طالق ثلاثا" کہتا ہے تو کیا تمہارے نزدیک اسے فقط ایک ہی طلاق ہو گی' اگر تم کہو ہاں ایک ہی ہو گی تو اس پر معاوضہ کیا جائے گا اور اگر کہو نہیں تین ہوں گی تو تم نے حدیث مسلم کی خلاف ورزی کی؟ اگر تم کہو اس روایت کے معارض احادیث ہیں تو میری عرض یہ ہو گی کہ زیرِ بحث مسئلہ میں بھی اسی طریق کو اپنا لو۔

اس تمام گفتگو سے مقصود یہ تھا کہ مسلم کی ہر حدیث صحیح کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس پر عمل ضروری ہے کیونکہ کوئی اس کا معارض بھی ہو سکتا ہے۔ (اگر وہ قوی ہوا تو اس پر عمل لازم ہو گا)

تیسرا مسلک

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے' اس مسلک کی طرف حفاظ و محدثین وغیرہ کا ایک بہت بڑا گروہ گیا ہے مثلاً امام ابنِ شاہین' امام ابوبکر خطیب بغدادی' امام سہیلی' امام قرطبی' امام محب الدین طبری' علامہ ناصر الدین بن منیر وغیرہم

ان سب نے اس پر اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے ابنِ شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں' خطیب بغدادی نے السابق واللاحق میں' دار قطنی اور ابن عساکر نے غرائب مالک میں سندِ ضعیف کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حجتہ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ مقام جحون سے گزرے تو آپ ﷺ نہایت ہی غمگین اور پریشان تھے' آپ ﷺ کافی دیر وہاں ٹھہرے پھر واپس لوٹے تو نہایت ہی خوش و خرم تھے' میں نے پوچھا تو فرمایا میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر گیا

فسألت اللہ ان یحیھا فاحیاھا فامنت بی وردھا اللہ	میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے زندہ کرنے کے لئے عرض کیا تو
(السابق واللاحق' ۳۷۷)	اس نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ
(الناسخ والمنسوخ' ۲۸۴)	مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو واپس لوٹا دیا۔

اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے بلکہ بعض نے کہا موضوع ہے لیکن درست رائے یہ ہے کہ یہ ضعیف ہی ہے موضوع نہیں میں نے اس پر مستقل رسالہ لکھ دیا ہے۔

امام سہیلی کی رائے

امام سہیلی نے الروض الانف میں ایک سند سے اسے ذکر کیا اور کہا اے سید:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے مجہول ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے والدین کے زندہ کرنے کی دعا کی

فاحیاھما لہ فامنا بہ ثم اماتھما (الروض، ۱ = ۱۱۳)

تو وہ دونوں زندہ ہوئے اور آپ ﷺ پر ایمان لائے پھر انہیں موت دے دی گئی۔

سہیلی اس کے بعد لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے اس کی رحمت اور قدرت کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں اور اس کے نبی ﷺ اس لائق ہیں کہ وہ ان پر جس قدر چاہے اپنی نوازشات، کرم اور فضل کی بارش فرمائے۔

امام قرطبی کی رائے

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ زندہ ہونے والی حدیث اور بخشش کی اجازت نہ ملنے والی حدیث ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ زندہ ہو کر ایمان لانے والی حدیث دوسری سے بعد کی ہے کیونکہ حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے واضح ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے اس بناء پر امام ابنِ شاہین نے اسے مذکورہ روایات کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔ (التذکرہ، ۱۷۶)

علامہ ناصر الدین بن منیر مالکی

علامہ ناصر الدین بن المنیر مالکی "المقتفی فی شرف المصطفیٰ" میں لکھتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ کے لئے بھی مردوں کا زندہ ہونا ثابت ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے۔ آگے چل کر کہتے ہیں حدیث میں ہے جب آپ ﷺ کو کفار کے لئے دعا سے منع کر دیا گیا

دعا اللہ ان یحی لہ ابویہ فاحیاھما فامنا بہ وصدقا وماتا

تو حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے والدین کو زندہ کرنے کے لئے

مؤمنین عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تصدیق کی اور پھر حالتِ ایمان میں ان پر موت آئی۔

امام قرطبی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے فضائل و کمالات میں وصال تک اضافہ و ترقی ہوتی رہی لہٰذا (یہ زندہ ہو کر ایمان لانا) انہی اکرامات میں سے ہے اور فرمایا ان کا زندہ ہو کر ایمان لانا نہ عقلی طور پر محال ہے اور نہ شرعی طور پر، قرآن مجید میں ہے بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کے بارے میں بتایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ فرماتے، اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کے ہاتھوں مردوں کی ایک پوری جماعت زندہ ہوئی، پھر فرمایا جب یہ سب کچھ ثابت ہے تو آپ ﷺ کے کمالات و اعزازات میں اضافہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کے والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے میں کون سی رکاوٹ اور مانع ہے؟ (التذکرہ، ۸)

حافظ فتح الدین بن سید الناس نے السیرۃ میں حدیث احیاء اور عذاب والی حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا، بعض اہلِ علم نے ان روایات میں موافقت پیدا کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال اور رفیق اعلیٰ کے پاس جانے سے پہلے آپ ﷺ کے فضائل، درجات اور کمالات میں مسلسل ترقی ہوتی گئی تو ممکن ہے یہ مقام آپ ﷺ کو پہلے حاصل نہ ہو جو اب حاصل ہو گیا تو زندہ ہو کر ایمان لانے والی احادیث دیگر روایات کے بعد کی ہیں، لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض ہی نہیں۔ (عیون الاثر، ۱ = ۱۷۳)

بعض اہلِ علم نے سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی آمد اور اس پر آپ ﷺ کے استقبال کا ذکر کرنے کے بعد لکھا

هذا جزاء الام عن ارضاعه لكن جزاء الله عظيم
(یہ رضاعی ماں کی جزا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم جزا ہوگی)
وکذلک ارجو ان یکون لامه عن ذلک آمنة بدار نعیم
(امید ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی حقیقی والدہ کو جزا کے طور پر جنت عطا فرمائے گا)

ویکون احیاها الاله وآمنت بمحمد فحدیثها معلوم
(اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ حضور ﷺ پر ایمان لائیں اور یہ حدیث مشہور ہے)
فلربما سعدت به ایضا کما سعدت به بعد الشفاء حلیمه
(یہ سعادت انہیں بھی نصیب ہوئی جیسا کہ شفا کے بعد حلیمہ کو نصیب ہوئی)
حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی نے اپنی کتاب "مورد الصادی فی مولد الہادی" میں حدیث احیاء والدین ذکر کرنے کے بعد کہا
حبا الله النبی مزید فضل علی فضل وکان به رؤوفا
(اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی ﷺ پر خوب فضل ہے اور آپ ﷺ پر نہایت ہی مہربانی ہے)

فاحیا الله امه وکذا اباه لایمان به فضلا لطیفا
(اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی والدہ اور والد پر لطف فرماتے ہوئے زندہ فرمایا تاکہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں)
فسلم فالقدیم بذا قدیر وان کان الحدیث به ضعیفا
(یہ تسلیم کر لو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اگرچہ اس بارے میں حدیث ضعیف ہے)

خاتمہ چوتھا قول

علماء کی ایک جماعت کے ہاں یہ مسلک قوی نہیں وہ حدیث مسلم وغیرہ کو اپنے ظاہر پر ہی رکھتے ہیں۔ وہ نسخ وغیرہ بھی نہیں مانتے اس کے باوجود وہ کہتے ہیں

لا یجوز لاحد ان یذکر ذلک — کسی کے لئے بھی یہ بیان کرنا ہرگز جائز نہیں۔

امام سہیلی نے روض الانف میں حدیث مسلم کے بعد لکھا' ہمارے لئے ہرگز یہ مناسب نہیں کہ ہم آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں ایسی بات کہیں' آپ ﷺ کا مبارک فرمان ہے

لا تؤذو الاحیاء بسب الاموات — فوت شدہ کو برا کہہ کر زندوں کو اذیت نہ دو۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ — بے شک وہ لوگ جو اللہ و رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت۔

قاضی ابوبکر بن العربی کا فتویٰ

قاضی ابوبکر بن العربی مالکی سے اس آدمی کے بارے میں سوال ہوا جو کہتا ہے حضور ﷺ کے آباء آگ میں ہیں تو انہوں نے فرمایا وہ شخص ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ (الاحزاب - ۵۷)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت۔

اور فرمایا

ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیہ انہ فی النار

اس سے بڑھ کر کیا اذیت ہو سکتی ہے کہ یہ کہا جائے ان کے والد آگ میں ہیں۔

پانچواں قول

بعض علماء نے پانچواں قول اختیار کیا اور وہ ہے توقف (خاموشی)۔ امام تاج الدین فاکہانی نے الفجر المنیر میں لکھا

اللہ اعلم بحال ابویہ

آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

امام باجی نے شرح موطاء میں لکھا بعض علماء نے فرمایا حضور ﷺ کو فعل مباح وغیرہ سے بھی اذیت دینا جائز نہیں۔

ہاں دوسرے لوگوں کو فعل مباح کے ساتھ اذیت جائز ہے اس سے ممانعت نہیں اور نہ ہی ایسا کرنے والے پر گناہ ہے پھر لکھا یہی وجہ ہے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا

انما فاطمۃ بضعۃ منی

فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

اور میں نہیں حرام کرتا جو میرے اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا ہے لیکن

والله لا تجتمع ابنۃ رسول اللہ
وابنۃ عدو اللہ عند رجل ابدا
(المنتقیٰ شرح المؤطا)

اللہ کی قسم ! رسول اللہ کی بیٹی
اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک
آدمی کے ہاں جمع نہیں ہو سکتیں۔

جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مباح عمل سے بھی آپ ﷺ کو اذیت پہنچانا ہرگز جائز نہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم
اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم
عذابا مھینا .والذین یؤذون
المؤمنین والمؤمنات بغیر ما
اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما
مبینا
(الاحزاب ۔ ۵۷ ۔ ۵۸)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول
کو اذیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی
لعنت دنیا و آخرت میں اور ان
کے لئے رسوا کن عذاب تیار ہے
اور جو لوگ اہل ایمان مرد اور
خواتین کو اذیت دیتے ہیں اس
کے علاوہ جو انہوں نے کیا تو وہ
اٹھاتے ہیں بہتان عظیم

غور کیجئے اہل ایمان کی اذیت کے ساتھ ایک شرط عائد ہے "جو انہوں نے نہ کیا"

واطلق الاذی فی خاصۃ النبی
صلی اللہ علیہ وسلم من غیر
شرط

لیکن حضور ﷺ کے بارے میں
اذیت کے حوالے سے کوئی شرط
نہیں۔

یعنی ہر حال میں آپ ﷺ کو اذیت دینا حرام و منع ہے۔

عادت عليه صحة السادس فما … في الجاهلية للضلالة بعرف
فلامه وأبوه حسن سبهما … دارت من الأبات ما لا يوصف
وجماعة ذهبوا إحسانه … أبويه حتى آمنا لا خوفوا
وروى ابن شاهد - بنا سنداً … في ذاك لكن الحديث مضعف
هذا مسالك لو سرد بعضها … لكفى فكيف لها إذا تتألف
وبحسب من لا برنعيها صحنه … أدبا ولكن ابن من هو منصف
صلى الإله على النبي محمد … ما جدد الدين الحنيف محنف

والدین کریمین اور حدیث

امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہمیں ابوالحسین بن بشران نے انہیں ابو جعفر رازی نے انہیں یحییٰ بن جعفر نے انہیں زید بن حباب نے ان سے یاسین بن معاذ نے انہیں عبداللہ بن یزید نے ان سے طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

لو ادرکت والدی و احدهما وانا فی صلاۃ العشاء وقد قرأت فیها بفاتحة الکتاب فنادی یا محمد لاجبتها لبیک

(شعب الایمان' ۶ = ۱۹۵)

کاش میں اپنے والدین دونوں یا کسی ایک کو پا لیتا اور میں نماز عشا ادا کر رہا ہوتا اور سورۃ الفاتحہ بھی پڑھ چکا ہوتا اور وہ مجھے اے محمد! کہہ کر بلاتے تو میں اسی وقت حاضر ہو جاتا۔

امام بیہقی فرماتے ہیں یاسین بن معاذ ضعیف راوی ہیں۔

فائدہ

شیخ ازرقی تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں ہمیں محمد بن یحییٰ نے عبدالعزیز بن

عران سے ان سے ہشام بن عاصم سے بیان کیا' جب ہم غزوۂ احد کے موقعہ پر حضور ﷺ کی طرف نکلے اور مقام ابواء پر ہمارا پڑاؤ ہوا تو ہندہ بن عتبہ نے ابوسفیان کو کہا کاش: تم محمد کی والدہ کی قبر اکھاڑو اگر تم میں سے کوئی قیدی بنا تو تم ان کی والدہ کو بطور فدیہ دے دینا' ابوسفیان نے یہ بات قریش سے کہی تو انہوں نے کہا یہ دروازہ نہ ہی کھولو ورنہ بنوبکر ہمارے مردوں کو بھی نکال پھینکیں گے۔ (اخبار مکہ' ۲ = ۲۷۲)

فائدہ

حضور ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ ؓ کے یہ اشعار ہیں' جنہیں امام صلاح الدین صفدی نے تذکرہ میں نقل کیا

لقد حکم السارون فی کل بلدة　　بان لنا فضلا علی سادة الارض

(ہر شہر میں یہ اطلاع ہے کہ ہمیں تمام زمین کے سرداروں پر فضیلت ہے)

وان ابی ذو المجد والسود والذی　　یشاربه ما بین بسر الی حفص

(میرے والد (عبدالمطلب) صاحب بزرگی اور ایسے سردار تھے کہ بسر سے لے کر حفص تک انہی کی طرف اشارہ کیا جاتا تھا)

وجدی و آباء له ابلوا بالعلی　　قدیما لطلب العرف والحسب المحض

(اور میرے دادا اور ان کے آباء کے لئے بلندیاں پرانی ہو گئیں سب لوگوں نے اپنا تعارف اور حسب و نسب کی بہت کوششیں بھی کیں)

تصنیف
امام جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ و تحقیق
مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز ۔ لاہور

نام کتاب: التعظیم والمنة فی ان ابوی رسول الله ﷺ

مصنف: امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)

ترجمہ کا نام: والدین مصطفی ﷺ جنتی ہیں

مترجم: مفتی محمد خان قادری

اہتمام: علامہ محمد فاروق قادری

پروف ریڈنگ: حافظ ابوسفیان نقشبندی

ناشر: حجاز پبلی کیشنز لاہور

اشاعت اول: ۱۹۹۹ء

اشاعت دوم: ۲۰۱۲ء

ملنے کے پتے

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ۱، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048.

انتساب

استاذ العلماء حضرت العلام مولانا محمد نواز نقشبندی دامت برکاتھم العالیہ

کے نام

۱۔ جن پر مسندِ تدریس آج بھی فخر کرتا ہے۔

۲۔ علم دین کے لئے جن کی خدمات مثالی ہیں۔

۳۔ جنھوں نے خدمت دین کو حصولِ دنیا کا ذریعہ بنانے کی بجائے اپنا ایمان اور فریضہ سمجھا۔

محمد خان قادری

التعظيم والمنة

في

أن أبوي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في الجنة

للشيخ العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي

المتوفى سنة ٩١١هـ ١٥٠٥م

قدم له وشرحه وعلق عليه

الدكتور محمد عز الدين السعيدي

۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفی ' وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

میں نے یہ فتویٰ دیا کہ مختار قول یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی والدہ ماجدہ اہل توحید ہیں ان کا حکم ان لوگوں کا ہے جو دور جاہلیت میں دین حنیفی اور دین ابراہیمی پر تھے انہوں نے کبھی بت پرستی نہیں کی مثلاً" زید بن عمرو بن نفیل اور ان کے ساتھی میں نے یہ بھی واضح کیا کہ جس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی والدہ کا زندہ ہو کر ایمان لانے کا تذکرہ ہے وہ موضوع نہیں جیسا کہ حفاظ محدثین کی ایک پوری جماعت کا موقف ہے بلکہ وہ اس ضعیف قسم کی روایت ہے جس کو فضائل میں خصوصاً اس مقام پر قبول کیا جائے گا" اس فتویٰ میں جن دو امور کا ذکر ہے ان پر میں دلائل ذکر کرتا ہوں آیئے دلائل کا بیان سنئے۔

امام ابن شاہین اور روایت مذکورہ

امام ابن شاہین نے مکمل سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مقام حجون پر غمگین اور پریشان ہوئے اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مشیت الٰہیہ کے مطابق قیام فرمایا پھر نہایت ہی خوشی میں واپس لوٹنے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حجون میں غمگین و پریشان حالت میں تشریف فرما ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بحالت خوشی واپس تشریف لائے ہیں یہ کیا معاملہ؟ فرمایا۔

سالت ربی عزوجل فاحیالی امی فامنت بی ثم ردھا (الناسخ والمنسوخ ' ۲۸۴)

میں نے اپنے رب بزرگ و برتر سے عرض کیا تو اس نے میری والدہ کو زندہ فرمایا وہ مجھ پر ایمان لائیں اور اس نے انہیں واپس کر دیا۔

ابن جوزی کا اعتراض

شیخ ابن جوزی نے اسی روایت کے بارے میں الموضوعات میں کہا حافظ ابوالفضل بن ناصر نے کہا یہ حدیث موضوع ہے اور محمد بن زیاد (نقاش) ثقہ نہیں اور احمد بن یحیی اور محمد بن یحیی دونوں مجہول ہیں۔ (الموضوعات' ۱=۲۸۴)

دونوں مجہول نہیں

میں کہتا ہوں محمد بن یحیی مجہول نہیں' امام ذہبی نے میزان اور مغنی دونوں میں یوں ذکر کیا ہے۔ محمد بن یحیی ابوغزیہ مدنی زہری کے بارے میں دار قطنی نے کہا متروک ہیں اور ازدی نے ضعیف کہا تو یہ ضعف میں معروف ہیں نہ کہ وضع میں' جس شخص کے حالات کا یوں بیان ہو اس کی حدیث درجہ موضوع پر نہیں ہوتی بلکہ وہ ضعیف کے درجہ پر ہوتی ہے۔

احمد بن یحیی حضری بھی مجہول نہیں امام ذہبی نے میزان میں کہا انہوں نے حرملہ تجیبی سے روایت لی اس کی حدیث معتبر ہوتی ہے۔

ابوسعید بن یونس نے انہیں لین کہا اور جس شخصیت کے ایسے حالات ہوں اس کی حدیث معتبر ہوتی ہے۔

محمد بن زیاد کا مقام

اسی طرح محمد بن زیاد اگر وہ نقاش ہیں جیسا کہ مذکور ہے تو وہ علماء قرأت میں سے اور ائمہ تفسیر میں سے ایک ہیں۔ امام ذہبی نے میزان میں کہا یہ ضعیف ہونے کے باوجود اپنے دور کے قراء کے استاذ ہیں۔ شیخ ابو عمرو دانی نے ان کی بہت تعریف و ثنا کی ہے ہاں ان سے منکر احادیث مروی ہیں اس کے باوجود وہ اس میں منفرد نہیں کیونکہ ابوغزیہ سے یہ اور دو اسناد سے بھی مروی ہے۔

حافظ محب الدین طبری اور روایت

حافظ محب الدین طبری نے السیرۃ میں مکمل سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ

تعالی عنہا سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حجون غمگین حالت میں اترے اور مشیت الہی کے مطابق وہاں قیام فرمایا پھر وہاں سے خوش و مسرور واپس لوٹے اور فرمایا۔

سالت ربی فاحیالی امی فامنت بی ثم ردھا (خلاصہ السیر '۲۱)

میں نے اپنے رب سے عرض کیا تو اس نے میری والدہ کو زندہ فرمایا اور مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ تعالی نے انہیں واپس لوٹا دیا۔

امام ذہبی نے اس حدیث کے بارے میں ابن جوزی کی تین مذکورہ علتوں میں سے کوئی ایک بھی ذکر نہیں کی بلکہ انہوں نے میزان میں کہا عبدالوہاب بن موسی نے عبدالرحمن بن ابی زناد سے حدیث ذکر کی ہے۔

ان اللہ احیالی امی فامنت بی

اللہ تعالی نے میری والدہ کو زندہ فرمایا اور مجھ پر ایمان لائیں۔

نہیں معلوم کہ کس جھوٹے نے یہ بیان کیا' کیونکہ یہ روایت ایسا کذب ہے جو آپ ﷺ کے اس صحیح فرمان کے مخالف ہے کہ میں نے اللہ تعالی سے ان کے لئے استغفار کی اجازت چاہی تو اجازت نہ ملی۔

روایت میں دو علتیں

کیونکہ یہ حدیث اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیارت کی اجازت ملی لیکن استغفار کی اجازت نہ ملی۔

الغرض انہوں نے حدیث میں دو علتوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ عبدالوہاب بن موسی مجہول ہیں۔

۲۔ حدیث صحیح کے مخالف ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ عبدالوہاب امام مالک کے راویوں میں معروف ہیں اور یہ حدیث انہوں نے موصوف سے ہی روایت کی ہے۔

امام ابوبکر خطیب بغدادی

خطیب بغدادی نے جس سند سے روایت نقل کی ہے اس کے آخر میں ہے

عبدالوہاب بن موسیٰ نے مالک بن انس سے انہوں نے ابو زناد سے انہوں نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجتہ الوداع کے موقعہ پر ہمارے ساتھ مقام حجون سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت پریشان اور غمگین تھے حتیٰ کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کی وجہ سے رو پڑی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے اترے اور فرمایا حمیرا یہاں رکو میں نے اونٹ کے پہلو کے ساتھ ٹیک لگا لی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی دیر وہاں ٹھہرے رہے پھر واپس لوٹے تو نہایت خوش تھے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو رہے تھے جس کی وجہ سے میں بھی رو پڑی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت خوش و خرم واپس لوٹے یہ کیا معاملہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ذہبت بقبرامی فسألت اللہ ان یحیھافاحیاھا فاٰمنت بی وردھا اللہ تعالیٰ (السابق والاحق ۲۷)	میں اپنی والدہ کی قبر پر گیا میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے زندہ کرنے کے بارے میں عرض کیا اس نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں۔

اس سند سے اسے دار قطنی نے غرائب مالک میں ذکر کیا اور کہا باطل ہے ابن عساکر نے بھی غرائب مالک میں ذکر کیا اور کہا منکر ہے، ابن جوزی نے بھی اسے الموضوعات میں ذکر کیا لیکن اس کے راویوں پر کلام نہ کیا، ذہبی نے میزان میں کہا علی بن ایوب ابوالقاسم الکعبی نے ابن یحییٰ زہری سے روایت کیا جو معروف نہیں۔ میں کہتا ہوں اس طریق کے بارے میں آشکار ہو چکا ہے۔ کہ یہ عبدالوہاب بن موسیٰ وہی ہیں جنہیں ابوالعباس زہری کہا جاتا ہے۔ خطیب بغدادی نے انہیں امام مالک کے راویوں میں ذکر کرتے ہوئے ان سے امام مالک کے حوالے سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ سعید بن حکم نے ابن ابی مریم مصری سے انہیں عبدالوہاب بن موسیٰ زہری نے

انہیں مالک نے انہیں عبداللہ بن دینار نے انہیں سعد مولیٰ عمر بن خطاب نے بیان کیا کہ حضرت کعب الاحبار نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا میں نے کتاب الٰہی میں پڑھا کہ تم جہنم کے دروازے پر کھڑے لوگوں کو اس میں گرنے سے منع کر رہے ہو تو جب تم فوت ہو جاؤ تو لوگ قیامت تک اس میں گرتے رہیں گے۔
یہ اثر امام مالک سے معروف ہے۔ اسے ابن سعد نے بھی طبقات میں معن بن عیسٰی سے انہوں نے امام مالک سے سند کے ساتھ ذکر کیا' اور دونوں کا متن ایک ہی ہے تو امام مالک سے معروف روایت کرنے کی وجہ سے عبدالوہاب کی دوسری روایت میں جہالت ختم ہو گئی تو اب عبدالوہاب سے روایت ان دو اسناد سے ہے

۱۔ عبدالوہاب عن مالک عن ابی الزناد عن ہشام

۲۔ عن الرحمن بن ابی زناد عن ہشام

یعنی ایک میں تفصیل ہے جبکہ دوسری میں نہیں۔

مذکورہ روایت میں اضافہ

اس سند سے روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ یہ واقعہ حجتہ الوداع کا ہے تو اسی سے دوسرے اعتراض کا جواب آگیا کہ یہ حدیث استغفار کے منافی ہے۔ کیونکہ زیارت کا واقعہ فتح مکہ کے سال کا ہے جیسا کہ حدیث بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے اور یہ زندہ ہو کر ایمان والے واقعہ سے دو سال پہلے کی بات ہے یہی وجہ ہے کہ امام ابن شاہین نے اس روایت کو اپنی کتاب (الناسخ والمنسوخ ص ۲۸۴ میں ذکر کیا اور حدیث زیارت و استغفار کو پہلے ذکر کیا اور اسے منسوخ اور بعد میں حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر کے اسے ناسخ قرار دیا اور یہ نہایت ہی خوبصورت اور روشن عمل ہے۔

امام قرطبی کی تائید

امام قرطبی نے بھی اس کی اتباع کرتے ہوئے التذکرہ میں حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے والدین زندہ ہو کر ایمان لائے اور فرمایا ان روایات میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ زندہ ہو کر ایمان لانا' استغفار کے معاملہ کے بعد کا ہے اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حجتہ الوداع والی حدیث شاہد ہے۔ اسی طرح امام ابن شاہین نے اسے مذکورہ روایت کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔

امام ابن شاہین نے سند کے ساتھ یہ روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ذکر کی کہ ملیکہ کے بیٹے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری والدہ بڑی مہمان نواز تھی لیکن اس نے دور جاہلیت میں بچی کو زندہ درگور کیا تھا ہماری ماں کہاں ہے؟ فرمایا تمہاری ماں آگ میں ہے ان دونوں پر یہ بات نہایت شاق گزری جب وہ اٹھ کر چلنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں طلب کیا اور فرمایا میری ماں' تمہاری ماں کے ساتھ ہے' ایک منافق نے کہا یہ اپنی ماں کو نہیں بچا سکا جیسا کہ ملیکہ کے بیٹے اپنی ماں کو نہیں بچا سکے۔ تو ایک انصاری نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا معاملہ اور ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

سالتهما ربی فیعطنی فیهما وانی لقائم المقام المحمود (المستدرک ۲: ۳۹۶)

میں نے اپنے رب سے ان کے بارے میں عرض کیا تو مجھے ان کے بارے میں عطا کیا گیا اور میں مقام محمود پر قیام کروں گا۔

متعدد فوائد

امام حاکم نے مستدرک میں اسے ذکر کیا اور صحیح کہا اس حدیث میں متعدد فوائد ہیں۔

۱۔ میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے حضور والدین کے لئے دعا سے پہلے کی بات ہے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں مجھے عطا کر دیا جو اس (زندہ ہو کر ایمان لانا) کے امکان پر شاہد ہے۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اس بات کے جواز کے قائل تھے اور وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا یہ تقاضا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ و خصائص میں سے ہے۔

والدین کے لئے بطریق اولی

ابن سعد نے طبقات میں سند کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اترجو لابی طالب؟ ابو طالب کے بارے میں آپ ﷺ کیا امید رکھتے ہیں۔

آپ نے فرمایا

کل الخیر ارجو من ربی میں اپنے رب سے تمام خیر کا امیدوار ہوں۔ (الطبقات ۱=۴۴)

یاد رہے یہ امیدواری ابو طالب کے بارے میں ہے جنہوں نے دعوت اسلام پائی، جن پر اسلام پیش کیا گیا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

فلابویہ اولی تو یہ امیدواری والدین کے حوالے سے تو بطریق اولیٰ ہونی چاہئے۔

ایک اور روایت

امام سہیلی نے الروض الانف میں سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

سئل ربه ان یحیی ابویه فاحیاهماله فامنا به ثم اماتهما

اپنے رب سے ان کے زندہ کرنے کے بارے میں عرض کیا تو اس نے انہیں زندہ فرما دیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور انہیں پھر موت دیدی۔

اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اس کی رحمت و قدرت کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لائق ہیں کہ وہ انہیں جس فضل و انعام سے چاہے مخصوص فرما دے۔ (الروض الانف ١: ١١٣)

ابن دحیہ کے دلائل

امام قرطبی لکھتے ہیں حافظ ابوخطاب عمر بن دحیہ نے کہا کہ حدیث احیاء والدین موضوع ہے اور اس کی تردید قرآن کریم اور اجماع بھی کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا الذین یموتون وھم کفار (النساء ١٨)

اور نہ وہ لوگ جو کفر کی حالت میں فوت ہوئے۔

یہ بھی ارشاد مبارک ہے۔

فیمت وھو کافر (البقرہ ٢١٧)

جو فوت ہوا وہ حالت کفر میں تھا۔

تو جو شخص کفر پر مرا اسے لوٹ کر ایمان لانے سے نفع نہیں ہو سکتا اگر کوئی بوقت موت فرشتوں وغیرہ کو دیکھ کر ایمان لے آتا ہے تو اس کا ایمان نفع نہیں دے سکتا تو لوٹنے کے بعد ایمان کیسے نافع ہو سکتا ہے؟

اس طرح تفسیر میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی میرے والدین کا معاملہ کیا ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ولاتسئل عن اصحاب الجحیم (البقرہ ۱۱۹) اصحاب دوزخ کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا۔

ابن دحیہ کا رد

امام قرطبی فرماتے ہیں جو کچھ ابن دحیہ نے کہا یہ سب محلِ نظر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات عالیہ اور خصائص و فضائل میں وصال تک مسلسل اضافہ ہوتا رہا تو یہ (زندہ ہو کر ایمان لانا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و خصائص میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نوازا اور والدین کا زندہ ہو کر ایمان نہ تو عقلاً محال ہے اور نہ شرعاً۔ قرآن مجید میں ہے کہ بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کی خبر دی اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مردے زندہ ہوتے' خود ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں مردوں کی ایک جماعت زندہ ہوئی۔

جب یہ تمام ثابت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت و کرامت اور عظمت کے اضافہ کے پیش نظر والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے سے کون سی شی مانع ہے؟ اور پھر باقاعدہ حدیث میں اس کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ جو کچھ ابن دحیہ نے کہا وہ تو ان کا حکم ہے جو حالت کفر پر فوت ہوا ہو۔

باقی ان کا یہ کہنا کہ جو شخص حالت کفر پر فوت ہوا الخ اس حدیث کی بنا پر مردود ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سورج لوٹا دیا یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز ادا کی' امام طحاوی نے اسے ذکر کر کے کہا یہ حدیث ثابت ہے' اگر رجوع شمس نافع نہ ہوتا اور نہ ہی وقت لوٹتا تو ان لوٹانے کا فائدہ کیا؟ یہی معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے وقت لوٹا دیا۔

حضرت یونس کی قوم کا ایمان

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم دیکھئے قول مختار کے مطابق ان کا ایمان اور تو
اس وقت قبول ہوا جب وہ عذاب میں گھر چکے تھے۔ اور قرآن کا ظاہر بھی اسی قول کی
تائید کر رہا ہے۔

آیت کا صحیح مفہوم

رہا آیت مبارکہ کا معاملہ تو اس میں کے ایمان لانے سے پہلے عذاب کا تذکرہ ہے

(التذکرہ، ۱۸/۱۷)

میں کہتا ہوں امام قرطبی کا رجوع شمس سے وقت لوٹنے پر استدلال بہت ہی خوب ہے کی
وجہ ہے کہ انہوں نے نماز کی ادائیگی کا حکم لگایا ورنہ رجوع میں کیا فائدہ، کیونکہ قضا تو
غروب کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔

ایک اور واضح استدلال

لیکن میرے سامنے اس سے بھی زیادہ واضح استدلال ہے کہ اصحاب کہف آخری
دور میں اٹھیں گے حج کریں گے اور مزید شرف پانے کے لئے اس امت میں شامل
ہونگے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔

اصحاب الکہف اعوان المہدی اصحاب کہف امام مہدی کے معاون ہونگے۔

اسے ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا۔

آپ نے دیکھا موت کے بعد اصحاب کہف کے عمل کا اعتبار کیا جا رہا ہے تو اس
میں کون سی بدعت والی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
والدین کے لئے ایک عمر مقرر فرمائی پھر انہیں مقررہ وقت سے پہلے موت دیدی پھر
انہیں بقیہ لمحات پورے کرنے کے لئے زندہ فرمایا اور ان میں وہ ایمان لائے تو اس
ایمان کا اعتبار کیا جائے گا۔

درمیان میں مدت فاصلہ کی تاخیر میں حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ ان تمام کمالاتِ و فضائل پر ایمان لاسکیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے جیسا کہ اصحاب کہف کی موت میں تاخیر کا سبب یہی ہے کہ اس امت میں شمولیت کا درجہ پا سکیں۔

یہ قرآن کے خلاف نہیں

ابن دحیہ کا کہنا کہ یہ حدیث ظاہر قرآن کے خلاف ہے محدثین کے طریقہ پر نہیں، حافظ ابوالفضل بن طاہر مقدسی نے "الایضاح" میں کہا بخاری کی اسراء کے بارے میں روایت کو ابن حزم نے اس لئے موضوع قرار دیا کہ وہ اسراء کے بارے میں دیگر احادیث صحیح کے مخالف ہے۔ پھر اس کا رد کرتے ہوئے کہا کہ ابن حزم اگرچہ مختلف علوم میں امام ہیں مگر انہوں نے تعلیلِ حدیث میں حفاظِ حدیث کا طریقہ اختیار نہیں کیا، حفاظ تو حدیث میں سند کے اعتبار سے علت لاتے ہیں جو اس کے لئے سیڑھی کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن انہوں نے علت الفاظ کی بنا پر ذکر کی ہے۔

یہ حدیث حجت نہیں

رہی وہ حدیث جس میں اس چیز کا تذکرہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے والدین کا کیا حال ہے؟ تو یہ معضل و ضعیف ہے لہذا اس سے استدلال درست نہیں۔

ابن سید الناس کی رائے

حافظ فتح الدین بن سید الناس سیرۃ میں ابن اسحاق کی روایت ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالب موت کے وقت اسلام لے آئے تھے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ بنت وہب بھی ایمان لائے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور ایسی ہی روایت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے بارے میں بھی ہے

پھر لکھا یہ مذکورہ روایت اس حدیث کے مخالف ہے جسے امام احمد نے حضرت رزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا میں نے عرض کیا یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری والدہ کہاں ہے؟ فرمایا تیری والدہ آگ میں ہے۔ میں نے عرض کیا آپ کے ساتھ اہل کہاں ہیں؟ فرمایا تو خوش نہیں کہ تیری والدہ میری والدہ کے ساتھ ہو؟

پھر لکھتے ہیں بعض اہل علم نے ان روایات میں یوں موافقت پیدا کی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات عالیہ اور مقامات میں وصال تک ترقی واضافہ ہوتا رہا تو ممکن ہے یہ درجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعد میں حاصل ہوا اور پہلے نہ تھا تو زندہ ہو کر ایمان لانا دوسری احادیث کے بعد ہوا لہٰذا ان میں کوئی تعارض نہیں۔

(عیون الاثر ۲' = ۱۷۳)

حافظ ابن حجر کی تحقیقی گفتگو

میں کہتا ہوں میری یہ تمام گفتگو حدیث پر اس وقت تھی جب میں اس پر کسی دوسرے کے کلام سے آگاہ نہیں تھا۔ پھر میں نے لسان المیزان از امام الحفاظ ابوالفضل ابن حجر کا مطالعہ کیا تو میں نے عبدالوہاب کے حالات میں یہ عبارت پائی' میں کہتا ہوں ذہبی نے اس جگہ ظن کی بنا پر کلام کیا اور اس حدیث کو متہم کرنے سے سکوت اختیار کیا اور دار قطنی نے غرائب مالک میں کہا' امام مالک سے' انہوں نے ابوزناد سے انہوں نے ہشام سے انہوں نے عروہ سے' انہوں نے اپنے والد سے' انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو دو احادیث روایت کی ہیں۔ وہ منکر اور باطل ہیں' پھر انہوں نے اس حدیث کو بطریق علی بن احمد کعبی عن ابی غزیہ روایت کر کے کہا یہ مالک پر کذب ہے یہ سارا بوجھ ابو غزیہ پر ہے۔ اس میں جھوٹا وہ خود ہے۔ یا اس سے روایت کرنے والا' اور عبدالوہاب بن موسیٰ میں کوئی حرج نہیں۔

پھر حافظ ابن حجر نے فرمایا ابن جوزی نے الموضوعات میں زاہد عمر بن ربیع سے ان سے علی بن ایوب کعبی نے ان سے محمد بن یحیی ابوغزیہ زہری نے ان سے عبدالوہاب بن موسیٰ نے حدیث نقل کی پھر انہوں نے ایک اور سند کا ذکر کرتے ہوئے

اس میں محمد بن حسن نقاش مفسر کے بارے میں کہا وہ کہتے ہیں احمد بن یحیی نے
ان سے محمد بن یحیی نے اور انہوں نے عبدالوہاب سے بیان کیا پھر لکھا ابن جوزی
کہتے ہیں نقاش ثقہ نہیں احمد بن یحیی اور محمد بن یحیی دونوں مجہول ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ان کا قول "علی بن ایوب کعبی" تو ان کی موافقت
میں ابن عساکر نے یہ حدیث طویلا ذکر کی ہے جیسا کہ عمر بن ربیع کے حالات میں آرہا
ہے۔ دار قطنی نے ان کے والد کا نام احمد بیان کیا ہے۔

محمد بن یحیی مجہول نہیں

محمد بن یحیی مجہول نہیں بلکہ وہ معروف ہیں ابو سعید بن یونس کی تاریخ میں ان
کے عمدہ حالات تحریر ہیں دار قطنی نے ان پر وضع کا الزام لگایا ہے۔ اور یہ ابو غزیہ محمد
بن یحیی زہری ہیں' ان کا تذکرہ اپنے مقام پر آئے گا۔

احمد بن یحیی کون ہے؟

احمد بن یحیی کے بارے میں نقاش کے ذریعے بھی کچھ امتیاز نہیں ہوتا کیونکہ
ان کے طبقہ میں احمد بن یحیی نام کی پوری جماعت ہے۔ اس سند کے سب سے
زیادہ جو قریب محسوس ہوتے ہیں وہ احمد بن یحیی بن زکریا ہیں کیونکہ وہ مصری ہیں
اور علی کعبی بھی مصری ہیں جیسا کہ امام دار قطنی نے کہا ہے۔

عبدالوہاب بن موسیٰ رواۃ مالک سے ہیں

خطیب نے زیر بحث عبدالوہاب بن موسیٰ کو امام مالک کے راویوں سے ذکر کیا اور
کہا ان کی کنیت ابوالعباس ہے اور انہوں نے بطریق سعید بن ابی مریم ان سے امام مالک
ان سے عبداللہ بن دینار نے ایک اثر موقوف ذکر کیا جس میں حضرت عمر سے حضرت
کعب الاحبار کی گفتگو ہے پھر کہا اس میں یہ منفرد ہیں لیکن ان پر کوئی جرح ذکر نہیں
کی۔ اسے دار قطنی نے غرائب مالک میں ذکر کے کہا یہ مالک سے حجت کے ساتھ ثابت
ہے۔

ابن جوزی نے اپنے استاذ شیخ محمد بن ناصر سے نقل کیا کہ یہ حدیث (احیاء والدین) موضوع ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی قبر انور مقام ابواء میں ہے' جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہے لیکن ابوغزیہ کا خیال ہے کہ وہ مقام حجون پر ہے تو ابن جوزی نے اسے موضوع کہا اور یہ بھی کہا کہ یہ اس حدیث بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ہے جسے جوزقانی نے کتاب الاباطیل میں ذکر کیا۔

عمر بن ربیع کے حالات اور عبدالوہاب بن موسیٰ سے مروی حدیث ابوغزیہ پر مزید گفتگو آئے گی یہ وہ گفتگو تھی جو لسان المیزان میں عبدالوہاب کے حالات میں حافظ ابن حجر نے کی۔

احمد بن یحییٰ ممتاز ہیں

حافظ ابن حجر کا یہ فرمان کہ احمد بن یحییٰ نقاش کہنے سے بھی واضح نہیں ہوتے اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سند سے ممتاز ہو جاتے ہیں جیسے امام ابن شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں ذکر کیا کیونکہ انہوں نے واضح طور پر انہیں حضرمی کہا ہے۔

ابوغزیہ کا تعارف

لسان المیزان میں ابوغزیہ کے حالات میں ہے کہ یہ ابوغزیہ صغیر زہری ہیں۔ مصر میں سکونت پذیر تھے ان سے پوری جماعت نے حدیث لی۔ سعید بن یونس نے انہیں اہل سفر میں شمار کیا اور کہا محمد بن یحییٰ بن محمد بن عبدالعزیز بن عمر بن عبدالرحمن بن عوف ابو عبداللہ' ان کا لقب ابوغزیہ' مدنی' مصر آئے ان کی دو کنیتیں ہیں' ان سے روایت لینے والوں میں یہ ہیں' اسحاق بن ابراہیم کناس' زکریا بن یحییٰ ثغری' سہل بن سوادہ خافقی' محمد بن فیروز اور محمد بن عبداللہ بن حکیم' ان کا وصال عاشورہ کے دن ۲۵۸ھ میں ہوا۔ (لسان المیزان ۵'۴۲۱)

دار قطنی نے غرائب مالک میں کہا ہمیں ابوبکر نقاش مصری نے انہیں محمد بن عبداللہ بن حکیم نے مصر میں انہیں ابوغزیہ محمد بن یحییٰ زہری نے انہیں عبدالوہاب بن آگ سے اپنے آپ کو بچالو

موسیٰ انہیں مالک نے انہیں ابن شہاب نے انہیں سعید بن مسیب نے انہیں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ بنے۔ تو انہوں نے ایک واقعہ بیان کیا اور پھر فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے چار چیزوں میں سبقت لے گئے۔ دار قطنی نے کہا یہ روایت نہ زہری سے ثابت اور نہ ہی مالک سے اور یہ ابو غزیہ صغیر ہی ہیں جو منکر الحدیث ہیں۔

پھر بطریق علی بن احمد نقل کیا اور کہا وہ ثقہ تھے۔ ہمیں ابو غزیہ محمد بن یحییٰ نے بیان کیا انہیں ابوالعباس عبدالوہاب بن موسیٰ نے اس سند سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا کہ دایاں شرمندہ ہوتا ہے، یا گنہگار اور کہا نہ یہ مالک سے صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ اور نہ زہری سے اس میں بوجھ غزیہ پر ہی ہے۔

ابو غزیہ کبیر

رہے ابو غزیہ کبیر تو وہ محمد بن موسیٰ انصاری مدنی قاضی ہیں وہ امام مالک اور فلیح بن سلیمان کے شاگرد ہیں اور ان کے تلامذہ' ابراہیم بن منذر' زبیر بن بکار' عمر بن محمد بن فلیح اور پوری جماعت ہے انہیں امام بخاری' ابن حبان' ابو حاتم' عقیلی اور ابن عدی نے ضعیف قرار دیا جبکہ حاکم نے ان کی توثیق کی ۲۰۷ میں ان کا وصال ہوا۔

علی بن احمد کا تعارف

علی بن احمد کعبی؛ مصری ہیں' یہ متہم ہیں انہوں نے ابو غزیہ سے انہوں نے عبدالوہاب بن موسیٰ سے انہوں نے مالک سے انہوں نے ابو زناد سے انہوں نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دو احادیث روایت کی ہیں۔

ا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حج کے موقعہ پر اپنی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے گزرے تو

فسئل الله عزوجل فاحیاها — تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس نے انہیں زندہ
فامنت بہ فردھا الی حفرتھا — کیا اور وہ آپ پر ایمان لائیں پھر اللہ
(لسان المیزان ۴، ۹۱) — تعالیٰ نے انہیں واپس فرمالیا۔

۲۔اس سند کے ساتھ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کے لئے ننگی حالت میں پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے تو جرائیل و میکائیل علیہ السلام آئے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر کو ڈھانپا' اللہ تعالیٰ کے پیار کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے وہ پتھر اٹھا کر لانے لگے۔

(لسان المیزان ۴، ۱۹۳)

دار قطنی کہتے ہیں یہ دونوں سندیں اور متن باطل ہیں' ابو زنلو عن ہشام عن ابیہ عن عائشہ کی سند سے کوئی شے ثابت نہیں یہ امام مالک پر کذب ہے اور اس کا تمام بوجھ ابو غزیہ پر ہے ان پر وضع کا اتہام ہے یا ان سے روایت کرنے والے پر لیکن عبدالوہاب بن موسیٰ پر کوئی طعن نہیں۔

علی بن ایوب کعبی کے بارے میں میزان سے یہ قول "وہ معروف نہیں" نقل کر کے کہا میں کہتا ہوں دار قطنی نے اسے معروف قرار دیتے ہوئے ان کا نام علی بن احمد بیان کیا عمر بن ربیع بن سلیمان ابی طالب خشاب کے حالات میں ذہبی کا یہ قول "فرات نے تاریخ میں ذکر کیا اور کذاب قرار دیا" ذکر کرنے کے بعد کہا دار قطنی نے انہیں غرائب مالک میں ضعیف کہا' مسلمہ بن قاسم نے کہا ان میں کچھ لوگوں نے کلام کیا ہے اور کچھ نے انہیں ثقہ کہا اور یہ کثیر الحدیث ہیں ۳۴۰ھ میں ان کا مصر میں وصال ہوا۔

(لسان المیزان ۴، ۳۰۶)

ابن عساکر نے سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے ساتھ حجتہ الوداع کے موقعہ حج فرمایا پھر بطریق خطیب ساری حدیث بیان کی۔

ابن عساکر کہتے ہیں یہ حدیث عبدالوہاب بن موسیٰ زہری مدنی کے حوالے سے امام

مالک سے منکر ہے۔ کعبی مجہول ہے 'حلبی صاحب غرائب ابو زناد عن ہشام روایت میں معروف نہیں' ہشام نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہیں پایا شاید "عن ابیہ" کا لفظ کتابت سے رہ گیا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں انہوں نے عمر بن ربیع اور علی بن محمد بن یحییٰ کے بارے میں کچھ نہیں کہا حالانکہ کعبی وغیرہ سے ان کا تعلق اس حدیث سے زیادہ ہے باقی عبدالوہاب بن موسیٰ کے بارے میں پیچھے گزر چکا اور اس میں "عن ابیہ" کا لفظ ثابت ہے اور ان کا اسے مذکورہ سند میں ساقط قرار دینا درست ہے۔ یہ تمام وہ گفتگو ہے جو حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں اس حدیث اوراس کے راویوں کے بارے میں کی ہے۔ ہم پر اس تمام اور سابقہ گفتگو سے یہی آشکار ہوتا ہے کہ حدیث یقینی طور پر موضوع نہیں اور اس کی وجہ واضح ہے۔ کہ اس کے تمام راویوں میں ایسا کوئی راوی نہیں جس کی جرح پر تمام محدثین متفق ہوں کیونکہ حدیث کا مدار "ابوغزیہ عن عبدالوہاب" پر ہے اور عبدالوہاب کی دار قطنی نے دو مقام پر توثیق کی ہے ایک مقام پر کہا وہ ثقہ ہیں دوسرے مقام پر کہا ان پر کوئی طعن نہیں' حافظ ابن حجر نے ان کی توثیق کو قائم و ثابت رکھا اور کعبی سے بھی ان کے بارے میں کوئی جرح منقول نہیں۔ باقی ان کے اوپر جو راوی ہیں مثلاً" امام مالک تو ان کی جلالت علمی کی بنا پر ان کے بارے میں کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہشام اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان عروہ کا ساقط ہونا تو دوسری سند میں وہ ثابت ہیں۔

ا۔ ابوغزیہ کے بارے دار قطنی نے کہا منکرالحدیث ہیں ابن جوزی نے کہا مجہول ہیں۔ ابن یونس نے تو ان کے عمدہ حالات تحریر کئے' حد جہالت سے تو وہ نکل گئے۔

۲۔ کعبی کے بارے میں اکثر کہا گیا وہ مجہول ہے۔ مگر وہ تو معروف ہیں۔

۳۔ عمر بن ربیع کے بارے میں مسلمہ بن قاسم نے محدثین سے توثیق نقل کی ہے اور کہا یہ کثیرالحدیث ہیں۔

تو اصول حدیث کے مطابق یہ سند اس اعتبار سے ضعیف ٹھہری نہ کہ موضوع' اور

یہ موضوع کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے متابع موجود ہے جو اس سے بھی عمدہ ہے اور وہ سند احمد بن یحییٰ حضرمی کا ابو غزیہ سے روایت کرنا' یہ طریق اس حوالے سے عمدہ ہے کیونکہ طریق کعبی میں ایسے راوی ہیں جن پر مسلسل کلام ہے مثلاً حلبی' عمر بن ربیع اور کعبی لیکن حضرمی کو صرف مجہول کہا گیا ہے اور وہ بھی اس وقت جب احمد بن یحییٰ پر اکتفا کر لیا۔(یعنی جب اس کے ساتھ حضرمی کہہ دیا جائے تو جہالت از خود ختم ہو جاتی ہے) اور وہ معروف ہوں گے اور اگر اس کو لین (نرم) کہا گیا ہے تو کوئی بات نہیں کیونکہ یہ الفاظ تو تعدیل پر دلالت کرتے ہیں اور ایسے شخص ہی کی حدیث حسن کے درجہ پر ہوتی ہے جبکہ اس کا تابع ہو' اگر یہ روایت میں متفرد نہ ہوتے تو مذکورہ حدیث کو حسن کہہ دیتا' اب حدیث افراد ابو غزیہ میں سے ہے اور اس کا مدار بھی انہیں پر ہے۔

ابن عساکر کی تائید

ابن عساکر کا اس کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ حدیث منکر ہے میری بات پر حجت ہے کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں کیونکہ منکر ضعیف کی قسم ہے اس کے اور موضوع کے درمیان فرق واضح ہے جیسا کہ اصول حدیث میں معروف ہے۔

اقوی اور معتمد قول

اس حدیث کے بارے میں سب سے قوی اور معتمد قول ابن عساکر کا ہے کیونکہ ابو غزیہ کی روایت پر تبصرہ کیا جاتا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے تو جس حدیث میں یہ متفرد ہونگے وہ منکر کہلائے گی' کیونکہ منکر اس روایت کو کہا جاتا ہے جس میں ضعیف راوی ثقہ کی روایت کی مخالفت کرے۔ اس حدیث کا حال بھی یہی ہے اگر اسے ہم احادیث زیارت وغیرہ کے مخالف مان لیں۔ اور اگر مخالفت کے بجائے موافقت مان لیں تو یہ صرف ضعیف ہوگی اور اس کا درجہ منکر سے اوپر اور اس سے بہتر قابل استدلال ہوگی اور جو منکر سے مرتبہ کے اعتبار سے کم ہوگی اس کا حال بھی اس سے کم ہوگا اور یہ متروک کا مرتبہ ہے اور متروک حدیث ضعیف کی قسم ہوتی ہے وہ بھی موضوع نہیں ہے۔

فصل

حدیث کے تمام طرق میں علت ہے

حدیث کے تمام طرق میں علت ہے

جس حدیث زیارت پر ذہبی نے صحت کا حکم جاری کیا ہے اس کی تخریج آئمہ ستہ نے نہیں کی بلکہ اسے حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے امام احمد نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں اس طرف اشارہ کیا ہے جن لوگوں نے اسے صحیح کہا ہے ان کا مقصد صحیح لذاتہ نہیں بلکہ محض اس سند کے اعتبار سے ہے۔ میں نے اس حدیث کے تمام طرق پر غور کیا تو میں نے ان تمام کو معلول (علت والے) پایا۔

حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ

حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ جسے امام حاکم نے بطریق ایوب بن ہانی ان سے مسروق نے ان سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان میں تشریف فرما ہوئے ہم بھی ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بیٹھنے کا حکم دیا پھر کچھ قبور کی طرف بڑھے حتی کہ ایک قبر پر پہنچ کر طویل دعا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رونے والا پایا۔ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کی وجہ سے رو پڑے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے' حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کس لئے رو رہے ہیں؟ ہم بھی اس پر پریشان ہو کر رو پڑے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اندر تشریف لائے اور فرمایا میرے رونے کی وجہ سے تم پریشان ہوئے؟ عرض کیا ہاں فرمایا جس قبر پر میں نے مناجات کی وہ آمنہ بنت وہب کی قبر تھی میں نے اپنے رب سے ان کی زیارت قبر کی اجازت چاہی تو اس نے اجازت دیدی پھر میں نے اللہ تعالی سے ان کی بخشش کی دعا اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہ ملی اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

ماکان للنبی والذین امنوا ان " نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ
یستغفر واللمشرکین مشرکوں کی بخشش چاہیں۔

(التوبہ '۱۱۳) (المستدرک '۲=۳۶۷)

حدیث میں پہلی علت

امام حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے ذہبی نے مختصر میں اس کا رد کیا اور کہا ایوب بن ہانی کو ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ تو یہ علت جو اس روایت کی صحت میں رکاوٹ ہے۔ ذہبی پہ تعجب ہے کہ انہوں نے میزان میں حاکم کی تصحیح پر اعتماد کرتے ہوئے اسے کیسے صحیح قرار دے دیا مختصر مستدرک میں خود اس کی مخالفت کی ہے۔

(تلخیص '۲=۳۶۶)

حدیث میں دوسری علت

اس حدیث میں دوسری علت یہ ہے کہ یہ ان مرویات کے مخالف ہے جو صحیح البخاری وغیرہ میں ہے کہ مذکورہ آیت مبارکہ ابو طالب کی موت پر نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی تھی جس سے منع کیا گیا ہے۔ اس بارے میں ترمذی وغیرہ دیگر روایات بھی ہیں کہ فلاں کے بارے میں نازل ہوئی جو قصہ آمنہ کے علاوہ ہے اگر ذہبی حدیث احیاء والدین کو اس حدیث کی بنا پر نہیں مانتے تو اس حدیث (جس کو صحیح کہہ رہے ہیں) کو بھی ایسی احادیث رد کر رہی ہیں جن کی صحت یقینی ہے اور وہ صحیح البخاری وغیرہ کی ہیں۔

۲۔ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو عسفان کی گھاٹی سے اتر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والدہ کی قبر پر حاضر ہوئے آگے تمام روایت وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی تھی تو اس میں بھی وہ دونوں علتیں ہیں۔

۱۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

۲۔ یہ احادیث صحیحہ کے مخالف ہے۔

۳۔ روایت حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن سعد اور ابن شاہین نے نقل کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبر پر تشریف فرما ہوئے باقی الفاظ سابقہ ہی ہیں۔

امام جریر نے ایک اور سند سے یوں ذکر کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ تشریف لائے اور اپنی والدہ کی قبر پر کھڑے رہے حتی کہ سورج گرم ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیدوار تھے کہ اذن مل جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استغفار کریں گے تو سابقہ آیت نازل ہوئی اس حدیث میں بھی علتیں ہیں۔

۱۔ حدیث صحیح کے مخالف ہونا۔

۲۔ ابن سعد نے طبقات میں اسے ذکر کر کے کہا۔

هذا غلط وليس قبرها بمكة وقبرها بالابواء یہ غلط ہے کیونکہ آپ کی قبر انور مکہ میں ہے ہی نہیں بلکہ آپ کی قبر ابوا کے مقام پر ہے۔ (الطبقات' ۱: ۱۱۷)

تو واضح ہو گیا کہ اس روایت کے تمام طرق میں علت ہے رہا معاملہ نزول آیت کا جس میں استغفار سے منع کیا گیا تو اس آیت اور ان احادیث صحیح میں موافقت ممکن ہے جن میں ابو طالب کا واقعہ مذکور ہے۔

سب سے اصح سند

اس روایت کی سب سے اصح سند حاکم کی ہے جسے انہوں نے بخاری و مسلم کے شرائط پر صحیح کہا' حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہزار مسلح لشکر کے ساتھ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لائے اس دن جس قدر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روئے ایسا پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔'

(المستدرک' ۲=۳۶۶)

اس حدیث میں کوئی علت نہیں اور نہ یہ کسی حدیث کی مخالف ہے اور نہ اس

میں استغفار پر ممانعت ہے، رہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رونا تو وہ زیارت قبور کی وجہ سے رقت طاری ہونے پر ہے۔ اس میں عذاب کا دیکھنا ضروری نہیں۔ اس مقام کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہی سمجھ عطا فرمائی وللہ الحمد۔

فصل

موضوع کہنے والوں کی تمام علتیں غیر مؤثر ہیں

موضوع کہنے والوں کی تمام علتیں غیر موثر ہیں

حدیث احیاء والدین کے بارے میں دو قسم کے لوگ ہیں۔

۱۔ یہ موضوع ہے اس کے قائلین یہ آئمہ ہیں' امام دار قطنی' جوزقانی' ابن ناصر' ابن جوزی اور ابن دحیہ۔

۲۔ یہ صرف ضعیف ہے موضوع نہیں' اس کے قائلین یہ آئمہ ہیں امام ابن شاہین' خطیب بغدادی' ابن عساکر' سہیلی' قرطبی' محب طبری اور ابن سید الناس' ابن شاہین کے کلام سے ہم نے یہ مدعٰی یوں حاصل کیا ہے کہ انہوں نے حدیث زیارت کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔ اگر ان کے نزدیک یہ موضوع ہوتی تو اس کا ناسخ قرار دینا ہرگز درست نہ ہوتا' ہم نے اصولوں کو پیش نظر رکھ کر اس کی ان تمام علتوں کو پرکھا ہے جو طبقہ اولیٰ (موضوع کہنے والوں نے) نے بیان کی ہیں۔ وہ تمام کی تمام غیر موثر ہیں اسی لئے ہم نے دوسرے لوگوں کے قول (یہ فقط ضعیف ہے) کو ترجیح دی ہے وللہ الحمد

جو کچھ میں نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے۔ موضوع نہیں اس کی موافقت و تائید متاخرین میں سے دمشق کے عظیم محدث حافظ شمس الدین بن ناصر الدین نے بھی کی ہے انہوں نے خطیب کی سند سے یہ حدیث اپنی کتاب "مورد الصادی فی مولد الھادی" میں ذکر کی اور اس کے بعد یہ اشعار کہے۔

حباللہ النبی مزید فضل
علی فضل وکان بہ رؤوفا

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو کس قدر محبت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کس قدر اللہ تعالیٰ مہربان ہے)

فاحیا امہ وکذا اباہ　　　لایمان بہ فضلا لطیفا

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ اور والد دونوں کو اس نے زندہ فرمایا تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور یہ کتنا اعلیٰ افضل ہے)

فسلم فالقدیم بنا قدیر
وان کان الحدیث بہ ضعیفا
(لوگو مان لو اللہ تعالی اس پر قادر ہے اگر اس میں وارد ہونے والی حدیث ضعیف
ہے۔)

فصل

آپ ﷺ کی والدہ دین حنفی پر تھی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ دین حنیفی پر تھیں۔

یہ تمام دلائل ان کے زندہ ہو کر ایمان لانے پر تھے میں نے ایک ایسی روایت پائی ہو واضح کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی موت توحید پر واقع ہوئی تھی۔

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں بطریق زہری ان سے ام سلمہ بنت ابی رھم نے اپنی والدہ سے بیان کیا میں مرض وصال میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت پانچ سال تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سراقدس کے پاس تشریف فرما تھے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تکتے ہوئے فرمایا۔

بارک اللہ فیک من غلام یا ابن الذی من حومۃ الحمام

(اے نوجوان تجھے اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے تو اس شخص کا بیٹا ہے جس نے موت سے نجات پائی)

نجا بعون الملک المنعام فودی غداۃ الضرب بالسھام

(مالک اور انعام کرنے والے کی مدد سے نجات پائی اور ان کا فدیہ ادا کر دیا گیا)

بمائۃ من ابل سوام ان صح مابصرت فی المنام

(وہ سو اونٹ تھے تاکہ خواب کی تعبیر پوری ہو جائے)

فانت مبعوث الی الانام من عند ذی الجلال والاکرام

(تم لوگوں کی طرف رسول ہو اللہ صاحب جلال و کمال کی طرف سے)

تبعث فی الحل وفی الحرام تبعث بالتحقیق والاسلام

(تم حرم اور غیر حرم کے نبی ہو اور تمہیں اسلام اور حقائق دے کر بھیجا گیا)

دین ابیک البر ابراھام فاللہ انھاک عن الاصنام

(آپ کے والد ابراہیم کا دین اعلیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے بت پرستی سے منع فرمایا)

ان لاتوالیھا مع الاقوام

(تم لوگوں سمیت بت پرستی سے بچو)

پھر فرمایا ہر زندہ فنا' ہر نیا پرانا اور تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں میں فوت ہو رہی ہوں لیکن میرا ذکر باقی رہے گا۔ میں خیر چھوڑے جا رہی ہوں' میں نے پاک کو جنا ہے اس کے بعد آپ فوت ہو گئیں۔ ہم نے جنات سے یہ اشعار سُنے۔

تبکی الفتاۃ البرۃ الامنیۃ ذات الجمال العفۃ الرزینۃ

(نیک اور امین خاتون رو دی اور وہ صاحب جمال اور عفیفہ ہیں)

زوجۃ عبداللہ والقرنیۃ ام نبی اللہ ذی السکینۃ

(ان کے شوہر عبداللہ ہیں اور وہ صاحب مقام نبی کی ماں ہیں)

وصاحب المنبر فی المدینۃ صارت لدی حفرتھا رھینۃ

(وہ نبی مدینہ کے صاحب منبر ہیں اور یہاں اس قبر میں مدفون ہیں)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ مذکورہ ارشاد گرامی اس پر تصریح ہے کہ آپ موحدہ (توحید پر) تھیں کیونکہ انہوں نے دین ابراہیمی کا ذکر کیا اپنے بیٹے کی بطور نبی بعثت کا تذکرہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتوں کی پرستش سے منع کرنا اور قوم کی اس میں موافقت نہ کرنا بیان کیا۔ کیا توحید اس کے علاوہ کوئی شی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات کا اعتراف' اس کی الوہیت کو تسلیم کرنا' اس کا کوئی شریک نہ ماننا اور بتوں کی عبادت سے برات وغیرہ۔ اس قدر کفر سے بیزاری اور توحید کا ثبوت بعثت سے پہلے اور جاہلیت میں کافی ہوتا ہے باقی اس سے زائد تفصیلی چیزیں تو وہ بعثت کے بعد کا معاملہ ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک والد نے موت کے وقت اپنے بیٹوں کو کہا تھا مجھے جلا کر راکھ بنا لینا پھر اسے ہوا میں اڑا دینا پھر کہا

لئن قدر اللہ علی لیعذبنی — اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے قابو پا لیا تو وہ مجھے عذاب دے گا۔

علماء نے اس حدیث کے تحت فرمایا یہ کلمات اس کے حکم ایمان کے منافی نہیں کیونکہ اسے قدرت الہٰی میں کوئی شک نہ تھا ہاں اس سے جہالت تھی تو اس نے یہ گمان کیا اگر وہ اس طرح کرے گا تو دوبارہ لوٹایا نہیں جائے گا۔ اور نہ یہ گمان کیا جا سکتا

ہے کہ زمانہ جاہلیت کے تمام لوگ کافر تھے۔ ان میں بلاشبہ ایک ایسی پوری جماعت تھی جو دین حنیفی پر تھے اور وہ مشرک نہ تھے وہ دین ابراہیمی کے پیروکار تھے اور وہ سراپا توحید ہے۔مثلاً زید بن عمرو بن نفیل' س بن ساعدہ اور ورقہ بن نوفل حدیث میں ان تمام کو مومن اور جنتی کہا گیا ہے اس میں کون سی برائی اور بدعت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ ایسے لوگوں میں شامل ہوں؟

یہ دین حنیفی پر کیوں تھے؟

آپ کیوں شامل نہ ہوں؟حالانکہ دین حنیفی رکھنے والوں کی اکثریت نے یہ دین اس لئے اختیار کیا تھا کہ اہل کتاب اور کاہنوں سے انہوں نے سن رکھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا وقت قریب آچکا ہے اور حرم سے آئیں گے اور ان کی یہ صفات ہوں گی۔

وام النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم من ذلک اکثر مماسمعہ غیرھا

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ان سے آپ ﷺ کے بارے میں زیادہ سن رکھا تھا۔

بوقت حمل وولادت نشانیوں کا ظہور

انہوں نے بوقت حمل و ولادت ان آیات اور نشانیوں کا مشاہدہ کیا جنہوں نے ان کو دین حنیفی کی طرف ضرور راغب کیا۔ انہوں نے اس وقت دیکھا کہ ان کے جسم سے نور خارج ہوا' اس کی برکت سے شام کے محلات بھی انہوں نے دیکھے۔ (الوفاء '۱=۹۴)

سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کہنا ہے کہ شق صدر کے بعد خوف کی وجہ سے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے پاس لائی اور کہا مجھے ان پر شیطان کا خوف ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ نے فرمایا۔

کلا واللہ ماللشیطان علیہ سبیل وانہ لکان لابنی ھذا

ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا شیطان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں کیونکہ میرے بیٹے کی؛

شان
عظیم شان ہے۔ (الوفاء ۱/۱۱۰)

اور اس طرح کے دیگر کلمات بھی ارشاد فرمائے، اپنے وصال کے سال مدینہ طیبہ ساتھ لے گئیں اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے یہود کی گفتگو سنی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں گواہی بھی تھی پھر وہاں سے مکہ لوٹیں تو راستہ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ (الوفاء ۱/۱۱۷)

یہ تمام چیزیں اعلان کر رہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ اپنی زندگی میں دین حنیفی پر ہی تھیں۔

فصل

سوال و جواب

سوال:۔ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ توحید پرست اور دین حنیفی پر تھیں حالانکہ حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالی سے ان کے لئے استغفار کی اجازت مانگی تو اجازت نہ ملی' اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے میری والدہ تمہاری والدہ کے ساتھ ہے تو یہ دونوں مذکورہ بات کے مخالف ہیں۔

جواب:۔ تم یہ جواب دے سکتے ہو کہ یہ پہلے کا واقعہ ہے اور زندہ ہو کر ایمان لانے کا واقعہ بعد کا ہے اور وہ ناسخ ہے اور یہ منسوخ ہیں۔

لیکن اس کا کیا جواب کہ توحید پر موت بہر صورت عذاب کے منافی ہوتی ہے۔

سیوطی کا خوبصورت جواب

میں کہتا ہوں خوبصورت جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان" میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے" اس وحی سے پہلے کا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے جنتی ہونے کے بارے میں آگاہ کیا گیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبع کے بارے میں فرمایا میں نہیں جانتا تبع مومن تھا یا نہیں؟ لیکن امام حاکم اور ابن شاہین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبع کے بارے میں وحی نازل ہونے کے بعد فرمایا تبع کو گالی نہ دو کیونکہ وہ مسلمان تھا۔ اسے ابن شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں حضرت سہل بن سعد اور حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی روایت کیا الغرض پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے بارے میں بتایا نہیں گیا تھا یا ان تک ان کا قول نہیں پہنچا جو موت کے وقت انہوں نے کہا تھا۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محفوظ نہ رہا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت پانچ سال کے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاعدہ جاہلیت کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا تمہاری ماں کے ساتھ ہے پھر بصورت وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے مقام سے آگاہ کر دیا گیا۔ اس کی تائید حدیث کے آخری الفاظ کرتے

ماسألتهما ربی فیعطینی — میں نے اپنے رب سے اپنے والدین کے بارے میں عرض کیا تو اس نے عطا فرمایا
(الناسخ والمنسوخ ۲۸۴)

اس سے واضح ہو رہا ہے کہ ابھی تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کے درمیان اس معاملہ پر گفتگو نہیں ہوئی جو بعد میں ہوئی۔

استغفار کے عدم اذن سے کفر لازم نہیں آتا

رہا استغفار کی اجازت کا نہ ملنا تو اس سے ان کا کفر لازم نہیں آتا کیونکہ ابتداء اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقروض کا جنازہ پڑھنے اور اس کے استغفار سے منع فرمایا تھا حالانکہ وہ مسلمان ہی ہوتا ہے' اس کی حکمت یہ بیان ہوئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استغفار فی الفور قبول ہو جاتی ہے تو جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استغفار کر دی اور نماز جنازہ پڑھا دی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا حالانکہ مقروض قرضہ کی ادائیگی تک اپنے مقام جنت سے محبوس و دور رہتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

نفس المومن معلقة بدینه حتی یقضی — مومن کا نفس قرض کی ادائیگی تک معلق ہی رہتا ہے۔

تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ باوجودیکہ وہ توحید پرست تھیں جنت سے برزخ میں ایسے امور کی وجہ سے رکی ہوں جو کفر نہ ہوں' اس بات کا تقاضا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو استغفار کی اجازت نہ دی جائے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بارے میں اجازت دے۔

ایک اور عمدہ جواب

ان دونوں احادیث کا یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ آپ بلاشبہ موحدہ تھیں مگر ان تک معاد و بعثت کا معاملہ نہ پہنچا تھا اور یہ بہت بڑی اصل ہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا تاکہ بعثت اور تمام شریعت پر ایمان لائیں یہی وجہ ہے کہ ان کے احیاء کو حجتہ

فصل

تمام انبیاء علیہم السلام کی مائیں مومن ہیں

تمام انبیاء کی مائیں مومن ہیں

میں نے تمام انبیاء علیہم السلام کی ماؤں کے بارے میں تحقیق کی، میں نے ان تمام کو مومن پایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا بھی مومن ہونا ضروری ہے۔ اس کے بیان میں اجمال و تفصیل دونوں ہیں۔

ان کا تفصیلی تذکرہ

تفصیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا مومن ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے، علماء کا ایک گروہ اس طرف بھی گیا ہے کہ یہ نبی تھیں کیونکہ سورۃ الانبیاء میں ان کا تذکرہ نبیوں سے متصل ہوا ہے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ کا تذکرہ قرآن میں ہے۔ بعض نے ان کے بارے میں کہا وہ نبی تھیں کیونکہ ملائکہ نے ان سے خطاب کیا حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی والدہ کا تذکرہ قرآن میں ہے ان کے بارے میں بھی نبی ہونے کا منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے۔

ولوحینا الی ام موسی — اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی۔

(القصص ۷)

حضرت شیث علیہ السلام کی والدہ حضرت حواء علیہما السلام تمام انسانوں کی ماں ہیں ان کے نبی ہونے کا بھی قول موجود ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایمان پر احادیث وآثار شاہد ہیں اس طرح حضرت یعقوب اور ان کی اولاد کی ماؤں کے بارے میں بھی، اس طرح حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت شمویل، حضرت شمعون اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کی ماؤں کے بارے میں بھی آثار موجود ہیں۔

بعض مفسرین نے حضرت نوح علیہ السلام کی والدہ کے ایمان کی تصریح کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

رب اغفرلی ولوالدی — اے میرے پروردگار مجھے بخش دے اور

(نوح ۲۸) میرے والدین کو۔

امام کرمانی نے اس آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نقل کیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے والد سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی کافر نہ تھا۔ پھر ایک نادر قول ذکر کیا کہ ان کے والدین کافر تھے۔

میں کہتا ہوں پہلا ہی قول درست ہے مذکورہ روایت کو ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا کہ حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے درمیان تمام آباء مسلمان تھے۔ ایک پوری جماعت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کے ایمان کی تصریح کی ہے۔ ابن حیان نے البحرالمحیط میں تفسیر سورۂ ابراہیم میں اس کو ترجیح دی ہے ان کا اسم گرامی نوما ہے یہ ارفخشند بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں ان دونوں کا تذکرہ ابن سعد نے طبقات میں کیا ہے۔

اجمالاً تذکرہ یہ ہے

امام حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نقل کیا' بنی اسرائیل کے انبیاء کی تعداد بس ہے۔ حضرت نوح' حضرت ھود' حضرت صالح' حضرت لوط' حضرت شعیب' حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق' حضرت یعقوب اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اسرائیل کی اولاد تمام کے تمام مومن تھے ان میں کوئی ر نہیں یہاں تک حضرت عیسی علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی تو ان کیساتھ کچھ لوں نے کفر اختیار کیا تو بنی اسرائیل کے تمام انبیاء کی مائیں مومن ٹھہریں ان میں عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی ماؤں کا ایمان ثابت ہے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کے ایمان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

باقی حضرت ھود حضرت صالح' حضرت لوط' اور حضرت شعیب علیہم السلام کی ماؤں

کا معاملہ تو ان کے ایمان پر نقل یا دلیل کی ضرورت ہے۔ اللہ کی توفیق سے ان کا ایمان ہی ظاہر ہے تو اس استدلال سے تمام کا اہل ایمان ہونا ثابت ہو گیااس میں راز یہی ہے کہ وہ خصوصی نور کا مشاہدہ کیا کرتیں تھیں جیسا کہ حدیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

اب تیسری دلیل

مذکورہ گفتگو سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے دوزخی نہ ہونے، دین حنیفی پر ہونے اور زندہ ہو کر ایمان لانے پر دو دلائل آ چکے۔ اب اس سے تیسری دلیل بھی ماخوذ وہ یہ ہے کہ آپ اہل فترت میں سے تھیں اور اہل فترت کے بارے میں احادیث معروف و مشہور ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا

اور ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیجیں۔ (الاسراء '۱۵)

صاحب مراۃ الزمان نے اپنے دادا ابن جوزی سے حدیث سابق کے تحت نقل کیا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور ہم عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیجیں" تو ایک جماعت کا خیال ہے کہ

والدعوۃ لم تبلغ اباہ وامہ فما ذنبھما

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو دعوت دین نہیں پہنچی تو ان کے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔

فصل

چوتھی دلیل

چوتھی دلیل

چوتھی دلیل یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں ہے ابولہب کو خواب میں دیکھا گیا تو اس نے بتایا مجھے موت کے بعد کوئی خیر نہیں ملی سوائے اس کے جو ثوبیہ کی آزادی کی وجہ سے مجھے پلایا جاتا ہے۔ ثوبیہ ابولہب کی لونڈی تھی اس نے اسے آزاد کر دیا تھا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا جب ابولہب کو اس کی آزادی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو رہی ہے حالانکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شدید عداوت رکھتا تھا جس کی وجہ سے وہ شدید عذاب میں مبتلا تھا۔

فماظنك بمن حملته في بطنها تسعة شهور وارضعته اياما وربته سنين وهي امه

تو تمہارا اس خاتون کے بارے میں کیا خیال ہے جس کے بطن میں نو ماہ آپ ﷺ تشریف فرما رہے اور انہوں نے آپ ﷺ کو کئی دن دودھ بھی پلایا اور کئی سال تربیت کی اور وہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

فصل

پانچویں دلیل

پانچویں دلیل

ابن جوزی نے سند کے ساتھ بیان کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبرائیل امین میرے پاس آئے اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرماتا ہے میں نے تیری اس صلب پر آگ حرام کر دی ہے جس پشت اور رحم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما رہے اور جس نے کفالت کی۔ صلب سے مراد عبداللہ بطن سے مراد سیدہ آمنہ، گود سے مراد چچا ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد ہیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں اس کی سند وہی کچھ ہے جو تو دیکھ رہا ہے ابوالحسن علوی غالی رافضی ہے۔

میں نے کہا فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایمان لائیں، صحابیہ ہیں بلکہ ہجرت کرنے والی ہیں۔

(الموضوعات، ۱=۲۸۳)

فصل

ان لوگوں پر تعجب ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو یقینی طور پر دوزخی کہتے ہیں اور یہ دلیل دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان "میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے" اس طرح فرمایا "میرا والد اور تیرا والد آگ میں ہے" اور اس طرح کی دیگر روایات اور ان کے مقابل روایات کو کلیۃ مسترد کر دیتے ہیں۔

اس مسئلہ کی ایک بہت خوب نظیر ہے جس میں لوگوں کا اختلاف ہے اور وہ مشرکین کے بچوں کا معاملہ ہے متعدد احادیث میں اس بات پر جزم ہے کہ وہ آگ میں ہیں بہت کم احادیث میں ہے کہ وہ جنت میں ہیں جمہور علماء نے جنتی ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔ ان میں سے امام نووی فرماتے ہیں مذہب صحیح اور مختار جس پر تحقیق ہے وہ یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

وماکنامعذبین حتیٰ نبعث رسولا اور ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیج لیں (الاسراء)

جب دعوت کے نہ پہنچنے کی وجہ سے بالغ شخص پر عذاب نہیں تو غیر بالغ پر بطریق اولیٰ عذاب نہ ہو گا۔امام نووی کے علاوہ محدثین نے فرمایا بچوں کے بارے میں جو احادیث دوزخ ہیں، وہ منسوخ ہیں۔ جنتی احادیث سے یعنی یہ اس کی ناسخ ہیں اس نسخ کو وہ روایت واضح کر دیتی ہے جسے امام ابن عبدالبر نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا وہ اپنے آباء میں سے ہیں۔ پھر دوسری دفعہ پوچھا تو فرمایا ان کے حوالے سے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اسلام کے تفصیلی احکام نازل ہونے کے بعد پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ولاتزروازرۃ وزراخری اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (الاسراء، ۱۵)

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ فطرت پر یا فرمایا وہ جنت میں ہے تو یہ روایت واضح کر رہی ہے کہ دوزخ والی روایات منسوخ ہیں، اس طرح وہ روایات

(جو بتاتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین دوزخ میں ہیں) منسوخ ہیں ان کا ناسخ یا تو زندہ ہو کر ایمان لانا ہے اور اس وحی کا نزول کہ اہل فترت پر عذاب نہیں ہوتا' بچوں کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ہم ان پر کوئی حکم نافذ نہیں کر سکتے۔

امام شافعی اور آئمہ سے یہی منقول ہے کیونکہ بخاری و مسلم کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے بارے میں عرض کیا تو فرمایا

اللہ اعلم بما کانوا عاملین

ان کے اعمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ایمان لاتا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ اور جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ زندہ رہنے کی صورت میں کفر اختیار کرتا اسے دوزخ میں داخل فرمائے گا۔

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں کہا جائے بلکہ ان کا بہت زیادہ احترام کیا جائے کہ اگر وہ بعثت نبوی تک دنیا میں رہے تو ایمان لانے میں سبقت کرتے اور وہ اس طرح اہل جنت ہوتے۔

بچوں کے بارے میں ایک قول

مشرکین کے بچوں کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آخرت میں ان کا امتحان ہو گا' جو اطاعت کرے گا وہ جنت میں اور جو نافرمانی کرے گا وہ دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا' امام بیہقی نے اس کو صحیح کہا' اہل فترت کے حوالے سے بھی بعینہ اسی طرح کی احادیث وارد ہیں۔

ا۔ امام بزار اور ابو یعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا روز قیامت چار آدمیوں کو لایا جائے گا۔ بچہ' پاگل' زمانہ فترت میں فوت ہونے والا' شیخ فانی' تمام اپنی دلیل پیش کریں گے اللہ تعالیٰ ان کو فرمائے گا' آگ سے اپنے آپ کو بچا لو۔

اور فرمائے گا میں نے اپنے دیگر بندوں کی طرف رسول بھیجے مگر تمہاری طرف میں

(کو) رسول تھا اس میں داخل ہو جاؤ' جس پر شقاوت لکھی ہو گی وہ کہے گا اے رب کیا
(ہم) نہیں تو اس میں داخل کر رہا ہے حالانکہ ہم علم ہی نہیں رکھتے تھے؟ اور جس پر
سعادت لکھی ہو گی وہ اس میں جلدی سے کود پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا تم
نے میری نافرمانی کی تم نے میرے رسولوں کی اس سے کہیں بڑھ کر نافرمانی کرتے تو
ایک طبقہ جنت میں جبکہ دوسرا دوزخ میں جائے گا۔

۲۔ امام احمد اور ابن راھویہ نے مسانید میں اور بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں صحیح قرار
دیتے ہوئے حضرت اسود بن سریع سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چار آدمیوں کو روز قیامت
حجت پیش کریں گے' ایک وہ شخص جو بہرہ تھا دوسرا وہ جو احمق تھا تیسرا نہایت بوڑھا اور
چوتھا زمانہ فترت پر فوت ہونے والا۔۔۔ تو جو فترت میں فوت ہونے والا ہو گا وہ عرض
کرے گا میرے پاس تیرا رسول نہیں آیا تو اس سے اطاعت کا عہد لے کر اسی کی
طرف رسول بھیجے گا جو اسے آگ میں داخل ہونے کا حکم دے گا تو ان میں سے جو
آگ میں داخل ہو جائے گا اس میں وہ گل و گلزار بن جائے گی اور جو داخل نہ ہو گا
اسے اس میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسند احمد' ۴۔۱۰۲)

۳۔ امام بزار نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' زمانہ فترت میں فوت ہونے والے احمق اور بچے کو لایا
جائے گا' فترت میں فوت ہونے والا کہے گا میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول' احمق
کہے گا' مجھے تو نے عقل نہیں دیا کہ میں خیر یا شر کی پہچان کر سکوں' بچہ کہے گا میں نے
عمل کا دور ہی نہیں پایا' ان کے سامنے آگ لائی جائے گی ان سے کہا جائے گا اس میں
چلے جاؤ وہ اس میں چلا جائے گا' جس کے بارے اللہ کے علم میں سعادت تھی اگر وہ
عمل کا دور پاتا۔ اور وہ رک جائے گا جس کے بارے میں اللہ کے علم میں شقاوت تھی'
اگر وہ عمل کا دور پاتا۔

۴۔ امام بزار نے ہی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا روز قیامت اہل

جاہلیت اپنی پشتوں پر بتوں کو اٹھا کر لائیں گے ان کا رب ان سے پوچھے گا تو وہ کہیں گے
ہم تک تیرا رسول اور تیرے احکام نہیں پہنچے اگر کوئی تیرا رسول آ جاتا تو ہم اطاعت
کرتے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر میں یہاں تمہیں کوئی حکم دوں تو اطاعت کرو گے۔ الخ
۵۔ طبرانی اور ابو نعیم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح
روایت کیا اس سلسلہ میں اور بھی احادیث موجود ہیں ایسے مسائل بس یہ عمدہ ہیں۔ فقہاء
نے انہی پر اصول وضع کرتے ہوئے کہا اہل فترت میں سے کسی پر دوزخی ہونے کا حکم
نہیں لگایا جا سکتا بلکہ وہ مشیت الٰہی کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث حضرت
ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں صراحت ہے کہ اہل جاہلیت کے بت پرستوں کا معاملہ یہ
ہو گا تو جن سے بت پرستی ثابت نہیں تو ان کا معاملہ تو بطریق اولیٰ ایسا ہونا چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین سے اہل جاہلیت کی طرح بت پرستی ہر
گز ثابت نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی بھی اہل سے ثابت نہیں
بلکہ ثابت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد سے بت پرستی کی نفی
ہے جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے۔

ابن دحیہ کا رد

ان احادیث سے ابن دحیہ کا قول بھی رد ہو جاتا ہے کہ موت کے بعد ایمان نفع
نہیں دیتا جب اہل فترت کو آخرت میں ایمان نفع دے رہا ہے حالانکہ وہ دار تکلیف
نہیں اور انہوں نے دوزخ کا مشاہدہ بھی کر لیا تو زندہ ہو کر دنیا میں آنا اور ایمان لانا
بطریق اولیٰ نافع ہو گا اگر دنیا میں زندہ ہونا تسلیم نہ کیا جائے تو ان کے بارے میں یہ
عقیدہ رکھا جائے گا کہ روز قیامت امتحان کے وقت انہیں اطاعت نصیب ہو گی تاکہ
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے خوشی نصیب ہو۔

فصل

ایک اہم نکتہ

ایک اہم نکتہ

مجھ پر ایک بہت ہی اہم نکتہ آشکار ہوا ہے کہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے۔

ولاتزروازرة وزراخری وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء' ۱۵)۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

یہاں دو جملوں کو اکٹھا کیا گیا ہے' پہلے کا تعلق مشرکین کے بچوں کے ساتھ ہے جب یہ نازل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح کر دیا کہ وہ جنتی ہیں حالانکہ پہلے فرمایا تھا وہ دوزخی ہیں جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالی میں آ چکا ہے۔ دوسرے جملہ کا تعلق اہل فترت سے ہے اہل فترت اور بچے عدم عذاب میں دو امور میں شریک ہیں۔

ا۔ انہیں دعوت نہیں پہنچی' بچوں کو ایسا عقل نہیں ملا جو ادراک کرتا اور اہل فترت تک کوئی چیز پہنچی ہی نہیں۔

۲۔ وہ مکلف نہیں اور وہ بچوں کا بالغ ہونا ہے اور اہل فترت کے بارے میں شریعت نے کہا دعوت پہنچے بغیر ان پر کوئی حکم نہیں ہو گا۔

اس لئے دونوں جملوں کو ملایا گیا اور قرآن کریم کے اسرار و رموز کے عجائبات میں سے ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے جملے کے پیش نظر فرمایا اہل فترت کا آخرت میں امتحان ہو گا انہیں فی الفور عذاب نہیں ہو گا حالانکہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتداءً ایسی خبر دے چکے تھے جس کا تقاضا ان کا دوزخی ہونا تھا۔ تو دونوں (بچے اور اہل فترت) کے بارے میں پہلے اطلاع ایک ہی تھی۔ دونوں کے بارے میں دو جملے نازل ہوئے تو اس کے بعد بھی دونوں کے بارے میں ایک ہی رائے سامنے آئی وہ یہ کہ انہیں عذاب نہیں ہو گا۔

امام نووی اور محققین نے بچوں کے بارے میں اسے صحیح قرار دیا' دوسرے لوگوں

نے کہا نہیں بچوں کا بھی امتحان ہو گا۔ اہل سنت کا اہل فترت کے بارے میں یہی
موقف یہی سامنے آیا ہے کہ ان کا امتحان ہو گا تو اب یہ ماننا لازمی ہو جائے گا کہ حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو عذاب نہیں ہو سکتا ہاں بچوں کے بارے
میں اختلاف ہوا ان میں بھی صحیح یہ ہے کہ وہ جنتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے اس آیت کو اس پر محمول کیا کہ اہل فترت پر عذاب نہیں بلکہ ان کا امتحان ہو
گا اس پر وہ روایت شاہد ہے جسے امام عبدالرزاق' ابن جریر' ابن ابی حاتم اور ابن منذر
نے اپنی تفاسیر میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا،
روز قیامت اللہ تعالیٰ اہل فترت' احمق' بہرے' گونگے اور بہت بوڑھے جنہوں نے
اسلام نہیں پایا انہیں جمع فرمائے گا' پھر ان کی طرف رسول بھیجے گا تو جسے توفیق نصیب
ہو گی وہ اطاعت کرے پھر راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' بطور
استدلال تم یہ آیت کریمہ تلاوت کر سکتے ہو۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء ۱۵)
اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

اس روایت کی سند بخاری و مسلم کے شرائط پر ہے اور ایسی بات صحابی اپنی طرف
سے نہیں کہہ سکتے لہٰذا یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ (جامع البیان ۹'۷۰)

فصل

قبل از دعوت لوگوں کے بارے میں اہلسنت کا موقف

اہل از دعوت لوگوں کے بارے میں اہل سنت کا موقف

اہل اصول نے قطعی طور پر بیان کیا' منعم کا شکر عقلی طور پر لازم نہیں ہوتا ہاں معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے شیخ الکیا ہراسی وغیرہ نے کہا شکر منعم سے مراد اوامر کا بجا لانا اور نواہی مثلاً کفر وغیرہ سے اجتناب ہے۔

ابن سبکی نے شرح مختصر ابن حاجب میں لکھا ہمارے بعض اصحاب مثلاً ابن شریح' صیرفی' قفال کبیر' ابن ابی ہریرہ اور قاضی ابو حامد نے معتزلہ کی موافقت کی ہے لیکن قاضی ابو بکر باقلانی نے التقریب میں' استاذ ابواسحاق نے اصول میں' شیخ ابو حامد جوینی نے شرح رسالہ میں، معتزلہ کے ساتھ موافقت کرنے والوں کے بارے میں یہ عذر بیان کیا ہے کہ ان کا علم کلام میں مطالعہ پختہ نہیں' انہوں نے معتزلہ کی کتب کا مطالعہ کیا انہیں ان کا یہ جملہ ''منعم کا شکر عقلاً لازم ہے'' بھلا لگا تو غفلت میں ان کی موافقت کر دی' کیونکہ ہم جانتے ہیں وہ ہرگز معتزلہ کا ساتھ دینے والے نہیں اور نہ ہی ان کے مقاصد پر وہ معاون ہیں۔ ابن سبکی نے کہا یہ کلام قفال کبیر کو چھوڑ کر حق ہے کیونکہ وہ علم کلام کے امام ہیں' ہاں یہ ہوا کہ پہلے وہ معتزلی تھے انہوں نے یہ بات کہی لیکن بعد میں انہوں نے اعتزال سے رجوع کر لیا تو اس سے بھی ان کا رجوع ثابت ہو جائے گا۔

ابن سبکی نے یہ بھی کہا شکر منعم کے قاعدہ پر دعوت نہ پہنچنے والوں کا مسلک بھی متفرع ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک وہ ناجی فوت ہونگے ان کے ساتھ دعوت اسلام سے پہلے جہاد جائز نہیں' ورنہ کفارہ اور دیت لازم ہو گی لیکن صحیح قول کے مطابق ان کے قاتل پر قصاص نہ ہو گا کیونکہ مقتول مسلمان نہیں۔

یہ عبارت اہل فترت کے ناجی ہونے' دوزخ میں داخل نہ ہونے اور جنت میں داخل ہونے پر شاہد ہے باوجودیکہ اس پر مسلمان کا اطلاق نہ ہو گا۔

فصل

امام زرکشی نے شرح جمع الجوامع میں "شکر منعم عقلاً واجب نہیں" پر قرآن سے تین دلائل ذکر کئے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وماكنا معذبين حتى نبعث رسولا (الاسراء' ۱۵)

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

۲۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔

ذلك ان لم يكن ربك مهلك القرى بظلم واهلها غفلون (الانعام' ۱۳۱)

یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ وہ کافر تھے۔

یعنی ان کے پاس رسول اور شریعتیں نہ پہنچیں۔

۳۔ تیسرا فرمان باری تعالیٰ ہے۔

ولولا ان تصيبهم مصيبة بما قدمت ايديهم فيقولوا ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع آيتك ونكون من المؤمنين (القصص' ۴۷)

اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں کوئی مصیبت' اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا' تو کہتے اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

میں کہتا ہوں امام ابن ابی حاتم نے تفسیر میں اس آخری آیت کے تحت حضرت ابوسعید ...ی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زمانہ فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا اے میرے رب! میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع ایتک ونکون من المؤمنین (القصص ۴۷)	اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

اس سلسلے میں یہ آیات بھی شاہد ہیں۔

وما کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم آیتنا وما کنا مھلکی القری الاوا ھلھا ظلمون (القصص ۵۹)	اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے' جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے مگر جب کہ ان کے ساکن ستم گار ہوں۔

باری تعالی کا یہ بھی فرمان ہے۔

ولوانا اھلکنھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا ارسلت الینا رسولا فنتبع آیتک من قبل ان نذل ونخزی (طہ ۱۳۴)	اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔

امام ابن ابی حاتم نے اس آیت مبارکہ کے تحت حضرت عطیہ عوفی سے نقل کیا زمانہ فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا۔ اے میرے رب! میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول۔ پھر انہوں نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے۔

يصطرخون فيها ربنا اخرجنا نعمل صالحا غير الذی کنا نعمل اولم نعمرکم مایتذکر فیه من تذکر وجاء کم النذیر (الفاطر ' ۳۷)	اور وہ اس میں چلاتے ہوں گے۔ اے ہمارے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے اس آیت کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا ان کے خلاف عمر اور رسولان کرام کی وجہ سے حجت پیش کی جائے گی۔

باری تعالی کا فرمان ہے۔

رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجة بعد الرسل وکان اللہ عزیزا حکیما (النساء ' ۱۶۵)	رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

امام ابن جریر ' ابن ابی حاتم نے سدی سے اس آیت کے تحت نقل کیا کہ وہ لوگ کہیں گے تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا۔ (جامع البیان ' ۴=۴۰)

اہم سوال و جواب

اگر اعتراض ہو کہ اہل فترت کو ان لوگوں کے حکم میں شامل کیسے کیا جائے جنہیں دعوت نہیں پہنچی اور بعثت سے پہلے تھے کیونکہ اس دور میں سیدنا موسیٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہما السلام کی شریعت موجود تھی؟

میں جواباً گزارش کرتا ہوں بہت سے دلائل شاہد ہیں کہ عرب اس شریعت کے مخاطب نہ تھے اور نہ ہی اس کے احکام کی بجاآوری کے یہ مکلف تھے یہی وجہ ہے کہ اہل فترت کے بارے میں صراحةً احادیث وارد ہیں؛ اگر وہاں مراد بعثت سے پہلے کے

لوگ ہیں تو پھر تو کسی رسول کا دنیا میں آنا ہی نہیں ہو گا کیونکہ ایسے لوگوں کا وجود محال ہے اس لئے جو دور فترت ہے اس سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام تک نبی ہیں وہ خود اول الانبیاء ہیں اور ان سے پہلے بشر تھا ہی نہیں' قرآن کریم بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے۔

وهذا كتاب انزلناه مبرك فاتبعوه واتقوالعلكم ترحمون ان تقولوا انما انزل الكتب على طائفتين من قبلنا وان كنا عن دراستهم لغفلين

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری تو اس کی پیروی کرو۔ اور پرہیزگاری کرو تاکہ تم پر رحم ہو۔ کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی۔ اور ہمیں پڑھنے' پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

(الانعام' ۱۵۵'۱۵۶)

امام ابن ابی حاتم' ابن منذر اور ابوالشیخ نے مجاہد سے مذکورہ آیت کے تحت نقل کیا یہود و نصاری نے کہا وہ ڈرتے ہیں کہ قریش انہیں یہ کہیں۔

اس سے وہ اعتراض ختم ہو جاتا ہے کہ شرح مسلم میں اسی حدیث کے تحت ہے

ان ابی واباک فی النار — میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہے۔

کہ اہل جاہلیت پر دعوت نہ پہنچنے والوں کا حکم جاری نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی دعوت موجود ہے۔ یہ جاری کیوں نہیں کیا جا سکتا جبکہ سابقہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ والی روایت میں ہے۔

اذاكان يوم القيامة جاء اهل الجاهلية يحملون اوثانهم على ظهورهم — روز قیامت اہل جاہلیت اپنے بتوں کو پشتوں پر اٹھائے آئیں گے۔

(المستدرک ۴:۴۹۶)

اور پھر بقیہ حصہ بیان ہوا جس میں امتحان کا تذکرہ ہے۔

تو یہ روایات زیر بحث مسئلہ میں نص کا درجہ رکھتی ہیں اور بقیہ حدیث کہ اہل

فترت پر شاہد ہے اور وہ زمانہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کا عرصہ ہے وہ لوگ جنہیں دعوت نہیں پہنچی وہ اہل فترت نہیں تو کون ہونگے؟

امام رافعی اور تین احوال

امام رافعی نے "الروضہ" میں لکھا' جس کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت نہیں پہنچی اسے دعوت اسلام اور پیغام کے بغیر قتل کرنا جائز نہیں اگر کسی نے ایسے شخص کو قتل کر دیا تو اس پر یقیناً ضمان لازم ہو گی۔ کیسے ضمانت نہ ہو گی اس کی جسے دعوت نہیں پہنچی اور وہ ایمان نہ لایا' رہا معاملہ کفارہ کا تو وہ تو بلا امتیاز لازم ہوتا ہے پھر ایسے لوگوں کے تین احوال ہیں۔

۱۔ جسے کسی نبی کی اصلاً دعوت نہیں پہنچی' صحیح قول کے مطابق اس کا قصاص نہ ہو گا ہاں قفال لازم کرتے ہیں' کیا مجوسی ذمی یا مسلم کی دیت لازم ہو گی' دو قول ہیں اصح پہلا قول ہے۔

۲۔ کسی دین کو مانتا ہے نہ اس نے تبدیلی کی اور اسے اس کے کچھ مخالف پہنچا اور اصح قول پر قصاص نہیں' بعض نے کہا مسلمان والی دیت یا اس دین والے کی دیت کے مطابق لازم ہو گی ان دونوں میں دوسرا اصح ہے۔

۳۔ جو ایسے دین کے قائل تھے جو تبدیل ہو گیا لیکن اس کے مخالف کچھ نہ پہنچا تو اب قطعاً قصاص نہیں اور اصح قول کے مطابق دیت مجوسی لازم ہو گی۔

کیا ایسے لوگ موجود ہیں؟

یہ ممکن نہیں کہ ایسے لوگ اطراف زمین پر موجود ہوں جنہیں یہ بات اصلاً نہ پہنچی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر کوئی نبی مبعوث ہی نہیں فرمایا' حالانکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور ان کے واقعات نہایت ہی معروف ہیں اگر صرف حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت ہی ہوتی تو وہ ساڑھے نو سو سال اس زمین پر اقامت پذیر رہے اور طوفان آیا اس نے تمام اہل زمین کو غرق کر دیا اگر

ہم مطلقاً کسی نبی کا وجود تسلیم کریں تو ایسے لوگوں کا وجود محال ہو جائے گا اور وہ تمام احادیث و آثار جو صحیح و کثرت کے ساتھ منقول ہیں ان کا باطل ہونا لازم آئے گا' اور ان کے بارے میں یہی حکم ہو گا کہ وہ امتحان کے بغیر تمام کے تمام دوزخ میں جائیں گے۔ حالانکہ اہل فترت کے بارے میں احادیث صحیحہ ثابت و منقول ہیں۔

مزید وضاحت

اگر آپ کہیں کہ مسئلہ خوب واضح نہیں ہوا' مزید وضاحت فرما دیں' میں کہتا ہوں چند امور یہ ہیں: حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے بعد مدت و زمانہ بڑا طویل ہے' علاوہ ازیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا ان دونوں کے دین میں تبدیلی آ چکی تھی' زمانہ طویل ہو تا گیا اور ان کی شریعت صحیح نقل کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ لوگ اسی متبدل اور متغیر شریعت میں رہے حتی کہ لوگ پیدا ہوتے اور فوت ہو جاتے' انہوں نے دین ابراہیمی کو حقیقۃً نہیں پایا اور نہ ہی ایسے آدمی کو پایا جو انہیں صحیح خبر دیتا۔ تو ایسے لوگوں پر یہ بات صادق آتی ہے کہ انہیں دعوت نہیں پہنچی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کو عجیب محسوس کیا اور کہا یہ نیا دین لے آئے ہیں جو پہلے معروف نہیں انہوں نے یہ کہا

ان ھذا لشئ عجاب وانطلق الملأ منھم ان امشوا واصبروا علی آلھتکم ان ھذا لشئ یراد ماسمعنا بھذا فی الملۃ الآخرۃ ان ھذا الا اختلاق (ص ۵تا ۷)	بے شک یہ عجیب بات ہے اور ان کے سردار چلے کہ اس کے پاس سے چل دو اور اپنے خداؤں پر صابر رہو۔ بے شک اس میں اس کا کوئی مطلب ہے۔ یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سنی تو یہ نری نئی گھڑت ہے۔

دوسرے مقام پر ہے کہ انہوں نے کہا۔

انا وجدنا آباء نا علی امة وانا علی آثارھم مقتدون — کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کی لکیر کے پیچھے ہیں۔

(الزخرف' ۲۳)

اگر ان کے پاس انبیاء علیہم السلام کی صحیح حالت میں دعوت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو پہچان لیتے کہ یہ انہیں کے مطابق ہے یہی وجہ ہے اہل کتاب کی شہادت کی بنا پر بہت سے عربوں نے اسلام قبول کر لیا ان کا کفر صانع اور اس کی الوہیت کا انکار نہ تھا۔ نہ ہی وہ بتوں کے بارے میں خالق و مدبر ہونے کا دعوی کرتے تھے جیسا کہ نمرود اور اس کی قوم نے کیا بلکہ وہ الوھیت کا اقرار کرتے تھے اللہ ہی کو خالق و مدبر مانتے تھے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے۔

ولئن سألتهم من خلقهم ليقولن الله (الزخرف۔ ۸۷) — اور اگر تم ان سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔

ہاں یہ عقیدہ رکھتے کہ بت اللہ تعالی کے ہاں ان کی شفاعت کریں گے جیسا کہ ارشاد فرمایا۔

مانعبدھم الالیقربونا الی اللہ زلفی (الزمر' ۳) — کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لئے پوجتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔

وہ تلبیہ یوں کہتے تھے۔

لبیک لاشریک لک الاشریکا ھولک تملکه وما ملک — میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایک شریک جو تیرا ہی ہے اس کا بھی مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں کے بارے میں فرمایا۔

وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون (یوسف ۱۰۶)

اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

تو اس سے واضح ہو گیا ان کا کفر باری تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانا تھا نہ کہ وجود باری تعالیٰ کا انکار تھا۔ اور یہ سارا کچھ ان کی ان تعلیمات سے جہالت کی وجہ سے تھا جو انبیاء لے کر تشریف لاتے تھے اور وہ ان تک صحیح طور پر نہ پہنچ سکا تھا' اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی واضح کر رہا ہے۔

یاھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم علی فترة من الرسل ان تقولوا ماجاء نا من بشیر ولانذیر فقد جاء کم بشیر و نذیر

(المائدہ' ۱۹)

اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ کبھی کہو ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا' تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو معذور سمجھتے ہوئے فترت کے بعد رسول بھیجا تاکہ ان پر تعلیمات کو واضح کرے جو ان کے پادریوں نے بدل دی اور چھپا دی تھیں تاکہ اہل کتاب یہ نہ کہہ سکیں۔

ماجاء نا من بشیر ولانذیر (المائدہ' ۱۹)

کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا۔

حالانکہ اہل کتاب شریعت موسیٰ علیہ السلام کے بالجملہ عالم تھے۔ ہاں انہوں نے اپنے بڑوں کی تقلید کرتے ہوئے اس میں تبدیلیوں کو قبول کر لیا تھا اور اب وہ حق اور

اہل میں امتیاز کرنے کے اہل نہیں رہے تھے۔

فماظنک بالعرب الامیین لیسوا اھل الکتاب ولا یدرون بالکتاب

اب تمہارا ان عربوں کے بارے میں کیا خیال ہو گا جو امی تھے' نہ وہ اہل کتاب تھے بلکہ جانتے نہ تھے کتاب کیا ہوتی ہے۔

امام نووی کے کلام کا صحیح مفہوم

شرح مسلم میں امام نووی نے اس حدیث "ان ابی وَاباک فی النار" کے تحت جو گفتگو کی ہے کہ جو لوگ زمانہ فترت میں فوت ہوئے اور وہ عربوں کی طرح بت پرست تھے وہ دوزخی ہیں اور انہیں یہ عذاب قبل از دعوت نہیں کیونکہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اوردیگر انبیاء کی دعوت پہنچ چکی تھی' میرے نزدیک اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کے بارے میں استدلال نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو سائل کے والد کے بارے میں استدلال کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کے بارے میں کوئی حکم لگانے سے انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ (شرح مسلم ۱:۱۱۴)

فصل

مذکورہ حدیث میں دو علتیں

مذکورہ حدیث میں دو علتیں

مذکورہ حدیث "ان ابی و اباک فی النار" میں مجھ پر دو علتیں آشکار ہوئی ہیں۔

۱۔ سند کے لحاظ سے۔ اسے مسلم اور ابوداؤد نے بطریق حماد بن سلمہ انہوں نے ثابت سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا میرا والد کہاں ہے فرمایا آگ میں' جب وہ واپس ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے طلب کیا اور فرمایا "ان ابی و اباک فی فی النار" یہ روایت مسلم کے تفردات میں سے ہے بخاری میں نہیں۔ اور مسلم کے تفردات میں کلام ہے اور یہ روایت بھی انہی میں سے ہے۔

۲۔ حضرت ثابت اگرچہ امام وثقہ ہیں لیکن ابن عدی نے کامل میں ضعفاء میں ذکر کر کے کہا ان سے متعدد احادیث میں نکارت واقع ہوئی ہے اور یہ ان سے روایت کرنے والوں کا قصور ہے۔ کیونکہ ان سے ضعیف راویوں نے بھی روایت کیا ہے۔ ذہبی نے یہی بات میزان میں ذکر کی ہے۔

۳۔ حماد بن سلمہ اگرچہ امام عابد عالم ہیں لیکن پوری جماعت نے ان کی روایت میں کلام کیا ہے۔ بخاری نے ان سے خاموشی اختیار کرتے ہوئے اپنی صحیح میں ان سے کوئی روایت نہیں لی' حاکم نے المدخل میں کہا مسلم نے اصول میں حماد بن سلمہ سے سوائے حدیث ثابت کے کوئی روایت نہیں ذکر کی' ہاں مسلم نے شواہد میں ایک جماعت کے حوالے ان سے حدیث لی ہے۔ ذہبی کا قول ہے حماد ثقہ' ان سے کثیر منکر احادیث ہیں یہ محفوظ نہ رکھ سکتے تھے' یہ بھی لوگوں نے کہا ان کی کتب میں کمی و بیشی ہوئی تھی یہ بھی منقول ہے کہ ابن ابی عرجاء ان کے ربیب تھے انہوں نے ان کی کتب میں گڑبڑ کر دی۔

ایک روایت کی مثال

ان کی مناکیر میں یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ثابت نے حضرت انس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکاوخر موسیٰ صعقا فلما افاق قال سبحنک تبت الیک وانا اول المؤمنین (الاعراف' ۱۴۳)	پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش' پھر جب ہوش ہوا بولا پاکیزگی تجھے میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خنصر انگلی کی طرف اپنے انگوٹھے پر ماری تو پہاڑ مل گیا۔

اس حدیث کو امام احمد' ترمذی اور حاکم نے نقل کیا اور کہا یہ شرائط مسلم کے مطابق ہے' ابن جوزی نے اسے الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور کہا یہ ثابت نہیں حماد کے ربیب نے ان کی کتب میں ردوبدل کر دیا تھا اور حماد کی روایات میں مناکیر کثرت کے ساتھ ہیں۔

(الموضوعات' ۱=۱۲۲)

میں نے مذکورہ روایت صرف اس لئے ذکر کی ہے کہ اس کی بھی وہی سند ہے جو زیر بحث حدیث کی ہے۔

دوسری مثال

ان کی مناکیر میں سے یہ بھی ہے جسے انہوں نے حضرت قتادہ سے' انہوں نے حضرت عکرمہ سے' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دیکھا اس کے گھنگریالے بال تھے اور اس پر سبز چادر تھی اسے بھی الموضوعات میں ذکر کیا گیا ہے۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے زیر بحث حدیث کا منکر ہونا لازمی ہے اسی طرح مسلم کی متعدد احادیث کو منکر قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ دوسری علت متن کے لحاظ سے

دوسری علت متن کے اعتبار سے ہے اور وہ ایک ضابطہ پر مبنی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے جب کوئی اعرابی سوال پوچھتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اظہار جواب سے اس کے لئے فتنہ اور اس کے دل کا اضطراب محسوس فرماتے تو ایسا جواب عنایت فرماتے جس میں توریہ اور ابہام ہوتا' مثلاً حدیث بخاری میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک آدمی نے قیامت کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ابتدائی عمر کو ملاحظہ کرتے ہوئے فرمایا یہ اپنی عمر سے استفادہ کرے گا اور یہ نہیں فوت ہو گا حتی کہ قیامت قائم ہو جائے۔

اہل علم کی توجیہہ

محدثین فرماتے ہیں اعراب اکثر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محسوس فرماتے اگر کہوں میں نہیں جانتا تو اس سے ان کا فتنہ و شک میں پڑنے کا خوف تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توریہ پر مشتمل جواب عنایت فرماتے۔ مذکورہ فرمان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد یہ ہے کہ یہ نوجوان لمبی عمر پائے گا اور نہیں فوت ہو گا حتی کہ حاضرین تمام فوت ہو جائیں گے اور ہر ایک کی موت اس کے لئے قیامت ہی ہوتی ہے۔

تمام سمجھ میں آگیا تو میں کہتا ہوں اس حدیث "ان ابی واباک فی النار" کی روایت لفظاً نہیں بلکہ راوی نے اسے معناً روایت کیا تو اسے وہم ہو گیا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توریہ پر مشتمل کلام فرمایا سامع نے جو سمجھا اسے نقل کر دیا۔

حدیث کا دوسرا طریق

حدیث کا دوسرا طریق ہماری بات پر شاہد ہے کہ اسے حضرت معمر نے ثابت سے روایت کیا اس میں یہ الفاظ "ان ابی واباک فی النار" موجود ہی نہیں اور پھر مذکورہ حدیث کے الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کا تذکرہ تک نہیں ہے' اور معمر روایت کے اعتبار سے حماد سے پختہ ہیں کیونکہ معمر کے حفظ میں کوئی کلام نہیں اس کی کسی روایت کو منکر نہیں کہا گیا پھر ان سے بخاری و مسلم دونوں نے حدیث لی ہے۔ (جبکہ حماد سے صرف مسلم نے) تو معمر کے الفاظ اثبت اور زیادہ

محفوظ ہونگے۔

حدیث سے تائید

پھر حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث بھی معمر ثابت عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ کے مطابق ہے' امام بزار نے مسند میں ا طبرانی نے معجم الکبیر میں رجال صحیح کی سند سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ایک اعرابی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا والد کہاں ہے فرمایا آگ میں' اس نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کہاں ہیں فرمایا۔

حیث مررت بقبر کافر فبشرہ بالنار (ابن۔ جر۔ ۱۱۴)

تم جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرو تو دوزخ کی بشارت دو۔

یہ حدیث صحیح ہے۔

متعدد فوائد

اس میں متعدد فوائد سامنے آتے ہیں۔

۱۔ سائل اعرابی تھا اور اس کے فتنہ وارتداد میں واقع ہو جانے کا خدشہ تھا۔

۲۔ جواب میں توریہ اور ابہام سے کام لیا گیا اس میں اپنے والد گرامی کے آگ میں ہونے کی ہرگز تصریح نہیں بلکہ فرمایا جب تم کسی کافر کی قبر سے گزرو تو اسے دوزخ کی بشارت دو۔ یہ جملہ بظاہر مطابق سوال نہیں' ہاں سیاق و سباق اور قرائن سے واضح ہو جاتی ہے' اور توریہ کا یہی حال ہوتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقیقت حال کو واضح کرنے اور اس کے والد کی مخالفت کو ناپسند فرمایا کہ کہیں یہ شخص اسلام سے پھر نہ جائے کیونکہ نفس کا ایسی چیز کو ناپسند جاننا فطرتی ہے۔

اور عربوں کی عادت سخت دل ہونا اور صاحب جفا ہونا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ایسا جواب دیدیا جو اس کے دل کو مطمئن کر دے۔

حدیث کا یہ طریق دیگر طرق سے نہایت ہی ثقہ ہے اس لئے بعض حفاظ محدثین

نے فرمایا۔

لولم نكتب الحديث من ستين وجهاما عقلناه	جب تک ہم نے حدیث کو ساٹھ وجہ سے نقل نہ کیا اسے ہم سمجھ ہی نہ پائے۔

یعنی راویوں کا اس کی سند اور الفاظ میں جو اختلاف ہوتا ہے وہ سامنے آئے تو بات بنتی ہے۔

بخاری و مسلم کی متعدد احادیث

بخاری و مسلم میں بہت سی احادیث کا معاملہ یہی ہے ان میں بعض راویوں سے الفاظ میں غلطی ہو گئی ہے جس کی نشاندہی ناقدین اور ماہرین حدیث نے فرمائی مثلاً حدیث مسلم سے بسم اللہ کی (نماز میں) قرات کی نفی ہوتی ہے۔ امام شافعی نے اس میں علت بیان کرتے ہوئے فرمایا دوسرے طریق سے سماع کی نفی ثابت ہوتی ہے نہ کہ قرات کی۔ راوی نے قرات کی نفی سمجھ کر اسے معناً روایت کر دیا۔ اسی طرح دیگر اشیاء ہیں جن کا تذکرہ کتب احادیث میں ہے تو اس جہت سے حدیث میں علت واضح ہو گئی لیکن یہ چیز اصلاً صحت حدیث کے منافی نہیں بلکہ محض الفاظ کی صحت کے منافی ہو گی۔

برزخ کی معیت

اس طرح یہ روایت "امی مع امکما" اس کی سند ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے والدہ ماجدہ کا دوزخ میں لازم نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے معیت سے مراد برزخ کی معیت ہو کیونکہ یہ کلمات بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے دلوں میں اطمینان کے لئے فرمائے تھے۔

اہم اعتراض و جواب

اگر یہ سوال ہو کہ جب یہ بات ثابت ہے کہ اہل فترت کے بارے میں امتحان کے بغیر دوزخ کا حکم جائز نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائل کے باپ کے بارے میں دوزخ کا حکم کیسے جاری فرمایا؟۔

چار جوابات

بندہ پر اس کے چار جوابات آشکار ہوئے ہیں۔

۱۔ یہ روایت اہل فترت کے بارے میں وارد روایات سے پہلے کی ہے جو ان کی وجہ سے منسوخ ہو چکی ہے' جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے مشرکین کے بچوں کے بارے میں دوزخی فرمایا پھر وہ حکم منسوخ ہو گیا۔

۲۔ ہم اہل فترت کے دوزخی نہ ہونے پر قطعی حکم نہیں لگا رہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جس نے اطاعت کر لی وہ جنت میں اور جس نے نافرمانی کی وہ دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔ تو ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے بارے میں خصوصاً آگاہ کر دیا گیا ہو کہ بوقت امتحان نافرمانی کرے گا اور دوزخ میں داخل ہو گا' تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وحی کی بنیاد پر اس کے دوزخی ہونے کا فرمایا۔

۳۔ یہ بھی امکان ہے کہ اس شخص نے یثرب اور شام کا سفر کیا ہو' اہل کتاب سے ملا ہو اور اسے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی دعوت پہنچ گئی ہو لیکن اس نے شرک پر ہی اصرار کیا لہٰذا اب وہ معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

۴۔ یہ بھی امکان ہے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کا دور پایا ہو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت بھی پہنچی لیکن اس نے شرک پر اصرار کیا تو اب اس کا عذر کیوں سنا جائے گا؟

اہم اعتراض

اگر تم یہ کہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین بھی تو یثرب میں گئے وہاں یہود سے ملاقات ہوئی تو یہ جو کچھ جواب میں تم نے کہا ہے وہ انہیں بھی لازم آئے گا۔

تین جوابات

اس کے تین جوابات ہیں۔

۱۔ پہلے اس کا ثبوت ضروری ہے کہ یہود نے انہیں دین کی دعوت دی ہو' جب یہ منقول نہیں تو ہم ان پر ایسا حکم نہیں لگا سکتے خصوصاً جبکہ وہ مدینہ منورہ میں بہت

تھوڑے دن ٹھہرے جس میں ایسی دعوت کی گنجائش نہیں ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کی طرف سفر کے دوران شہر مدینہ سے گزرے جب وہاں سے واپس مدینہ آئے تو وہ بیمار تھے ایک ماہ وہاں قیام رہا اور وہاں ہی وصال ہو گیا اس قدر تھوڑی مدت اور حالت بیماری میں کسی سے ملاقات و اجتماع اور دین کے بارے میں معلومات کی گنجائش نہیں رکھتا' حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے اعزہ و اقارب سے ملنے مدینہ تشریف لائیں تھیں وہاں انہوں نے ایک ماہ قیام کیا ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے وہاں سے واپسی پر راستہ میں ان کا وصال ہو گیا۔

۲۔ اس میں کیا مانع ہے کہ انہیں دعوت ملی اور انہوں نے قبول کی اگرچہ دونوں چیزوں پر نقل نہیں' تم ان کی طرف انکار کی نسبت کیسے کر سکتے ہو حالانکہ جب ان کے بیٹے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں ولادت سے پہلے ہی اہل کتاب اور کاہنوں نے مشہوری کر دی تھی' ان دونوں کی اس معاملہ میں تصدیق کی گئی اور انہیں بشارت بھی دی گئی' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کو ولادت سے پہلے' ولادت کے وقت اور ولادت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بتاتے ہوئے بشارت سے نوازا گیا اور انہوں نے اس کی تصدیق کی اور وصال کے وقت وہ اشعار کہے جو گزر چکے ہیں۔ کیا ان کی طرف شرک کی نسبت کی جا سکتی ہے؟ جبکہ ان کے مبارک بیٹے کے بارے میں انہیں آگاہ کر دیا گیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام لے کر بصورت رسول مبعوث ہونگے' بتوں کو توڑیں گے اور ان دونوں (والدین) نے اس کی تصدیق کی' کیا اسلام اس تصدیق کے علاوہ کسی شی کا نام ہے؟

۳۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ابتداءً ہی دین حنیفی اور دین ابراہیمی پر تھے اور انہوں نے کبھی بھی کسی بت کی پرستش نہیں کی' اس بات کو ہم عنقریب دلائل سے ثابت کریں گے۔

ضمیمہ

اہم بات یہ ہے کہ ان دونوں کا ابتدائی عمر میں وصال ہو گیا تھا وہ اس عمر کو نہیں

پہنچے کہ ان پر حجت قائم ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

اولم نعمر کم مایتذکر فیه من تذکر وجاء کم النذیر فذوقوا فما للظلمین من نصیر (الفاطر، ۳۷)	اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی۔ جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔ تو اب چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

بعض نے کہا عمر سے مراد ساٹھ سال ہے بعض نے چالیس کہا ہے، حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرمائے گا۔ جس کی عمر کا آخر ساٹھ سال پر ہو، ایک روایت میں ہے چالیس سال عمر والے پر اللہ تعالیٰ کی حجت کامل ہو جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کی عمر وصال کے وقت پچیس سال تھی جیسا کہ واقدی نے کہا اور یہ قول نہایت ہی پختہ ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی عمر بھی تقریباً اسی قدر تھی۔

فصل

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء وآجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام تک دین حنفی پر تھے اور وہ بت پرستی کرنے والے نہیں' امام ابن جریر نے تفسیر میں حضرت مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے فرمان

واذقال ابراہیم رب اجعل هذا البلد آمنا واجنبی وبنی ان نعبد الاصنام	اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب اس شہر کو امان والا کر دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔
(ابراہیم' ۳۵)	

کے تحت نقل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے حوالے سے دعا قبول کی اور ان کی دعا کے بعد ان میں سے کسی نے بت پرستی نہیں کی۔ (جامع البیان' ۸=۲۹۹)

امام ابن ابی حاتم نے تفسیر میں حضرت سفیان بن عیینہ کے بارے میں نقل کیا کہ ان سے یہ پوچھا گیا کیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی نے بت پرستی کی؟ فرمایا ہرگز نہیں۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی نہیں پڑھا۔

واجنبی وبنی ان نعبد الاصنام (ابراہیم. ۳۵)	اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

ابن منذر نے تفسیر ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

رب اجعلنی مقیم الصلوة ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء (ابراہیم' ۴۰)	اور میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے۔

کے تحت نقل کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے کچھ لوگ ہمیشہ فطرت پر رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کو بھی اس پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

وتقلبک فی الساجدین　　　　اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

(الشعراء' ۲۱۹)

ابن سعد نے طبقات میں' بزار' طبرانی اور ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی "وتقلبک فی الساجدین" کے تحت نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بصورت نبی ظہور پذیر ہوئے اور ساجدین میں تقلب کا معنی ہوا کہ آپ انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے۔

(الطبقات' ۱=۲۵)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے انبیاء سے عام پر محمول کر لیا جائے اور وہ نمازی ہیں جو ہمیشہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں رہے بشرطیکہ اس قول کو صحیح مان لیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں کثیر انبیاء نہیں بلکہ حضرت اسماعیل' حضرت ابراہیم' حضرت نوح' حضرت شیث' حضرت آدم اور حضرت ادریس علیہم السلام ہی نبی تھے۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی شاہد ہے' بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی بعثت من القرن الذی کنت فیہ　　　　مجھے اولاد آدم کے ہر دور کے بہتر خاندان میں پیدا کیا گیا' حتیٰ کہ میں اس خاندان میں مبعوث ہوا جس میں اب ہوں۔

(البخاری باب صفۃ النبی)

مسلم میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ اصطفی من ولد ابراہیم اسماعیل و اصطفی من　　　　اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل کو اور قریش میں سے بنو ہاشم کو

قریش بنی ہاشم　　منتخب فرمایا۔

(المسلم باب فضل نسب النبی)

ان کا خیر اور منتخب ہونا بتا رہا ہے کہ وہ مسلمان تھے۔

دوسرا طریقہ استدلال

اس پر ایک اور طریقہ سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ امام احمد نے زہد میں اور شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں (شرائط بخاری و مسلم کے مطابق) سند صحیح کے ساتھ نقل کیا۔

ماخلت الارض من بعد نوح من سبعة يدفع الله بهم عن اهل الارض　　حضرت نوح کے بعد کبھی زمین ایسے سات افراد سے خالی نہیں جن کی وجہ سے اللہ زمین سے عذاب دور کرتا۔

ابن جریر نے تفسیر میں شہر بن حوشب سے نقل کیا ہمیشہ زمین ایسے چودہ افراد سے خالی نہیں رہی جن کی برکت سے زمین سے عذاب ٹالا جاتا رہا ہاں زمانہ ابراہیم علیہ السلام میں فقط وہ اکیلے ہی تھے۔

امام احمد نے زہد میں حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

لم يزل بعد نوح فی الارض اربعه عشر يدفع بهم العذاب　　حضرت نوح کے بعد ہمیشہ زمین میں چودہ ایسے افراد رہے جن کی وجہ سے عذاب دور رہا۔

شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں ذاذان سے نقل کیا زمین کبھی بھی بارہ ایسے افراد سے خالی نہیں رہی کہ جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب دور کرتا۔

یہ آثار اور ابن جریج کا وہ قول کہ اولاد ابراہیم میں کچھ لوگ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے دلالت کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے دین حنیفی پر ہی تھے۔

اس کی تفصیل

اب اگر وہ کفر پر تھے تو وہ لوگ جو فطرت پر تھے اور ان کی وجہ سے عذاب دور ہوتا وہ ان کے علاوہ تھے یا کوئی شخص ایسا تھا ہی نہیں دوسری صورت باطل ہے کیونکہ یہ آثار صحیحہ کے خلاف ہے۔ اور پہلی صورت بھی باطل ہے کیونکہ اس سے دوسروں کا افضل ہونا لازم آتا ہے اور کوئی کافر، مسلمان سے افضل نہیں ہو سکتا اور یہ اس بخاری کی روایت کے مخالف ہونے کی وجہ سے بھی باطل ہے جس میں ہے کہ میں ہر دور میں افضل خاندان میں رہا حتی کہ افضل میں ہی پیدا ہوا تو اس سے واضح ہو جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر اصل اپنے دور کے تمام لوگوں سے افضل اور بہتر تھی اور اس صورت میں نہیں ہو سکتا کہ وہ تو کافر ہوں اور ان کے دور میں کوئی اور مسلمان ہو تو اس سے متعین ہو جاتا ہے کہ وہ مسلمان تھے۔ اور حدیث بخاری کا معنی احادیث متواتر سے ثابت ہے۔

(البخاری، باب صفۃ النبی)

میں والدین کے حوالے سے بھی افضل ہوں

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو جب بھی دو گروہوں میں بانٹا گیا تو مجھے اللہ تعالی نے ان میں سے افضل میں رکھا، میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا اور مجھے عہد جاہلیت کی کسی شے نے مس نہیں کیا، میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اپنی والدہ تک نکاح سے پیدا ہوا نہ کہ سفاح سے۔

فانا خیر کم نفسا وخیر کم ابا — میں تم سے ذات کے حوالے اور والدین کے حوالے سے افضل ہوں۔

امام ابو نعیم نے "دلائل النبوۃ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے والدین کا ملاپ کبھی زنا کی وجہ سے نہیں ہوا۔ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف مزکی اور مصفی منتقل ہوتا رہا، یہاں بھی ان کو دو شعبوں میں بانٹا گیا وہاں مجھے ان میں سے افضل

میں رکھا گیا۔ (دلائل النبوہ ۱=۵۷)

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر مضر، مضر میں سب سے افضل عبد مناف اور عبد مناف میں افضل بنو ہاشم اور بنو ہاشم میں افضل عبدالمطلب ہیں۔

واللہ ما افترق منذ خلق اللہ آدم الا کنت فی خیرھما	اللہ کی قسم حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر جب بھی اللہ تعالیٰ نے دو گروہ بنائے تو مجھے ان میں سے افضل میں رکھا۔

اس موضوع پر کثیر احادیث ہیں جنہیں میں نے کتاب المعجزات میں ذکر کیا ہے۔

شیخ نے ابن ابی عمرو العدنی نے مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا قریش بارگاہ الٰہی میں سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار پہلے بصورت نور موجود تھے اور وہ نور تسبیح پڑھتا تھا اور ملائکہ اس کی تسبیح پر تسبیح پڑھتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت میں اس نور مبارک کو رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے پشت آدم میں زمین پر اتارا اور مجھے پشت نوح میں رکھا اور پھر پشت ابراہیم میں، پھر اللہ تعالیٰ نے مبارک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل فرمایا حتیٰ کہ میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا اور وہ کبھی بھی زنا پر جمع نہیں ہوئے۔

امام بیہقی نے دلائل میں، طبرانی نے اوسط میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے جبرائیل امین علیہ السلام نے فرمایا۔

قبلت الارض	میں نے تمام زمین کو شرق ۔ غرب دیکھا

مشارقها ومغاربها فلم اجد رجلا افضل من محمد ولم اجد بنی اب افضل من ہاشم (الوفاء ۱/ ۷۷)

ہے حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو افضل نہیں پایا اور بنو ہاشم سے بڑھ کر کوئی خاندان افضل نہیں دیکھا۔

حافظ ابن حجر نے امالی میں اس روایت کے بعد فرمایا۔

لوائح الصحه ظاہرۃ علی صفحات ھذا المتن

اس حدیث کے متن کی صحت پر واضح شواہد ہیں۔

فصل

امام اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری کا قول ہے۔

وابوبکر مازالت بعین الرضا	رضا ابوبکر کے ساتھ رہیں۔

اس سے کیا مراد ہے؟ بعض نے کہا ان کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق بعثت سے پہلے بھی مومن تھے ' دوسرے کہتے ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ یہ ہمیشہ سے ایسے لوگوں میں رہے جن پر غضب نہیں ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا یہ اعلیٰ ابرار میں ہونگے۔

شیخ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں اگر ان کی مراد یہی ہے تو پھر دیگر صحابہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی فرق نہ ہوا حالانکہ امام اشعری نے یہ کلمات کسی اور صحابی کے بارے میں نہیں کہے تو درست ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے۔

ان الصدیق رضی الله عنه لم تثبت عنه حالة کفر بالله قبل البعث کحال زید بن عمرو نفیل واقرانه	حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے کہیں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر صادر نہیں ہوا جیسا کہ زید بن عمرو اور ان کے ساتھیوں کا معاملہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہی ہے۔

یہی بات والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے

ہم کہتے ہیں جو کچھ امام سبکی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہا ہے یہی بات ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین اور اجداد کے بارے میں کہتے ہیں کیونکہ حضرت صدیق اور زید بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہی دین حنیفی نصیب ہوا کیونکہ یہ دونوں اعلان نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت کرنے والے تھے۔

فصل

ایمان اجداد پر تصریحات

ایمان اجداد پر تصریحات

متعدد لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کے ایمان پر تصریح کی ہے۔

ا۔ ابن حبیب نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا عدنان، معد، ربیعہ، مضر، خزیمہ اور اسد ملت ابراہیم پر تھے۔

فلا تذکروھم الا بخیر — ان کا تذکرہ خیر کے ساتھ ہی کیا کرو۔

۲۔ امام سہیلی نے روض الانف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا۔

لا تسبوا الیاس فانہ کان مؤمنا — الیاس کو برا نہ کہو وہ مومن تھے۔

(الروض ۱=۸)

یہ بھی منقول ہے کہ وہ اپنی پشت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حج کا تلبیہ سنا کرتے۔ (الروض الانف ۱=۸)

۳۔ زید بن بکار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان نقل کیا ہے۔ مضر اور ربیعہ کو برا نہ کہو۔

فانھما کانا مؤمنین (ایضاً) — کیونکہ وہ دونوں اہل ایمان تھے

۴۔ ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا عبداللہ بن خالد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لا تسبوا مضر فانہ کان قد اسلم — مضر کو برا نہ کہو کیونکہ وہ مسلمان تھے۔

(الطبقات ۱=۵۸)

۵۔ امام سہیلی نے روض الانف میں لکھا کعب بن لوی پہلے شخص ہیں جنہوں نے جمعہ کے دن اجتماع شروع کیا قریش اس دن جمع ہوتے اور وہ انہیں خطاب کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بتاتے کہ میری اولاد میں سے ہونگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محل بعثت ذکر کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کی تلقین کرتے، ان کا یہ شعر بھی منقول ہے۔

یالیتنی شاھدا نجواء دعوته   اذا قریش تبغی الحق خذلانا

(کاش میں اس وقت موجود ہوتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت دیتے اور قریش اس کو پست کرنے کی کوشش کرتے)

(الروض الانف ۱: ۶)

امام ماوردی نے یہ روایت حضرت کعب سے کتاب الاعلام میں نقل کی ہے۔

(اعلام النبوۃ ۱۵۵)

میں کہتا ہوں امام ابونعیم نے بھی دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے حضرت کعب اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کے درمیان ۵۶۰ سال کی مدت کا فاصلہ ہے میں نے یہ روایت بعینہ انہی الفاظ میں کتاب المعجزات کی ابتداء میں نقل کی ہے۔

فصل

ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ جب اصحاب فیل کا لشکر آیا تو حضرت عبدالمطلب جبل ابو قبیس پر چڑھے اور کہا

لاهم ان المرء يمنع رحله فامنع رحالك
لايغلبين صليبهم ومحالهم غدوا محالك

(اے اللہ ہر آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی کعبہ کی حفاظت فرما' ان کی صلیب تیرے گھر پر کبھی غا . . نہیں ہو گی۔) (الطبقات '۱=۹۲)

کچھ لوگوں نے یہ مصرعہ بھی نقل کیا ہے۔

فانصر على ال الصليب وعا بديه اليوم آلك

یہ واضح طور پر دلالت کر رہا ہے کہ وہ دین حنیفی پر تھے کیونکہ وہ صلیب اور اس کی عبادت کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔

طبقات ابن سعد میں مختلف اسناد کے ساتھ ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دایہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اے

لاتغفلی عن بنی فانی
وجدته مع غلمان قريبا من
السدرة وان اهل الكتاب
يقولون ابنی هذا نبی هذه الملة
(الطبقات '۱=۱۱۸)

میرے بیٹے کے بارے میں کبھی غفلت نہ کرنا میں نے اسے بچوں کے ساتھ مقام سدرہ میں دیکھا ہے اور اہل کتاب میرے بیٹے کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس امت کا نبی ہے۔

فصل

دین حنیفی پر قائم لوگ

دین حنیفی پر قائم لوگ

۱۔ محدث بزار، حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لا یسوا ورقة بن نوفل فانی قد رایت له جنة (المستدرک ۴=۴۳۵) ورقہ بن نوفل کو برا نہ کہو میں نے ان کے لئے جنت دیکھی ہے۔

۲۔ محدث بزار نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زید بن محمد بن نفیل کے بارے میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ دور جاہلیت میں بھی قبلہ کی طرف رخ ہو کر کہتے تھے 'میرا دین دین ابراہیمی ہے' اور میرا خدا' حضرت ابراہیم کا خدا ہے' اور پھر سجدہ کرتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے اور حضرت عیسیٰ بن مریم کے درمیان ایک امت کا حشر ہو گا ہم نے ورقہ بن نوفل کے بارے میں پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ بھی قبلہ رخ ہو کر کہتے تھے میرا الہ وہی ہے جو زید کا اور میرا دین بھی انہی کی طرح ہے تو فرمایا۔

رأیته یمشی من بطن الجنة علیه حلة من سندس میں نے انہیں جنت میں دیکھا ہے ان پر ریشمی حلہ تھا

امام ابونعیم نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا کہ قیس بن ساعدہ عکاظ کے بازار میں اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے مکہ کی طرف اشارہ کرتے کہتے اس طرف سے حق آئے گا۔ وہ پوچھتے حق سے کیا مراد ہے 'فرماتے حضرت لوئی بن غالب کی نسل سے ایک شخص پیدا ہو گا جو ہمیں کلمہ اخلاص' دائمی زندگی اور نہ ختم ہونے والی نعمتوں کی طرف دعوت دے گا' جب وہ ایسا کرے تم اسے قبول کرنا اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں سب سے پہلے ان کو مان لونگا۔

امام ابونعیم نے عمرو بن عبینہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا میں جاہلیت کے دور میں اپنی قوم کے بتوں کو تسلیم نہیں کرتا تھا اور جانتا تھا یہ باطل ہیں اور وہ بتوں کی

عبادت کرتے۔

امام ابونعیم نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا تبع تصدیق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہی فوت ہوا' یہ بھی فرمان نبوی ہے' تبع کو برا کہو کیونکہ وہ اسلام لا چکے تھے۔ خرائطی اور ابن عساکر نے تاریخ میں جامع سے نقل کیا کہ اوس بن حارثہ دعوت حق اور بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ کرتے اور اپنی موت کے وقت انہوں نے اپنے بیٹے مالک کو اس کے بارے میں وصیت بھی کر میں نے تمام روایت کتاب المعجزات میں ذکر کی ہے۔

امام بیہقی اور ابونعیم نے دلائل میں نقل کیا کہ عمرو بن حبیب جہنی نے جاہلیت میں شرک ترک کر دیا وہ اللہ کی خاطر نماز ادا کرتے اور زندہ رہے حتی کہ مسلمان ہوئے' میں نے یہ روایت بھی بتمامہ کتاب المعجزات میں ذکر کی ہے۔

امام طبرانی نے معجم کبیر میں رجال ثقات کی سند سے حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں قس کا تذکرہ ہوا تو فرمایا' اللہ تعالیٰ قس پر رحم فرمائے' عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ

محمد کی تین اقسام

علوم کے اعتبار سے محمد کی تین اقسام ہیں انساب کا علم' تاریخ کا علم' ادیان کا علم' اس کے علم کو نہایت ہی اہمیت دیتے' خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کی معرفت' اس نور پر اطلاع جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا پھر ان کی اولاد میں منتقل ہوتا یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں وہ چمکا' اس نور کی برکت سے اپنے بیٹے کے ذبح کی نذر مانی' اسی نور کی برکت سے انہوں نے اپنی اولاد کو ترک ظلم و سرکشی کی وصیت فرمائی اور انہیں مکارم اخلاق پر ابھارا' انہیں گھٹیا امور سے منع کیا اسی نور کی برکت سے ابرہہ کو انہوں نے فرمایا۔

ان ھذا البیت ربا یحفظہ — اس گھر کا رب ہے جو اس کا محافظ ہے۔

اور جبل ابو قبیس پر چڑھ کر فرمایا۔

لاهم ان المرء یمنع رحله فامنع رحالک
لا یغلبن صلیبهم ومحالهم عدوا محالک

(اے اللہ آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما، ان کی صلیب اور اسلحہ تیرے گھر پر غالب نہیں آ سکتے)

اس نور کی برکت سے انہوں نے اپنے نصائح میں فرمایا کوئی بھی ظالم دنیا سے رخصت نہیں ہو گا مگر اس سے بدلہ ضرور لیا جائے گا۔ ایک ظالم آدمی فوت ہوا حالانکہ اس سے بدلہ نہیں لیا گیا تھا۔ ان سے عرض کیا تو غور و فکر کے بعد فرمایا۔

واللہ ان وراء هذه الدار دارا یجزی فیما المحسن باحسانه ویعاقب فیها المسئی باساء ته	اللہ کی قسم: اس جہان کے بعد دوسرا جہان ہے جس میں ہر نیکی والے کو جزا اور برائی کرنے والے کو سزا دی جائے گی۔

ان کے بعد مبدء و معاد ماننے پر یہ بھی دلیل ہے کہ جب انہوں نے عبداللہ کے لئے تیر نکالے تو کہا۔

یا رب انت الملک المحمود وانت المبدی والمعید
وانت رب من عندک الطارف والتلید

اے میرے رب تو مالک و محمود ہے، تو میرا رب مالک اور معبود ہے، نیا اور پرانا مال تیری ہی طرف سے ہے۔

رسالت و شرف نبوت کی معرفت پر یہ بات بھی شاہد ہے کہ اہل مکہ پر جب بھی قحط آتا تو وہ حضرت ابوطالب کے پاس آ کر کہتے، چھوٹے بچے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو لاؤ اور ان کے وسیلہ سے بارش طلب کرو، اسی سلسلہ میں ابوطالب کا یہ شعر معروف ہے۔

وابیض یستقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للا رامل

(یہ سفید چمک والے جن کے چہرے کی برکت سے بارش طلب کی جاتی ہے اور یہ یتیموں اور بیگانوں کا سہارا ہے)

دوسری قسم علم رؤیا اور تیسری علم کہانت وقیافہ شناسی تھی۔

عربوں میں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے تھے اور وہ نبی کے بھی منتظر تھے۔ ان کے لئے کچھ سنن اور شریعتیں تھیں' ان میں کچھ دین حنیفی کے مقتداء تھے' مثلاً زید بن عمرو بن نفیل قیس بن ساعدہ ایادی' عامر بن ظرب عدوانی' ان میں سے کچھ جاہلیت میں بھی شراب کو حرام جانتے مثلاً قیس بن عاصم تمیمی' صفوان بن امیہ کنانی اور عقیب بن معد یکرب کندی' ان میں سے کچھ لوگ خالق پر اور خلق آدم علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے مثلاً۔ بزبن ثعلب بن دبرہ بن قضاعہ انہی میں پھر زہیر بن ابی سلمیٰ ہیں' جب کسی کانٹوں والے درخت کے پاس سے گزرتے اور وہ خزاں کے بعد پر بہار ہوتا تو کہتے۔

لولا ان تسبنی العرب لامنت	اگر عرب مجھے برا نہ کہیں تو میں اس
ان الذی احیاک بعد یبس	ذات پر ایمان لاتا جس نے مجھے خشکی کے
سیحیی العظام وھی رمیم	بعد زندہ فرمایا اور وہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

اس کے بعد وہ قیامت پر بھی ایمان لے آئے اور اپنے مشہور قصیدہ میں کہا۔

یؤخر فیوضع فی کتاب فیدخر   لیوم الحساب اویعجل فینتقم

(کتاب میں جمع کر کے اعمال کو حساب کے دن کے لئے رکھ لیا جائے گا یا جلدی میں انتقام لیا جائے گا۔)

بعض عربوں پر جب موت آتی تو وہ اولاد سے کہتے میرے ساتھ میری سواری کو بھی دفن کرنا تاکہ وہ میرے ساتھ ہی اٹھے اگر تم نہیں کرو گے تو پھر میں پیدل ہی میدان حشر میں جاؤں گا۔ جاہلیت میں متعدد ایسی اشیاء کو وہ حرام جانتے' جنہیں قرآن نے حرام قرار دیا مثلاً" ماں' بیٹی' بہن' خالہ اور پھوپھی کے ساتھ نکاح حرام جانتے' طواف کرنے کے لئے سعی کرتے' تلبیہ کہتے' تمام مناسک حج ادا کرتے' قربانی کرتے' رمی جمار کرتے' مہینوں کا احترام کرتے۔ اموات کو غسل و کفن دیتے ان دس طہارات

طریقہ پر قائم رہتے جن کا حکم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ملا تھا' وعدہ وفا کرتے' مہمان نوازی کرتے' چور کا ہاتھ کاٹتے' عربوں میں ابتداء دین ابراہیمی اور توحید قائم اور مشہور تھی۔ سب سے پہلے جس نے اسے تبدیل کیا' اور بتوں کی پرستش شروع کی اس کا نام عمرو بن لحی ہے۔ (الملل والنحل '۲=۲۳۸)

ابن جوزی نے التلقیح میں لکھا جاہلیت میں ان لوگوں نے بتوں کی پرستش ترک کر دی تھی مثلاً" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' زید بن عمرو بن نفیل' عبداللہ بن جحش' عثمان بن حویرث' ورقہ بن عمرو بن نوفل' رباب بن براء' ابوبکر اسعد الحمیری قس بن ساعدہ ایادی اور ابو قیس بن صرمہ۔

فصل

تمام انبیاء کے آباء کافر نہیں

میں نے امام فخرالدین رازی کو پڑھا انہوں نے اس پر دلائل فراہم کیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء توحید پر تھے ان کی اسرار التنزیل کی عبارت یہ ہے۔

منقول یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں اس پر درج ذیل دلائل ہیں۔

ا۔ تمام انبیاء کے آباء کافر نہیں

اس پر دلائل یہ ہیں۔

ا۔ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے۔

الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین — جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

(الشعراء' ۲۱۸ ' ۲۱۹)

اس کا مفہوم یہ بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ایک ساجد کی طرف سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا اس صورت میں یہ آیت مبارکہ دلالت کر رہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء مسلمان تھے تو اب قطعی طور پر ماننا پڑے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر نہ تھے' زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ آیت مبارکہ کے اور بھی معانی ہیں جب روایات تمام معانی کے بارے میں مروی ہیں اور ان میں منافات بھی نہیں تو آیت کو مذکورہ تمام معانی پر محمول کرنا لازم ہے تو جب یہ صحیح ہے تو ثابت ہو گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرست نہ تھے۔

۲۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی دلالت کرتا ہے۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الی ارحام الطاہرات — میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے۔

انما المشرکون نجس   مشرک نرے ناپاک ہیں۔

(التوبۃ - ۲۸)

تو ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء و اجداد میں کوئی بھی مشرک نہ ہو، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

تصنیف
امام جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ و تحقیق
مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز، لاہور

نام کتاب	الدرج المنیفة فی آلاباء الشریفة
مصنف	امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)
ترجمہ کا نام	حضور ﷺ کے آباء کی شانیں
مترجم	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	علامہ محمد فاروق قادری
پروف ریڈنگ	حافظ ابو سفیان نقشبندی
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
اشاعت اول	۱۹۹۹ء
اشاعت دوم	۲۰۱۲ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048.

انتساب

حضرت العلام مولانا محمد مہر الدین نقشبندی جماعتی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

۱- جو مدرس ہی نہ تھے بلکہ عظیم محقق اور مصنف بھی تھے۔

۲- طالب علم سے ان کی دوستی کا ماحول کتاب کا مشکل سے مشکل مقام بھی آسان کر دیتا۔

۳- سیرت و کردار میں وہ اپنے اسلاف کی یادگار تھے۔

محمد خان قادری

الدرج المنيفة في الآباء الشريفة

للإمام جلال الدين عبد الرحمن السيوطي

٨٤٩ هـ - ٩١١ هـ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں بندہ کی یہ تیسری لطیف ہے جو تمام سے مختصر ہے۔ میں کہتا ہوں' کثیر آئمۂ اعلام کی یہ رائے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ناجی ہیں اور وہ آخرت میں نجات پائیں گے۔ اور یہ تمام علماء دوسروں سے مخالف قول رکھنے والوں کو زیادہ جانتے ہیں اور یہ درجہ میں ان سے کسی طرح بھی کم نہیں' یہ آئمہ احادیث و آثار کے حافظ ہیں' ان سے بڑھ کر ان دلائل کے نقد کو کون جانتا ہے جن سے اس پر انہوں نے استدلال کیا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ تمام علوم کے جامع اور فنون کے ماہر' خصوصًا وہ چار علوم جن کے ساتھ اس مسئلہ کا تعلق ہے۔ کیونکہ یہ تین قواعد پر مبنی ہے کلامیہ' اصولیہ اور فقیہ۔ چوتھا قاعدہ حدیث اور اصول فقہ میں مشترکہ ہے' اس کے ساتھ ساتھ حفظِ حدیث میں مہارت' وسعت اور صحت نقد کا علم' اقوال آئمہ پر اطلاع اور ان کے تمام کلام پر نظر کا ہونا ضروری ہے۔ یہ ہرگز گمان نہ کرنا کہ (معاذ اللہ) یہ آئمہ ان احادیث سے واقف نہیں جن سے مخالفین نے استدلال کیا ہے' یہ آگاہ ہی نہیں بلکہ انہوں نے گہرائی میں ڈوب کر ان کا مطالعہ کیا اور اس قدر خوبصورت ان کا جواب دیا جسے کوئی منصف رد نہیں کر سکتا اور اپنے موقف پر جو انہوں نے دلائل فراہم کیے ہیں وہ پہاڑوں کی طرح مضبوط ہیں' ہاں دونوں فریق اکابر اور اجلہ آئمہ ہیں۔

تین درجات

نجات کا قول کرنے والوں کے تین درجات ہیں۔

درجہ اول

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین تک کسی دین کی دعوت نہیں پہنچی' وہ زمانۂ فترت میں تھے جب اہل مشرق و مغرب میں جہالت ہی جہالت تھی' اس وقت کوئی

دعوت دینے والا تھا ہی نہیں اور نہ ہی وہ کسی شریعت سے آگاہ تھے' یہ بھی پیش نظر رہے کہ آپ کے والدین ابتدائی عمر میں وصال فرما گئے' وہ بڑھاپے کو پہنچے ہی نہیں' انہیں زیادہ سفر' تجربات اور واقعات پر اطلاع بھی نہ ہوئی۔ حافظ علائی کہتے کہ صحت کے ساتھ یہی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی نے اٹھارہ سال اور والدہ ماجدہ نے تقریباً بیس سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ ہے تو یہ بھی ذہن میں رہے آپ گھر میں نہایت ہی باپردہ خاتون تھیں کبھی بھی مردوں کے سامنے تک نہیں گئیں اور نہ ہی کسی خبر دینے والے کی ان سے ملاقات ہوئی۔

آج شرقاً و غرباً اسلام اور اس کی تعلیمات پھیلی ہوئی ہیں مگر خواتین اکثر احکام شریعت سے ناواقف ہیں کیونکہ وہ فقہاء و علماء سے دور ہوتی ہیں' اس کے بعد بتایئے دور جاہلیت اور فترت کے بارے میں کیا خیال ہونا چاہیے؟

آئمۂ شوافع اور اشاعرہ کا فیصلہ

جن لوگوں تک دعوت نہیں پہنچی ان کے بارے میں آئمہ و فقہاء شوافع اور اہل کلام و اصول کے آئمہ اشاعرہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسے شخص کی نجات ہو جائے گی وہ جنت میں جائے گا۔ امام شافعی اور ان کے تمام اصحاب کی یہی رائے ہے۔

آٹھ آیاتِ قرآنیہ

اس پر انہوں نے آٹھ آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا ہے۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء '۱۵)

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں۔

۱۔سورۃ الانعام میں ارشاد ہوتا ہے۔

ذلک ان لم یکن ربک مهلک القری بظلم واهلها غفلون (الانعام' ۱۳۱)

یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہیں۔

۲۔سورۃ القصص میں فرمایا

ولولان تصیبهم مصیبة بما قدمت ایدیهم فیقولوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک ونکون من المؤمنین (القصص' ۴۷)

اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا' تو کہتے اے ہمارے رب: تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

۳۔اس سورۂ مبارکہ میں دوسرے مقام پر فرمایا۔

وماں کان ربک مهلک القری حتی یبعث فی امها رسولا یتلوا علیهم ایتنا (القصص' ۵۹)

اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے۔

۵۔اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

ولوانا اهلکنهم بعذاب من قبله لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک من قبل ان نذل ونخزی (طه' ۱۳۴)

اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب: تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے ذلیل و رسوا ہوتے۔

۶۔ سورۃ الانعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وھذا کتاب انزلناہ مبرک فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون ان تقولوا انما انزل الکتاب علی طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستھم لغفلین (الانعام' ۱۵۶٬۱۵۵)

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری کرو کہ تم پر رحم ہو۔ کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی۔ اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

۷۔ سورۃ الشعراء میں ہے۔

وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون ذکری وما کنا ظلمین

(الشعراء' ۲۰۹٬۲۰۸)

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی ہے جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

۸۔ سورۃ الفاطر میں ارشاد ربانی ہے۔

وھم یصطرخون فیھا ربنا اخرجنا نعمل صلحا غیرالذی کنانعمل اولم نعمرکم مایتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر فذوقوا فماللظلمین من نصیر

(الفاطر' ۳۷)

اور وہ اس میں چلاتے ہونگے اے ہمارے رب: ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لاتا تھا۔ تو اب چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

چھ احادیث مبارکہ

اس طرح انہوں نے اپنے موقف پر ان چھ احادیث سے بھی استدلال کیا ہے۔

امام احمد اور اسحاق بن راھویہ نے اپنی مسانید میں اور بیہقی نے الاعتقاد میں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت اسود بن سریع اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چار آدمی روز قیامت حجت پیش کریں گے۔

۱۔ بہرا شخص جو کچھ نہ سن سکتا ہو۔

۲۔ بے وقوف

۳۔ نہایت ہی بوڑھا

۴۔ زمانہء فترت میں فوت ہونے والا

بہرہ عرض کرے گا اسلام آیا مگر میں کچھ سن ہی نہ سکتا تھا۔ بے وقوف و دیوانہ عرض کرے گا اسلام آیا مگر مجھے بچے مینگنیاں مار مار کر بھگا دیتے تھے۔ بوڑھا عرض کرے گا میرے رب! اسلام آیا مگر میں کوئی شے سمجھ ہی نہ پاتا تھا۔ فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا' میرے رب! میرے پاس تیرا رسول آیا ہی نہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ طاعت کا وعدہ لے گا پھر رسول ان کی طرف بھیجے گا جو انہیں آگ میں داخل ہونے کے لئے کہے گا' جو وہاں داخل ہو جائے گا وہ سلامتی اور امن میں چلا جائے گا اور جو داخل نہ ہو گا اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

(مسند احمد' ۴=۱۰۲)

۲۔ امام بزار نے مسند میں سند حسن (شرائط ترمذی پر) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' فترت میں فوت ہونے والے' معتوہ (بے سمجھ) اور بچے کو لایا جائے گا' صاحب فترت کہے گا میرے پاس کوئی کتاب اور رسول نہیں آیا' معتوہ کہے گا میرے رب! مجھے تو نے عقل ہی نہ دی کہ اس سے خیروشر میں تمیز کرتا' بچہ عرض کرے گا مجھے عمل کے لئے وقت ہی نہیں ملا' ان کے سامنے آگ لائی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا اس میں لوٹ جاؤ اس میں ایسے لوگ داخل ہو جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں سعید تھے اور وہ عمل

کا وقت پاتے۔ اور وہ رک جائیں گے جو علم الہٰی میں شقی تھے اگرچہ عمل کا وقت بھی لیتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

ایای عصیتم فکیف برسلی بالغیب؟ (مسند بزار) — تم میرے سامنے میری نافرمانی کر رہے ہو غیب میں میرے رسولوں کے ساتھ تمہارا حال کیا ہوتا؟

۳۔ امام عبدالرزاق' ابن جریر' ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے اپنی تفاسیر میں سند صحیح (شرائط بخاری و مسلم) کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' روز قیامت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اہل فترت' بے عقل گونگے' بہرے اور ان بوڑھوں کو جمع کیا جائے گا جنہوں نے اسلام نہ پایا ہو گا' پھر ان کی طرف رسول بھیجا جائے گا جو انہیں آگ میں داخل ہونے کا کہے گا' وہ کہیں گے یہ کیوں؟ ہمارے پاس تو رسول آئے ہی نہیں پھر فرمایا' اللہ کی قسم! اگر وہ اس میں داخل ہو جاتے تو وہ ان پر ٹھنڈی ہو جاتی پھر ان کی طرف رسول بھیجا جائے گا تاکہ وہ ان کی طاعت کریں تو وہی طاعت کرے گا جو ارادہ رکھتا تھا' پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس پر بطور استدلال یہ آیت مبارکہ پڑھو۔

وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء' ۱۵) — اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

(جامع البیان' ۹=۷۰)

۴۔ امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی اور کہا یہ شرائط بخاری و مسلم کے مطابق صحیح ہے امام ذہبی نے ان کے اس حکم کو ثابت رکھا۔

(المستدرک' ۴=۴۹۶)

۵۔ امام بزار اور ابویعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی نقل کیا۔

۶۔ امام ابونعیم نے حلیہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی ہی حدیث نقل کی ہے۔

یہ تمام ناسخ ہیں

علماء نے فرمایا ہے کہ یہ تمام آیات و احادیث ان احادیث کی ناسخ ہیں جو صحیح مسلم وغیرہ میں ہیں۔ جیساکہ مشرکین کے بچوں کے بارے میں حدیث ہے کہ وہ دوزخ میں ہونگے "اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی "ولا تزروازرۃ وزراخری" سے منسوخ ہے۔

اسی طرح جو احادیث اوپر آئی ہیں وہ اس روایت کے خلاف ہیں۔

اسی طریقہ و راہ کو پوری جماعت نے اختیار کیا ہے ان میں سے آخری حافظ زمانہ قاضی القضاۃ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی ہیں' وہ فرماتے ہیں

الظن بابائہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلھم یعنی الذین ماتواقبل البعثۃ انھم یطیعون عندالامتحان لتقربہ عینہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء جو اعلان نبوت سے پہلے وصال فرما گئے ان کو بوقت امتحان طاعت نصیب ہو گی تاکہ اس سے حضور ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

احادیث سے تائید

اس مؤقف کی تائید یہ احادیث بھی کرتی ہیں۔

۱۔ امام ابن جریر نے تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

"ولسوف یعطیک ربک فترضی" کے تحت ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

من رضا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لایدخل احد من اہل بیتہ النار

حضور ﷺ کی رضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت میں سے کوئی آگ میں داخل نہ ہو۔

(جامع البیان' ۱۵'۲۹۲)

۲۔ امام حاکم روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔

ماسألت ربی فیعطینی فیھما وانی لقائم یومئذ المقام المحمود	میں نے جو کچھ اپنے رب سے مانگا اس نے مجھے ان کے بارے میں عطا فرمایا اور میں اس دن مقام محمود پر کھڑا کیا جاؤں گا۔

(المستدرک' ۲=۳۹۶)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی واضح کر رہا ہے کہ روزِ قیامت انہیں بوقتِ امتحان شفاعت نصیب ہو گی اگر انہیں دعوت پہنچی ہوتی تو یہ شفاعت نہ ملتی' کیونکہ دعوت پہنچنے والے منکر کے لئے شفاعت نہیں ہوا کرتی۔

حدیث میں تصریح

یہاں تو اشارۃً ذکر ہے مگر ایک حدیث میں اس پر تصریح ہے جسے تمام رازی نے فوائد میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز

شفعت لابی وامی وعمی ابی طالب واخ لی فی الجاھلیۃ	میں اپنے والد' والدہ' چچا ابوطالب اور جاہلیت کے رضائی بھائی کی شفاعت کروں گا۔

اسے امام محب طبری (جو حفاظ و فقہاء سے ہیں) نے "ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی (صفحہ ۱۷) میں بھی ذکر کیا ہے اور فرمایا اگر یہ روایت ثابت ہے تو پھر حضرت ابوطالب کے حوالے سے اس میں تاویل کرنا ہو گی کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوئی۔

نوٹ:۔ حضرت ابوطالب کے حوالے سے اس لئے تاویل کرنا پڑی کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلانِ نبوت پایا مگر اسلام نہ لائے۔

جن لوگوں کو دعوت نہ پہنچ سکی ان کے بارے میں اہلِ علم کی مختلف تعبیرات ہیں لیکن سب سے خوبصورت یہ ہے کہ وہ صاحبِ نجات ہیں' بعض نے کہا وہ مسلمان

ہیں' غزالی فرماتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ انہیں حکم مسلم میں مانا جائے۔

درجہ ثانیہ

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور یہ حجتہ الوداع کا واقعہ ہے اور یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثابت ہے جسے خطیب بغدادی نے "السابق واللاحق میں" دار قطنی اور ابن عساکر دونوں نے غرائب مالک میں ابن شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں محب طبری نے خلاصۃ السیر میں نقل کیا ہے۔ سہیلی نے الروض الانف میں ایک اور سند سے دوسرے الفاظ میں نقل کی اور اس کی سند ضعیف ہے لیکن ضعف کے باوجود تینوں علماء نے اس کی طرف میلان کیا۔ اسی طرح امام قرطبی اور امام ابن منیر نے بھی' اس موقف کو ابن سید الناس نے بعض اہل علم سے نقل کیا' امام صلاح صفدی نے اپنی نظم میں اسی موقف کو لیا۔ حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے اسے ہی اشعار میں بیان کیا۔

تمام نے اسے ہی ناسخ مانا

ان تمام محدثین نے اس کے مؤخر ہونے کی وجہ مخالف احادیث کے لئے اسے ناسخ مانا ہے اور انہوں نے اس کے ضعف کی پرواہ نہیں کی اس لئے کہ فضائل و مناقب میں حدیثِ ضعیف پر بھی عمل کیا جاتا ہے اور زیر بحث معاملہ مناقب کا ہے۔

متفقہ قاعدہ سے تائید

بعض اہل علم نے اس حدیث کی تائید اس قاعدہ سے کی ہے جس پر تمام امت کا اتفاق ہے' وہ یہ ہے کہ جو معجزہ یا خصوصیت اللہ تعالیٰ نے کسی بھی نبی کو عطا کی اس نے اس کی مثل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور عطا کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر قبور سے مردوں کو زندہ فرمایا تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی اس کا ثبوت ضروری ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح کا واقعہ سوائے اس کے اور کوئی منقول نہیں اور اس کے ثبوت میں کوئی

بُعد بھی نہیں، اگرچہ دیگر متعدد اشیاء اس طرح کی ہیں مثلاً دستی کے گوشت کا گفتگو کرنا، کھجور کے تنے کا رونا، لیکن مذکورہ واقعہ زندہ ہو کر ایمان لانا یہ بعینہٖ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے مطابق ہے۔ لہٰذا مماثلت کے اعتبار سے زیادہ مناسب ہے اور بلاشبہ اس حدیث کو جو طرق قوی کرتے ہیں ان میں سے اس کا قاعدۂ مسلم کے موافق ہونا بھی ہے۔ حافظ ابن ناصرالدین دمشقی کہتے ہیں۔

حبا الله النبی مزید فضل   علی فضل وکان به رؤوفا

(اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر فضل در فضل فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہایت ہی مہربان ہے)

فاحیاء امه وکذا اباه   لایمان به فضلا لطیفا

(آپ کی والدہ اور والد دونوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے زندہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیسا لطف فرمایا)

فسلم فالقدیم بذا قدیر   وان کان الحدیث به ضعیفا

(اے مخاطب اسے مان لے وہ قدیم ذات اس پر قادر ہے اگرچہ اس معاملہ میں وارد حدیث ضعیف ہے)

درجہ ثالثہ

یہ دونوں توحید اور دینِ ابراہیمی پر تھے جیسا کہ عرب کے کچھ اور لوگ بھی اس دین پر تھے مثلاً زید بن عمرو بن نفیل، قس بن ساعدہ، ورقہ بن نوفل، عمیر بن حبیب جهنی اور عمرو بن عتبہ۔

یہ راہ امام فخرالدین رازی نے اپنائی ہے اور انہوں نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت آدم تک تمام آباء توحید پر تھے ان میں کوئی بھی مشرک نہیں۔

تمام کے موحد ہونے پر دلائل

جو دلائل اس پر دال ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء میں کوئی مشرک نہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان ہے۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الی ارحام الطھرات — میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا ہوں۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم' ۱=۵۷)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے۔

انما المشرکون نجس — بلاشبہ تمام مشرک ناپاک ہیں۔

(التوبہ' ۲۸)

تو ضروری ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں سے کوئی مشرک نہ ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے۔

الذی یرک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین — جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

(الشعراء' ۲۱۸'۲۱۹)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں اس تفصیل کی وجہ سے آیت دال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء مسلمان ہیں' پھر کہا اس وجہ سے لازم ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کافر نہ ہوں بلکہ چچا ہوں' زیادہ سے زیادہ کوئی اس آیت مبارکہ کو اس کے دیگر معانی پر محمول کرے گا' لیکن تمام کے بارے میں روایات ہیں اور ان میں کوئی منافات نہیں تو آیت کو ان تمام پر محمول کرلیا جائے گا' اس سے یہ بھی آشکار ہو جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرست نہ تھے' رہے آزر تو وہ ان کے والدین نہیں بلکہ چچا ہیں۔ اس آیت سے اس استدلال پر امام رازی کے ساتھ ہمارے آئمہ میں سے صاحب الحاوی الکبیر امام ماوردی بھی ہیں۔

(اعلام النبوۃ' ۱۶۷)

مجمل و مفصل دلائل

مجھ پر اس بات کو تقویت دینے کے لئے دو طرح کے دلائل آشکار ہوئے ہیں مجمل اور مفصل، مجمل دلیل دو مقدمات پر مشتمل ہے۔

ا۔ احادیثِ صحیحہ اس پر شاہد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد میں ہر ایک حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اپنے دور کے تمام لوگوں سے افضل و بہتر تھے۔

۲۔ احادیثِ صحیحہ اور آثار اس پر بھی شاہد ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے عہد سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تک یہ زمین اہلِ فطرت سے خالی نہیں رہی، یہ لوگ اللہ کی عبادت کرتے، اسے واحد جانتے اور اس کی نماز ادا کرتے۔ ان ہی کی وجہ سے زمین کی حفاظت ہوئی اگر یہ نہ ہوتے تو تمام زمین اور اس پر رہنے والے ہلاک ہو جاتے۔

پہلے مقدمہ پر دلائل

ا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی بعثت من القرن الذی کنت فیہ	میں حضرت آدم سے ہر دور میں بہتر سے بہتر خاندان کی طرف منتقل ہوتا رہا حتی کہ اس خاندان میں آیا جس میں ہوں۔

(البخاری، باب صفۃ النبی)

۲۔ بیہقی کی حدیث میں فرمایا جب بھی اللہ تعالیٰ نے دو گروہ بنائے تو مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا حتی کہ میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا تو کسی کو عہدِ جاہلیت کی کسی شے نے نہیں چھوا۔ میں حضرت آدم سے لے کر اپنے والد اور والدہ تک نکاح سے ہی پیدا ہوتا رہا نہ کہ بدکاری سے۔

فانا خیرکم نفسا وخیرکم اباء (دلائل النبوۃ' ۱-۱۱)

میں تم میں سے ہر ایک سے اپنی ذات کے حوالے سے افضل ہوں اور والدین کے حوالے سے بھی افضل ہوں۔

۳۔ ابونعیم وغیرہ کی حدیث جس میں فرمایا میں پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا جو مزکی اور مہذب تھے۔

لا یشعب شعبتان الا کنت فی خیرھا (دلائل النبوۃ [illegible])

جب بھی کسی گروہ کے دو شعبے ہوئے تو میں ان میں سے بہتر و افضل میں تھا

دوسرے مقدمہ پر دلائل

۱۔ امام عبدالرزاق نے مصنف میں' ابن منذر نے تفسیر میں سند صحیح (بخاری و مسلم کی شرط پر) کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

لم یزل علی وجہ الارض من یعبد اللہ علیھا

ہمیشہ زمین پر ایسے لوگ موجود رہے جو اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے۔

۲۔ امام احمد نے زہد میں اور شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں سند صحیح (شرائط بخاری و مسلم پر) کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا۔

ماخلت الارض من بعد نوح من سبعۃ یدفع اللہ بھم العذاب عن اھل الارض

زمین حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ایسے سات آدمیوں سے خالی نہیں رہی جن کی وجہ سے اللہ اہل زمین سے عذاب کو ٹالتا تھا۔

اسی طرح دیگر آثار میں بھی یہ بات موجود ہے۔

ان دونوں مقدمات کو جمع کرو تو اس سے قطعی نتیجہ یہی نکلے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء میں کوئی مشرک نہیں' اس لئے کہ یہ ثابت ہو چکا کہ ان میں سے ہر کوئی اپنے دور میں تمام سے افضل تھا۔ اب اگر اہلِ فترت لوگ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء ہیں تو یہی ہمارا دعویٰ و مدعا ہے۔ اور اگر وہ لوگ اور ہیں

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء مشرک تھے تو دو امور میں سے ایک ضرور لازم آئے گا۔

ا۔یا تو مشرک، مسلمان سے بہتر ہو جائے اور یہ بات نصِ قرآنی اور اجماع کے خلاف ہے۔

۲۔یا ان کے غیر ان سے افضل ٹھہریں گے اور یہ بات احادیثِ صحیح کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے تو قطعی طور پر ماننا پڑے گا کہ ان میں سے کوئی مشرک نہیں تاکہ وہ تمام اہل زمین سے افضل قرار پا سکیں۔

تفصیلی دلیل

ا۔امام بزار نے مسند میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن منذر نے اپنی تفاسیر میں، حاکم نے مستدرک میں اسے صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

كان الناس امة واحدة — لوگ امت واحد ہی تھے۔

(البقرہ، ۲۱۳)

کے تحت نقل کیا۔

بين آدم و نوح عليهما السلام عشرة قرون كلهم على شريعة من الحق فاختلفوا فبعث الله النبين

حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس پشتیں گزریں وہ تمام شریعت حقہ پر تھیں پھر لوگوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء بھیجے۔

(المستدرک، ۲=۵۹۶)

۲۔امام ابن ابی حاتم نے آیت مبارکہ کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ ہمیں بتایا گیا کہ حضرتِ آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس قرون تھے تمام کے تمام علماء وہادی تھے اور شریعتِ حقہ پر تھے پھر اس کے بعد لوگوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف مبعوث فرمایا۔

۳۔ قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا یوں منقول ہے۔

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا	اے میرے رب: مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے۔

(نوح '۲۸)

اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت نوح تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد مومن تھے۔ حضرت نوح کے صاحبزادے حضرت سام نصِ قران اور اجماع کی بنیاد پر مومن ہیں' انہوں نے کشتی میں اپنے والد کے ساتھ نجات پائی اور وہاں نجات صرف اہل ایمان کو ملی تھی۔

۴۔ قرآن مجید میں ہے۔

وجعلنا ذریته هم الباقین	اور ہم نے اسی کی اولاد باقی رکھی۔

(الصافات' ۷۷)

بلکہ بعض آثار میں ہے کہ وہ نبی تھے ان کے بیٹے ارفخشند کے ایمان پر اثر ابنِ عباس میں تصریح ہے جسے ابن عبدالحکم نے تاریخ مصر میں ذکر کیا ہے۔ اس میں ہے کہ انہوں نے اپنے دادا حضرت نوح علیہ السلام کو پایا اور انہوں نے ان کے لئے یہ دعا کی اے اللہ: ان کی اولاد کو ملک اور نبوت عطا فرما۔ ابن سعد نے طبقات میں بطریق کلبی ایک اثر نقل کیا ہے جس میں شارخ سے لے کر تارخ تک تمام کے اسلام پر تصریح ہے:

آزر چچا ہے

رہا معاملہ آزر کا تو اس میں مختار اور ارجح (جیسا کہ امام رازی نے کہا) یہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ چچا ہیں اور اسلاف کی پوری جماعت کی یہی تحقیق ہے۔[1]

---

[1] بلکہ امام ابنِ حجر مکی کے مطابق آزر کے والد نہ ہونے پر اجماع ہے۔(السیرۃ النبویۃ لزینی دحلان' ۱=۷۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجاہد، ابن جریج اور سدی سے آسانید کے ساتھ منقول ہے کہ تمام کی رائے یہی ہے۔

لیس آزر ابا ابراہیم انما ھو ابراہیم بن تارخ   کہ آزر حضرت ابراہیم کے والد نہیں بلکہ ان کے والد تارخ ہیں۔

ابن منذر کی تفسیر میں، میں نے ایک روایت دیکھی جس میں تصریح ہے کہ آزر چچا ہے۔

ہماری اس گفتگو سے ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت آدم سے لے کر حضرت ابراہیم تک تمام اجداد شریفہ کے ایمان پر نصوص اور اتفاق ہے ہاں آزر کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ وہ حضرت ابراہیم کے چچا ہیں یا والد، اگر تو وہ والد ہیں تو ان کو مستثنیٰ کر لیا جائے اور اگر وہ چچا ہیں تو وہ خارج ہیں اور آپ کا نسب سلامت و محفوظ ہے۔

عرب دینِ ابراہیمی پر تھے

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے بعد احادیثِ صحیحہ اور اقوالِ علماء اس پر متفق ہیں کہ عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر رہے ان میں سے کسی نے کبھی کفر نہیں کیا اور نہ ہی کسی کی عبادت و پوجا کی۔ یہاں تک عمرو بن لحی خزاعی کا دور آیا یہ پہلا شخص ہے جس نے دینِ ابراہیمی کو تبدیل کیا، بتوں کی عبادت شروع کی اور بتوں کے نام پر جانور چھوڑے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دوزخ میں آنتیں گھسیٹتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ پہلا شخص تھا جس نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے۔

ابن جریر نے تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو آگ میں

انیں کھینچتے ہوئے دیکھا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت ابراہیم کے دین میں تبدیلی کی۔ (جامع البیان)

امام احمد نے مسند احمد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سب سے پہلے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے اور بتوں کی پوجا کی اس کا نام ابو خزاعہ عمرو بن عامر ہے اور میں نے اسے دوزخ میں آنتیں کھینچتے دیکھا ہے۔

شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین قائم رہا اس طرح توحید بھی عربوں میں ابتداء سے معروف و شائع تھی۔ جس شخص نے اس میں تبدیلی کی اور بتوں کی عبادت شروع کروائی' اس کا نام عمرو بن لحی ہے۔

(الملل والنحل' ۲=۲۳۳)

حافظ ابنِ کثیر کی شہادت

حافظ عماد الدین بن کثیر کہتے ہیں عرب دینِ ابراہیمی پر ہی تھے' یہاں تک کہ عمرو بن عامر خزاعی مکہ کا والی بنا' اس نے بیت اللہ کی تولیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد سے چھین لی' اس نے بتوں کی عبادت ایجاد کی اور عربوں میں گمراہیاں شروع کروائیں تلبیہ میں

"لاشریک لک" کے بعد — مگر تیرا ایک شریک ہے تو اس
الاشریکا ہولک — کا بھی مالک ہے اور اس کا بھی
تملکہ وماملک — جس کا وہ مالک ہے۔

جس نے سب سے پہلے یہ کلمات پڑھے وہ یہی شخص تھا۔عربوں نے شرک میں اس کی اتباع کی' کفر پیدا کرنے میں یہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے مشابہ ٹھہرے' اس کے بعد ان کے اسلاف ایمان پر تھے بلکہ پھر بھی ان میں کچھ ایسے لوگ تھے جو دینِ ابراہیمی پر رہے۔

ابن حبیب نے تاریخ میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

كان عدنان ومعد وربيعة	عدنان، معد، ربیعہ، مضر، خزیمہ اور اسد
ومضر وخزيمة والا على ملة	تمام ملت ابراہیمی پر تھے ان کا ذکر خیر سے
ابراهيم فلا تذكروهم	ہی کیا کرو۔
الا بخير	

مضر مسلمان تھے

ابن سعد نے طبقات میں عبداللہ بن خالد سے مرسلاً روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لا تسبوا مضر فانه كان اسلم — مضر کو برا نہ کہو وہ تو مسلمان تھے

(الطبقات، ۱=۵۸)

الیاس مومن تھے

امام سہیلی نے روض الانف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد عالی ذکر کیا۔

لا تسبوا الياس فانه كان مومنا — الیاس کو برا نہ کہو وہ صاحب ایمان تھے

(الروض الانف، ۱=۸)

یہ بھی منقول ہے کہ ان کی مبارک پشت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تلبیہ سنا جاتا تھا۔ (الروض الانف، ۱=۸)

کعب بن لوئی اور جمعہ کا خطاب

اس میں یہ بھی ہے کہ کعب بن لوئی نے سب سے پہلے جمعہ کے دن اجتماع شروع کیا، قریش اس دن ان کے ہاں جمع ہوتے وہ خطاب کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور مقام بعثت کا تذکرہ کرتے اور بتاتے وہ میری اولاد میں سے ہونگے، انھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایمان لانے کی تعلیم دیتے' اس بارے میں ان سے کچھ اشعار بھی منقول ہیں ان میں ایک یہ ہے۔

یالیتنی شاهدا نجواء دعوته
اذا قریش تبغی الحق خذلانا

(کاش میں ان کی دعوت و تبلیغ کے موقعہ پر موجود ہو تا جب قریش حق کو کمزور کرنے کی کوشش کر رہے ہونگے) (الروض الانف ۱=۶)

امام سہیلی نے لکھا امام ماوردی نے یہی روایت کتاب الاعلام میں حضرت کعب رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کی ہے۔ (اعلام النبوة ۱۵۵)

میں کہتا ہوں ابو نعیم نے بھی اسے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا۔ (دلائل النبوة ۱=۹۰)

اس تمام تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر کعب بن لوئی اور ان کے بیٹے مرۃ تک کے ایمان پر منصوص ہیں اس میں امت کے دو افراد میں بھی اختلاف نہیں۔

چار آباؤ اجداد

رہا معاملہ مرۃ اور عبدالمطلب کے درمیان چار آباء کلاب' قصی' عبد مناف' اور ہاشم کا تو میں ان کے بارے میں کسی نص پر مطلع نہ ہوا' ان کے ایمان پر اور نہ عدم ایمان پر۔[1]

تین دلائل

یہاں تین دلائل باقی ہیں جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اس اولاد کے بارے میں ہیں جن کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلۂ نسب سے ہے۔

---

[1] ان چاروں کے تفصیلی حالات کے لئے شیخ محمود شکری کی کتاب بلوغ الارب کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ (قادری غفرلہ)

الاخلاص والتوحید لایزال فی ذریته من یوحد اللہ ویعبدہ

اخلاص اور توحید مراد ہے' حضرت ابراہیم کی اولاد میں ایسے لوگ موجود رہے جو اللہ کو واحد جانتے اور اس کی عبادت کرتے۔

۲۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی

(ابراہیم' ۴۰)

اے میرے رب: مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد کو بھی۔

مفسرین نے اس کے تحت کہا۔

فلن یزال من ذریۃ ابراہیم اناس علی الفطرۃ یعبدون اللہ

سیدنا ابراہیم کی اولاد میں سے کچھ لوگ فطرت پر تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔

۳۔اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

واذقال ابراہیم رب اجعل ھذا البلد آمنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام

(ابراہیم' ۳۵)

اور جب ابراہیم نے عرض کیا اے میرے رب: اس شہر کو امن والا بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے محفوظ فرما۔

سیدنا ابراہیم کی دعا

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد سے اس آیت کے تحت نقل کیا' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی دعا ان کی اولاد کے بارے میں قبول فرمائی' ان کی دعا کے بعد ان میں سے کسی نے بت پرستی نہیں کی' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرتے ہوئے اس شہر کو امن والا بنایا' آپ کے اہل کو ثمرات عطا فرمائے اور آپ کو امامت کا درجہ دیا اور آپ کی اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنایا۔ (جامع البیان' ۸=۹۹)

امام ابن ابی حاتم نے سفیان بن عیینہ کے بارے میں نقل کیا ان سے سوال ہوا کیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد نے بت پرستی کی؟ تو فرمایا ہر گز نہیں کیا تم نے ان کی یہ دعا نہیں سنی۔

واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام — اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے محفوظ فرما۔

سوال ہوا اس میں حضرت اسحاق کی اور سیدنا ابراہیم علیہما السلام کی بقیہ اولاد کیوں شامل نہیں؟ فرمایا اس خاص شہر کے بسنے والے اہل کے لئے دعا تھی کہ وہ جب یہاں ٹھہریں تو بت پرستی نہ کریں عرض کیا۔

اجعل ھذا البلد امنا — اے اللہ: اس شہر کو امن والا بنادے۔

اس میں تمام شہروں کے لئے دعا نہیں تھی ان کے الفاظ یہ ہیں۔

واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام — اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھنا۔ (ابراہیم' ۳۵)

اس میں انہوں نے اپنے اہل کو مخصوص فرمایا ہے۔

اس تمام گفتگو سے وہی کچھ ثابت ہو رہا ہے جو امام فخرالدین رازی نے کہا ہے۔

حافظ شمس الدین بن ناصرالدین دمشقی نے کیا خوب کہا ہے۔

تنقل احمد نورا عظیما ۔ تلألأ فی جباہ الساجدینا

تقلب فیھم قرنا فقرنا ۔ الی ان جاء خیرالمرسلینا

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں چمکتا ہوا منتقل ہوتا رہا ہے۔ اور ان میں سے بہتر سے بہتر کی طرف بڑھا حتی کہ خیرالمرسلین کی صورت میں ظہور پذیر ہوا)

حضرت عبدالمطلب کا معاملہ

اب صرف معاملہ حضرت عبدالمطلب کا رہ جاتا ہے ان کے بارے میں دونوں کا اختلاف ہے۔ مختار قول یہی ہے کہ انہیں دعوت نہیں پہنچی۔

امام شہرستانی کہتے ہیں' حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا ظہور تھا' اس نور کی برکت سے بیٹے کے ذبح کی نذر الہام ہوئی اس کی برکت سے انہوں نے ابرہہ سے کہا

ان لهذا البیت ربا یحفظه — اس گھر کا مالک ہے جو اس کی حفاظت کرے گا۔

اس کی تائید کرتا ہے وہ واقعہ کہ وہ ابوقیس پر چڑھے اور کہا۔

لاهم ان المرء یمنع رحله فامنع رحالک
لا یغبلن صلیبهم ومحالهم علوا محالک

(اے اللہ ہر آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی کعبہ کی حفاظت فرما' ان کی صلیب تیرے گھر پر کبھی غالب نہیں ہو گی۔)

اس نور کی برکت سے وہ اپنی اولاد کو ظلم و سرکشی سے منع فرماتے' انہیں اچھے اخلاق اپنانے پر ابھارتے اور گھٹیا امور سے منع کرتے' اس نور کی برکت سے انہوں نے اپنی وصیتوں میں کہا جو دنیا سے ظالم جائے گا اس سے بدلا لیا جائے گا اور اسے ضرور سزا ملے گی یہاں تک کہ آپ سے عرض کیا گیا ایک ظالم فوت ہو گیا مگر اس کے ظلم کی سزا اسے نہیں ملی

حضرت عبدالمطلب نے غور فرما کر کہا۔

والله ان وراء هذه الدار دار یجزی فیها المحسن باحسانه ویعاقب فیها المسئی باساته — اللہ کی قسم اس دارِ دنیا کے بعد ایک ایسی دارِ آخرت ہے جس میں محسن کو اس کے احسان کا اور برے کو اس کی برائی کا بدلہ ضرور ملے گا۔ (الملل والنحل ' ۲=۲۳۸)

یہ باتیں واضح کر رہی ہیں کہ انہیں تفصیلاً دعوت نہیں پہنچی اور نہ ہی انہیں کوئی شخص ملا جو انہیں ان حقائق سے آگاہ کرتا جو رسول لے کر آتے ہیں کیونکہ انہیں انبیاء کے حوالے سے حشر و نشر کی اطلاع ہو جاتی تو وہ اس سے غافل نہ ہوتے اور نہ ہی یہ واقعہ پیش آتا کہ غور کر کے کہا کہ دوسرا جہاں ہے (یعنی نظر و استدلال کی حاجت ہی نہ تھی)

قولِ ساقط

ان کے بارے میں ایک قولِ ساقط بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے' اسے ابنِ سید الناس نے سیرت میں نقل کیا۔

لیکن یہ مردود ہے میں نے اسے کسی اہلِ سنت کے امام کا قول نہیں پایا بلکہ یہ شیعہ کی طرف سے آیا ہے اور یہ ایسا قول ہے جس پر کوئی دلیل نہیں' اس بارے میں کوئی حدیث مروی نہیں' نہ ضعیف اور نہ غیر ضعیف۔

اس سے امام فخرالدین رازی اور قائل کے درمیان فرق بھی واضح ہو گیا کہ قائل کا دعوٰی یہ ہے کہ عبدالمطلب زندہ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملت پر ہو گئے' امام فخرالدین رازی یہ نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں وہ اصلاً ملتِ ابراہیمی پر تھے' انہیں اس ملت میں داخلہ حاصل نہیں ہوا۔

ضمیمہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے موحدہ ہونے پر یہ روایت دلالت کر رہی ہے' جسے امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں سندِ ضعیف کے ساتھ بطریقِ زہری حضرت ام سماعہ بنت ابی رھم سے' انہوں نے اپنی والدہ سے بیان کیا میں سیدہ آمنہ کے مرضِ وصال کے وقت ان کی پاس تھی' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی عمر پانچ سال تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سراقدس کے پاس تشریف فرما تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

بارک الله فیک من غلام یا ابن الذی من حومة الحمام

(اے نوجوان: تجھے اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے تو اس شخص کا بیٹا ہے جس نے موت سے نجات پائی)

نجا بعون الملک المنعام فودی غداة الضرب بالسهام

(مالک اور انعام کرنے والے کی مدد سے نجات پائی اور ان کا فدیہ ادا کر دیا گیا)

بمائة من ابل سوام ان صح مابصرت فی المنام

(وہ سو اونٹ تھے تاکہ خواب کی تعبیر پوری ہو جائے)

فانت مبعوث الی الانام من عندی ذی الجلال والاکرام

(تم لوگوں کی طرف رسول ہو اللہ صاحب جمال و کمال کی طرف سے)

تبعث فی الحل وفی الحرام تبعث بالتحقیق والاسلام

(تم حرم اور غیرِ حرم کے نبی ہو اور تمہیں اسلام اور حقائق دے کر بھیجا گیا)

دین ابیک البرا ابراهام فالله انهاک عن الاصنام

(آپ کے والد ابراہیم کا دین اعلیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے بت پرستی سے منع فرمایا)

ان لاتوالیهامع الاقوام

(تم لوگوں سمیت بت پرستی سے بچو)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ نے فرمایا ہر زندہ مرنے والا ہے، ہر جدید پرانا ہونے والا ہے، ہر صاحبِ کثرت فنا ہو جائے گا، میں جا رہی ہوں لیکن میرا ذکر باقی ہے۔ میں نے خیر چھوڑی ہے اور پاکیزہ کو جنم دیا ہے اس کے بعد ان کا وصال ہو گیا ہم نے ان کے وصال پر جنات کا نوحہ سنا اور ان کے کلام میں سے ہمیں یہ یاد

تبکی الفتاة البرة الامنیه
ذات الجمال العفة الرزینه

(نوجوان صالح صاحبِ امانت خاتون پر آنسو بہانے چاہئیں جو صاحبِ جمال اور عفیفہ تھیں)

زوجة عبداللّٰه والقرینه
ام نبی الله ذی السکینه

(وہ حضرت عبداللہ کی بیوی اور صاحبِ سکینہ اللہ کے نبی کی والدہ ہیں۔)

وصاحب المنبر بالمدینه
صارت لدی حفرتها رهینه

(وہ نبی مدینہ کے منبر کے تاجدار ہیں اب وہ قبر میں مدفون ہیں۔)

تم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کا کلام پڑھا' اس میں صراحۃً بتوں کی عبادت سے منع موجود ہے' دینِ ابراہیمی کا اعتراف ہے' اپنے بیٹے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ہونے کا تذکرہ اور اعتراف ہے' یہ تمام الفاظ شرک کے منافی ہیں۔

تمام انبیاء کی مائیں

پھر میں نے انبیاء علیہم السلام کی ماؤں کے بارے میں تحقیق کی تو ان میں سے اکثر کے ایمان پر تصریح پائی اور جن پر نص نہ تھی ان پر سکوت تھا' کوئی شے ان کے بارے میں ہرگز منقول نہیں' اور ظاہر یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صاحبِ ایمان ہوں گی' اس کی وجہ اور راز یہ ہے کہ ان تمام نے نورانی کا مشاہدہ کیا تھا جیسا کہ اس حدیث میں موجود ہے۔

امام احمد' بزار' طبرانی' حاکم اور بیہقی نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین تھا اور آدم اپنی تیاری میں تھے' میں تمہیں یہ بھی بتادوں میں اپنے والد حضرت ابراہیم کی دعا' حضرت عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں اور اس طرح

تمام انبیاء کی مائیں ایسا خواب دیکھتی ہیں۔ (المستدرک' ۲=۴۵۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ نے حمل اور ولادت کے دنوں میں بہت سی ایسی نشانیاں دیکھیں جو انبیاء کی مائیں دیکھا کرتی ہیں' اس پر تفصیلاً احادیث ہم نے کتاب المعجزات میں ذکر کی ہیں۔

اس مسئلہ پر یہ تیسری تصنیف ہے جو نہایت مختصر ہے' میں نے اس موضوع پر چوتھی کتاب بھی لکھی ہے جس میں حدیث احیا (زندہ ہو کر ایمان لانا) پر اصولِ حدیث کے اعتبار سے گفتگو کی ہے۔ اب میں پانچویں تصنیف کی طرف بڑھتا ہوں جو نثر کی صورت میں بطریقِ انشاء مقالہ ہے۔ [1]

خاتمہ

ہمارے استاذ امام تقی الدین کے والد امام کمال الدین شمنی کی مجموعہ تحریر میں ہے کہ قاضی ابوبکر بن العربی سے اس آدمی کے بارے میں سوال ہوا جو کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد دوزخ میں ہیں تو انہوں نے فرمایا وہ ملعون ہے اور اس پر یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کی۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا (الاحزاب' ۵۷)

بلاشبہ جن لوگوں نے اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دی' ان پر اللہ کی لعنت دنیا و آخرت میں اور ان کے لئے اس نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

---

[1] چوتھی کا ترجمہ بنام "والدینِ مصطفیٰ کا زندہ ہو کر ایمان لانا" اور پانچویں کا ترجمہ بنام "نسبِ نبوی کا مقام" شائع ہو چکا ہے۔ (قادری غفرلہ)

پھر فرمایا۔

اس سے بڑھ کر کیا اذیت ہو سکتی ہے کہ یہ کہا جائے کہ فلاں کا والد دوزخ میں ہے۔

امام محب طبری نے ذخائر العقبیٰ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا سبیعہ بنتِ ابی لہب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ کہتے ہیں تو دوزخی کی بیٹی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا

مابال اقوام یؤذوننی فی قرابتی من اذی قرابتی فقد آذانی ومن آذانی فقد اذی اللہ

(الذخائر العقبیٰ' ۱۷)

ان لوگوں کا حال کیا ہو گا جو مجھے قرابت داروں کے حوالے سے اذیت دیتے ہیں جس نے میرے کسی رشتہ دار کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی۔

امام ابو نعیم نے حلیہ میں بطریق عبداللہ بن یونس کہا کہ میں نے اپنے بعض اساتذہ سے سنا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک منشی لایا گیا جو مسلمان تھا لیکن اس کا والد کافر تھا' آپ نے لانے والے سے فرمایا تم مہاجرین کی اولاد میں سے کسی کو لاتے' اس پر منشی بول پڑا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد بھی .... تو ہم وہ کلمہ ذکر نہیں کرتے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوئے اور فرمایا یہاں سے دفعہ ہو جا تو کبھی بھی ہمارے ہاں نہیں رہ سکتا۔

(الشفاء' ۲=۹۹۳)

شیخ الاسلام ہروی نے ذم الکلام میں ابن ابی جبلہ سے نقل کیا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سلیمان بن سعد سے کہا مجھے معلوم ہوا ہے تیرا والد فلاں فلاں جگہ پر ہمارا

عامل رہا ہے۔ حالانکہ وہ کافر تھا اس نے آگے سے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد.............. ہم وہ کلمات ذکر نہیں کرتے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اس پر سخت ناراض ہوئے اور اسے دیوان سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

امام شافعی کا ادب

قاضی تاج الدین سبکی نے الترشیح میں کہا' امام شافعی نے جب یہ روایت بیان کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بڑے خاندان کی عورت کا ہاتھ کاٹا تو لوگوں نے باتیں کیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر فلاں خاتون بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا' ابن سبکی کہتے ہیں غور کرو امام شافعی نے اس مقام کا ادب کرتے ہوئے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا نام نہیں لیا۔ بلکہ فلانۃ کہہ دیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام لیا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ چیز زیب دیتی ہے مگر دوسروں کے لئے یہ کہاں جائز؟

امام ابوداؤد کا ادب

صاحب سنن امام ابوداؤد نے بھی ادب ہی کا طریقہ اپناتے ہوئے حضرت عبدالمطلب کے حوالے سے حدیث نقل کی مگر ان کے بارے میں جو سخت الفاظ تھے ان کی تصریح نہ کی' (ابوداؤد' ۲=۸۹)

حالانکہ وہ حدیث مسند احمد اور نسائی میں موجود ہے۔ یہ اور دیگران آئمہ کے آداب کی مثالیں ہمارے لئے رہنمائی و تعلیم ہیں کہ ہم ادب کرتے ہوئے ایسے معاملات میں خاموشی اختیار کریں۔ اس لئے میں نے اس کتاب بلکہ بقیہ کتب میں بھی چوتھے گروہ کا قول (کفر والا) ذکر ہی نہیں کیا بس صرف تین گروہ (جو ناجی مانتے ہیں) کا ہی ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالی ہی مددگار ہے۔

تصنیف
امام جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ و تحقیق
مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز۔ لاہور

نام کتاب	المقامة السندسية فی النسبة المصطفوية
مصنف	امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)
ترجمہ کا نام	نسب نبوی ﷺ کا مقام
مترجم	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	علامہ محمد فاروق قادری
پروف ریڈنگ	حافظ ابوسفیان نقشبندی
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
اشاعت اول	۱۹۹۹ء
اشاعت دوم	۲۰۱۲ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اہل سنت پبلی کیشنز دینہ جہلم ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048.

انتساب

سلطان العلماء علامہ سلطان احمد گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ خاصلانوالہ

کے نام

۱- جو سراپا اخلاص وللھیت تھے۔

۲- جو رات کے پچھلے پہر درسیات کے بڑے اسباق پڑھاتے بلکہ چاشت سے پہلے پہلے اسباق سے فارغ ہو جاتے۔

۳- حضور ﷺ کے فرمان مبارک "اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہوتا ہے"- پر عمل پیرا ہو کر سارا دن تجارت و حکمت میں بسر کرتے۔

۴- مدرسہ کے نام پر لینا تو کجا اپنے گھر سے طلبہ کی خدمت کرتے۔

محمد خان قادری

٥

المقامة السندسية

في

النسبة المصطفوية

للشيخ العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي

المتوفى سنة ٩١١هـ/١٥٠٥م

قدم له وشرحه وعلق عليه

الدكتور محمد عز الدين السعيدي

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اس اہم اور قیمتی مقالہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین کے اسلام پر دلائل فراہم کر کے بہت سے مخفی گوشوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ اس کا نام 'المقامة السندسية فی النسبة المصطفوية' ہے۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم (التوبہ ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے' تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب شرف نبی ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدرومنزلت نہایت بلند' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل نہایت روشن' مخلوق میں ماں اور والد کے حوالے سے سب سے افضل' حسب و نسب میں سب سے پاکیزہ ہیں۔

خلق اللہ لاجلہ الکونین

اللہ تعالیٰ نے ان کی خاطر دو جہانوں کو پیدا فرمایا۔

تمام اہل ایمان کی آنکھوں کی ٹھنڈک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے' اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت انبیاء کا نبی بنایا' ابھی حضرت آدم کا وجود تیار نہ ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک عرش پر اس اطلاع کے لئے لکھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا مرتبہ اور فضیلت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنایا تو ان کی توبہ قبول ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ اگر یہ نہ

ہوتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں پیدا نہ فرماتا اس سے بڑھ کر فضیلت کیا ہو سکتی ہے؟

بنی خص بالتقدیم قدما وآدم بعد فی طین وماء

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پہلے نبی کا درجہ دیا گیا تھا حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے)

کریم بالحیا من راحتیہ یجود وفی المحیا بالحیاء

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلیوں کی برکت اور چہرہ اقدس کی برکت سے بارش کا نزول ہوا کرتا)

جنت کا مالک

امام غزالی اور دیگر اہل علم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں لکھا ہے۔

ان اللہ ملکہ الجنة واذن لہ ان یقطع منہا من یشاء مایشاء

(مرقاۃ المفاتیح' ۳ = ۲۲۳)

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت کا مالک بنادیا ہے' اس میں سے جتنی جس کو چاہیں عطا فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس سے بھی بڑھ کر احسان ہے' تعظیم شان کے لئے نسب کی خصوصی طہارت عطا فرمائی' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کامل برہان بنانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کو ہر قسم کی میل سے پاک رکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر اصل کو اپنے دور میں سب سے بہتر بنایا' جیسا کہ بخاری کی روایت میں ذکر ہے اور اس میں بیان کردہ مضمون پر ہمارا یقین ہے۔

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت فیہ

مجھے اولاد آدم کے ہر دور کے بہتر خاندانوں میں پیدا کیا گیا حتی کہ میں اس خاندان میں ہوا جس میں اب ہوں۔

(البخاری باب صفۃ النبی)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے۔

انا خیرکم انفسکم نسبا وصهرا وحسبا — میں تم میں نسب سسرال اور حسب کے اعتبار سے نفیس و اعلیٰ ہوں۔ (الشفاء' ۱=۱۷)

یہ بھی فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرماتا رہا وہ تمام مزکی اور مہذب تھے۔ جب بھی ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا گیا۔

فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا — میں تم سے اپنی ذات کے حوالے سے بھی افضل ہوں اور والدین کے حوالے سے بھی افضل ہوں۔ (دلائل النبوة' ۱-۵۸)

صاحب بردہ نے کیا خوب کہا اللہ تعالیٰ انہیں روز قیامت انعام عطا فرمائے۔

وبدا للوجود منک کریم — من کریم آباءہ کرماء

نسب تحسب العلی بحلاہ — قلد تها نجومها الجوزاء

حبذا عقد سوددوفخار — انت فیه الیتیمة العصماء

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود صاحب شرف ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء بھی صاحب کرم و شرف ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب عالی اور خوبصورت ہے 'جیساکہ آسمان کے وسط میں ستارہ ہے 'اس قدر بلندی مبارک ہو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام میں بے مثل ہیں۔(قصیدہ ہمزیہ ۶)

اس طریقہ سے نظم کرتے ہوئے حافظ العصر ابوالفضل بن حجر کہتے ہیں۔

نبی الهدی المختار من آل ہاشم

فعن فخر هم فلیقصر المتطاول

تنقل فی اصلاب قوم تشرفوا

به مثل ماللبدر تلک المنازل

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہادی ہیں اور آل ہاشم سے منتخب 'وہ فخر کی وجہ سے بہت بلند ہیں' جن ہستیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتقل ہوتے رہے'

ان کی مثل تو بدر نے بھی منازل نہیں پائیں)

قریش کی تخلیق

یہ بھی منقول ہے کہ قریش حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بصورت نور تھے اور وہ نور اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتا' ملائکہ ان کی تسبیح پر تسبیح کہتے پھر وہ نور صلب آدم میں رکھا گیا اور وہ سب سے قیمتی جوہر تھا' فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا' اس کی تائید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اشعار سے بھی ہوتی ہے۔

من قبلها طبت فی الظلال وفی مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لابشر انت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین وقد الجم نسرا واهله الغرق
تنقل من صالب الی رحم اذا مضی عالم بدا طبق
حتی احتوی بیتک المهیمن من خندف علیاء تحتها النطق
وانت لما ولدت اشرقت الارض وضاء ت بنورک الافق
فنحن فی ذلک الضیاء وفی النور وسبل الرشاد نخترق

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی موجود تھے جب حضرت آدم نے اپنے جسم پر پتے ڈھکے' پھر آپ زمین پر تشریف لائے اس وقت نہ کوئی بشر تھا اور نہ کوئی رحم مادر میں' آپ کشتی نوح میں سوار ہوئے اور ان کے مخالف لوگ غرق ہو گئے' آپ پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل ہوتے رہے حتی کہ آپ اپنے مبارک گھر میں تشریف فرما ہوئے اور آپ کا نسب سب سے اعلیٰ ہے' جب آپ کی ولادت ہوئی تو تمام زمین و آسمان روشن ہو گئے اور ہم اس ضیا و روشنی میں راستہ و منزل پا رہے ہیں) (الوفاء ۱=۳۵)

حضرات انبیاء علیہم السلام سے عہد

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر ان پر ایمان لاؤ گے' اور ان کی مدد کرو گے' اگر تم ان کو پالو تو پھر ان کی اتباع اور تعظیم و توقیر کریں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا' خواہ وہ انسان ہیں یا جنات یا ملائکہ۔ شیخ بارزی کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائرہ دعوت میں حیوانات' جمادات' حجر اور شجر بھی شامل ہیں۔

امام سبکی کا کہنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سابقہ تمام امتوں کے بھی رسول ہیں' پھر فرمایا تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی تمام امتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کے دائرہ کے اندر ہیں' اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر آئیں گے۔ جو شریعتیں سابقہ انبیاء علیہم السلام لے کر آئے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف منسوب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' انبیاء علیہم السلام کے بھی نبی ہیں۔ اور وہ جو کچھ اپنی امتوں کی طرف لے کر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بھی نبی ہیں۔'

مذکورہ ماہر امام نے جو شاندار گفتگو کی اس کی نظیر سننے میں نہیں آئی' انہوں نے اس موضوع پر مستقل کتاب "التعظیم والمنہ" لکھی' حق یہ ہے کہ اسے ریشم کے کپڑے پر سنہری حروف سے لکھا جائے' اس بے مثل گفتگو کے مطابق امام بوصیری کا قول بھی ہے۔

وکل آی اتی الرسل الکرام بہا فانما اتصلت من نورہ بہم

فانہ شمس فضل ہم کواکبہا یظہرن انوارہا للناس فی الظلم

وکلہم من رسول اللہ ملتمس غرفا من البحرا ورشفامن الدیم

وواقفون لدیہ عند حدہم من نقطۃ العلم اومن شکلۃ الحکم

جو جو کمالات رسولانِ کرام کو ملے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کے وسیلہ سے تھے' آپ بزرگی میں سورج اور انبیاء ستارے ہیں جو لوگوں کی تاریکیوں میں رہنمائی کرتے ہیں' تمام رسل حضور سے حاصل کرنے والے ہیں' جیسے سمندر سے چلو یا شبنم سے قطرہ۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ایسے ہیں جیسے علم کے مقابلہ میں ایک نقطہ ہو۔ (قصیدہ بردہ)

ہزار ہا معجزات

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر ہزار ہا معجزات کا ظہور ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے خصائص عطا ہوئے جو پہلے کسی بھی نبی کو نہیں ہوئے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص و معجزات میں سے 'اپنے والدین کو زندہ کرنا اور ان کا ایمان لانا بھی ہے۔ ہمیشہ سے اہل علم اور محدثین متقدمین و متاخرین نے اس پر گفتگو کرتے ہوئے اسے نقل کیا۔ اس پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ انہوں نے اسے چھپایا نہیں' بلکہ لوگوں کے درمیان اسے آشکار کیا اور پھیلایا۔ اسے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات' خصائص اور مناقب و فضائل میں شمار کیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا اس مقام پر سند کا ضعف نہیں دیکھا جاتا بلکہ فضائل و مناقب میں ضعیف روایت معتبر ہوتی ہے۔ آئمۂ محدثین نے ابواب مناقب میں اس سے بھی زیادہ ضعیف روایات ذکر کی ہیں بلکہ جو اس کے رتبہ کو نہیں پہنچیں ان کے ذکر میں بھی تسامح سے کام لیا اور ان کی مختلف توجیہات کیں۔

امام قرطبی کی رائے

امام قرطبی کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامات و خصائص' وصال تک تسلسل کے ساتھ بڑھتے رہے تو یہ (احیاء والدین) بھی اللہ تعالی کے ان انعامات اور فضل میں سے ہے اور والدین کا زندہ ہونا شرعاً اور عقلاً محال نہیں۔

(التذکرہ '۱۷)

اسی طرح ابن سید الناس کہتے ہیں بعض اہل علم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامات مبارکہ اور درجات عالیہ روح طیبہ کے قبض ہونے اور رفیق اعلیٰ سے ملاقات سے پہلے بڑھتے رہے۔ ممکن ہے یہ شان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے حاصل نہ ہو اور پھر عطا کر دی گئی' تو والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا دیگر مخالف احادیث کے بعد ہو۔ (عیون الاثر' ۱۷۳:۱)

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے خوب کہا

حبالله النبی مزید فضل علی فضل وکان به رؤوفا
فاحیا امه وکذا اباه لایمان به فضلا لطیفا
فسلم فالقدیم بذا قدیر وان کان الحدیث به ضعیفا

(اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی پر خصوصی کرم فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہایت ہی مہربان ہے' اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا' وہ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کس قدر لطف ہے۔اے لوگو تسلیم کرو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اگرچہ اس معاملہ میں وارد حدیث ضعیف ہے)

ایک اہم ضابطہ

بعض اہل علم نے اسے یوں مئوید' قوی' پختہ' مضبوط اور ثقہ کرنے کے لئے کہا کہ یہ ایک امت کے متفقہ و مسلمہ قاعدہ کے مطابق ہے کہ کسی نبی کو جو بھی خصوصیت و معجزہ عطا کیا گیا ہے اس کی مثل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور حاصل ہوئی' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قبور سے مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ نصیب ہوا تو اب اس کی نظیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی ہو گی اور وہ یہی مشہور و منقول واقعہ ہے۔ اگرچہ دیگر واقعات بھی اس طرح کے واقع ہوئے' مثلاً گوشت کا بولنا' کھجور کے تنے کا فراق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رونا' لیکن

والدین کا زندہ ہونا اس کے زیادہ مماثل و مشابہ ہے' اور مسلمہ ضابطہ یہ ہے کہ حدیث ضعیف قاعدہ مقررہ کے مطابق ہونے کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہے۔

محققین علماء کی رائے

محققین علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے حوالے سے اس (احیاء والدین) سے بھی زیادہ قوی اور اصح راستہ اختیار کیا ہے۔ کہ وہ ان اہل فترت میں سے ہیں جنہیں دین کی دعوت پہنچی ہی نہیں۔ کیونکہ یہ ہرگز ثابت نہیں کہ ان تک دعوت پہنچی اور انہوں نے اس کا انکار کیا۔ حالانکہ ہر بچہ فطرت دین پر ہی پیدا ہوتا ہے اور ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ وہ دونوں ابتداء جوانی میں رحلت فرما گئے۔ انہوں نے بڑھاپا نہیں دیکھا' انہوں نے اتنی عمر نہیں پائی کہ وہ علماء کی تعلیمات سے باخبر ہوتے یا وہ سفر کے ذریعہ اہل علم کی مجالس اور صحبتوں میں استفادہ کرتے۔

اہل فترت کا حکم

اہل فترت کے بارے میں صحیح اور حسن احادیث ہیں کہ روز قیامت باری تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے امتحان تک ان کا معاملہ موقوف رہے گا' جس کے نصیب میں سعادت مندی ہو گی وہ طاعت کر کے جنت میں جائے گا۔ اور جو شقی ہو گا وہ نافرمانی کر کے دوزخ میں چلا جائے گا۔ اسی سے یہ قاعدہ سامنے آیا کہ جن لوگوں کو دعوت نہیں پہنچی ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں عذاب نہیں ہو گا اب جس کا مذہب بھی امام شافعی اور امام اشعری کے مطابق ہے وہ ان کی نجات کا قائل ہے۔

روایات کا جواب

مخالف روایات جو مسلم وغیرہ میں ہیں ان کے جواب میں محققین نے فرمایا یہ ان دلائل کی بنا پر منسوخ ہیں جن پر شکر منعم کا قاعدہ مبنی ہے اور اس پر انہوں نے قرآن مجید

سے یہ آیات بطور استدلال ذکر کی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء ۱۵)

ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

۲۔ ایک مقام پر یہ بیان فرماتے ہوئے کہ دعوت پہنچنے سے پہلے کسی کو عذاب و ثواب نہ ہو گا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ولو انا اہلکنھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع آیتک من قبل ان نذل ونخزی (طٰہٰ ۱۳۴)

اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔

۳۔ سورۃ القصص میں فرمایا

ولولا ان تصیبھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم فیقولوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک ونکون من المؤمنین (القصص ۴۷)

اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے' اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

۴۔ اسی سورت میں دوسرے مقام پر ارشاد ہوا جس سے اہل علم نے استدلال کیا۔

وما کان ربک مهلک القری حتی یبعث فی امها رسولا یتلوا علیهم ایتنا وماکنا مهلکی القری الاواہلها ظلمون (القصص ۵۹)	اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے مگر جب کہ ان کے ساکن ستم گار ہوں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ جاہل مکلف نہیں' اور اہل نقل نے یہی بات اس آیت سے استنباط کی۔

ذلک ان لم یکن ربک مهلک القری بظلم واهلها غفلون (الانعام' ۱۳۱)	یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

۶۔ اسی سورت میں سب سے سچے قول والے نے فرمایا

ان تقولوا انما انزل الکتب علی طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستهم لغفلین (الانعام' ۱۵۶)	کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

۷۔ سورۂ شعراء میں اہل جہاں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا۔

وما اهلکنا من قریة الا لها منذرون ذکری وماکنا ظلمین (الشعراء' ۲۰۹'۲۰۸)	اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی مگر جسے ڈر سنانے والے ہوں نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے عذر کو ختم کر دیا کہ وہ دوزخ میں کوئی مددگار نہیں پائیں گے کے بارے میں فرمایا۔

وھم یصطرخون فیھا ربنا اخرجنا نعمل صلحا غیر الذی کنا نعمل اولم نعمرکم مایتذکر فیه من تذکر وجاء کم النذیر (الفاطر' ۳۷)	وہ اس میں چلاتے ہوں گے' اے ہمارے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا تھا۔

الغرض مذکورہ قاعدہ ہمارے فقہ و اصول میں قطعی اور مسلمہ ہے اور یہ اس کا محتاج نہیں کہ اس پر کوئی نقل پیش کی جائے۔

اس کی نظیر مشرکین کے بچوں کا عذاب میں ہونے والی روایات کا منسوخ ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ناسخ ہے۔

ولاتزروازرۃ وزراخری (الاسراء' ۱۵)	اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

اس استدلال پر وہ حدیث بھی دال ہے جسے امام حاکم نے صحیح قرار دیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والدین کے بارے میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ماسألتھما ربی فیعطینی فیھما وانی لقائم یومئذ المقام المحمود (المستدرک' ۲/۳۹۷)	میں نے اپنے رب سے جو کچھ ان کے بارے میں مانگا اس نے مجھے عطا فرمایا تو میں مقام محمود پر کھڑا ہونگا۔

جو واضح کر رہا ہے کہ اس مقام پر انہیں شفاعت نصیب ہو گی اور یہ امتحان کے موقعہ پر طاعت کی صورت میں ہی ہو گی' اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی روایت کو محمول کیا جائے گا جسے تمام رازی نے فوائد میں ذکر کیا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اذا کان یوم القیامۃ شفعت لابی وامی وعمی واخ لی کان فی الجاہلیۃ(ذخائر العقبیٰ' ۱۷)

روز قیامت میں اپنے والد' والدہ' چچا اور جاہلیت کے بھائی کی شفاعت کروں گا۔

اس سے مراد رضاعی بھائی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صاحبزادے ہیں۔ امام محب طبری نے چچا کے حوالے سے مذکور فرمان کی یہ تاویل کی ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف کی شفاعت ہے جیسا کہ مسلم میں ہے۔(ایضاً' ۱۷)

ہاں یہ تاویل ان کے حق میں ضروری ہے کیونکہ انہوں نے بعثت کا دور پایا لیکن وہ اسلام نہ لائے۔

امام فخرالدین رازی کا خوبصورت مسلک

امام فخرالدین رازی نے ایک اور مسلک اختیار کیا ہے جو نہایت ہی خوبصورت اور تعظیم و تکریم پر مشتمل ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین مشرک نہیں تھے۔ بلکہ وہ اہل توحید اور دین ابراہیمی پر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد حضرت آدم تک توحید پر ہی رہے۔ انہوں نے اس پر قرآن سے استدلال کیا جو تمام عابدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی السجدین (الشعراء ۲۱۸'۲۱۹)

جو تجھے دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔ اور تمہارا سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہونا۔

دوسرے مقام پر فرمایا

انما المشرکون نجس (التوبہ' ۲۸)

مشرک نرے ناپاک ہیں۔

یہ کفار کا حکم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان ہے۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین | میں پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا ہوں۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم ۱'۵۷)

سیوطی کی تحقیق

میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کے بارے میں مطالعہ کیا میں نے انہیں حضرت آدم سے لیکر مرۃ بن کعب بن لوئی تک' تمام کو صاحب تقویٰ اور اہل ایمان پایا۔ ہاں ان میں آزر کو مستثنیٰ کیا جائے گا بشرطیکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہوں اگر وہ آپ کے چچا ہیں جیسا کہ امام رازی اور اسلاف کی پوری جماعت کا موقف ہے تو حکم تمام کو شامل ہو گا۔

آثار کی شہادت

اور اس پر صحیح آثار شاہد ہیں کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان کوئی کافر نہیں' اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کا یہ معنیٰ ہے۔

کان الناس امۃ واحدۃ | لوگ امت واحدہ ہی تھے۔

(البقرہ' ۲۱۳)

تو ان میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ان الفاظ میں ہے۔

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا (نوح۔۲۸'۱) | اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے۔

حضرت سام بن نوح کے بارے میں ہے کہ وہ نبی تھے آگے ان کے بیٹے ارفخشند صدیق تھے' انہوں نے اپنے جد حضرت نوح علیہ السلام کو پایا اور انہوں نے ان کے لئے دعا بھی کی اور یہ بہترین ساتھی تھے۔

عربوں میں کوئی مشرک نہ تھا

طبقات ابن سعد میں ہے کہ بابل میں عہد نوح سے لوگ اسلام پر ہی تھے۔ یہاں تک کہ نمرود بن کوش بن کنعان وہاں کا بادشاہ بنا تو اس نے انہیں بت پرستی کی دعوت دی۔ (الطبقات' ۱=۴۴)

رہا معاملہ عربوں کا تو بخاری وغیرہ کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ عہد ابراہیمی سے لے کر عہد عمرو بن عامر خزاعی تک ان میں کوئی مشرک نہ تھا' یہ پہلا شخص ہے جس نے بت پرستی شروع کی اور دین ابراہیمی میں تبدیلی کی' اس سبب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دوزخ میں اپنی آنتیں کھینچتے ہوئے دیکھا۔

اس بات کی متعدد علماء نے تصریح کی ہے اور مختلف محدثین نے اسے نقل کیا ہے۔ ابن حبیب نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نقل کیا۔

کان عدنان ومعد وربیعة ومضر وخزیمة واسد علی ملة ابراہیم فلا تذکرو ھم الا بخیر

عدنان' معد' ربیعہ' مضر' خزیمہ اور اسد تمام ملت ابراہیمی پر تھے۔ ان کا تذکرہ اچھا ہی کیا کرو۔

الروض الانف میں ہے

لاتسبوا الیاس فانه کان مؤمنا

الیاس کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اہل ایمان ہیں۔

(الروض' ۸)

دلائل النبوۃ از امام ابو نعیم میں ہے' حضرت کعب بن لوئی نے اپنی اولاد کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی وصیت کی اور ساتھ کہا۔

یالیتنی شاھد نجواء دعوته
اذا قریش تبغی الحق خذلانا

کاش میں اس وقت حاضر ہوتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین کی دعوت دیتے اور قریش اسے نیچا کرنے کی کوشش کرتے۔ (دلائل النبوۃ: ۱' ۹۰)

چار کا معاملہ

رہا کلاب، قصی، عبد مناف اور ہاشم کا معاملہ ان کے بارے میں بندہ کسی نص سے آگاہ نہ ہو سکا، باقی عبدالمطلب تو ان میں اختلاف ہے، مختار یہی ہے کہ وہ ان اہل فترت میں سے ہیں جنہیں دعوت نہیں پہنچی، قصۂ اصحاب فیل میں ان کا یہ قول اس کی تائید کر رہا ہے۔

لاھم ان المرء یمنع رحلہ فامنع حلالک

وانصر علی آل الصلیب وعابدیہ الیوم آلک

(اے اللہ! آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما، ان کی صلیب اور اسلحہ تیرے گھر پر غالب نہیں آسکتے) (الطبقات، ۹۲/۱)

حضرت مجاہد اور سفیان بن عیینہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے اسلام پر ہونے پر اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔

واذقال ابراہیم رب اجعل ھذا البلد آمنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام (ابراہیم، ۳۵)

یاد کرو جب ابراہیم نے کہا میرے رب بنا دے اس شہر کو امن والا اور مجھے بچا اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے۔

ابن منذر نے تفسیر میں عالم کبیر ابن جریج سے صحت کے ساتھ اس فرمان باری تعالیٰ

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی (ابراہیم، ۴۰)

اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا بنا دے اور میری اولاد کو بھی۔

کے تحت نقل کیا ہے۔

فلن یزال من ذریۃ ابراہیم ناس علی الفترۃ یعبدون اللہ

حضرت ابراہیم کی اولاد میں ہمیشہ کچھ لوگ فترت پر رہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس، مجاہد اور قتادہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی

وجعلها کلمة باقیة فی عقبه	اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا تا
لعلهم یرجعون (الزخرف، ۲۸)	وہ باز آئیں۔

کی تفسیریوں منقول کی ہے۔

الاخلاص والتوحید لایزال	اخلاص اور توحید مراد ہے ہمیشہ حضرت
فی ذریته من یوحدالله ویعبده	ابراہیم کی اولاد میں ایسے لوگ رہے جو
(جامع البیان، ۱۳=۸۱)	اللہ کو واحد مانتے اور اس کی عبادت کیا کرتے۔

حافظ ابن ناصرالدین دمشقی نے کیا خوب کہا ہے۔

تنقل احمد نورا عظیما تلألأ فی جباه الساجدینا
تقلب فیهم قرنا فقرنا الی ان جاء خیر المرسلینا

(نور احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں منتقل ہوتا رہا اور ہر بستر سے بستر خاندان میں ہوتا ہوا خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں ظہور پذیر ہوا)

یہ منقول ادلہ کا خلاصہ ہے، یہ چمکتے ہوئے بدر و قمر ہیں نہ کہ ستارے، ان سے سینوں کو شرح نصیب ہوا ہے، مسئلہ سورج کی طرح چمک اٹھا ہے، جو بھی اس مسئلہ میں فکر و نظر کرے گا، اس کے تمام گوشوں کا مطالعہ کرے گا، اس پر مخفی معاملہ آشکار ہو جائے گا اور جس کے ہاں اس کا موقف قوی ہے اور اس کے ہاں دوسرا موقف قوی ہے تو وہ اسے اپنائے، ہمارا ان پر جبر نہیں، ہاں وہ آدمی ایسا ہو کہ دلائل کی بنیاد پر چلتا ہو تو ایسا آدمی جو قول بھی اختیار کرے اور جس ترجیح کو اپنائے درست ہے اور اپنے قول پر دلائل ذکر بھی کر سکتا ہے۔ لیکن جس کا مطالعہ بھی کم ہو اور پھر وہ فحش کلامی اور گالی میں زبان دراز کرے تو "انا لله ولا حول ولا قوة الا بذی الطول" اگرچہ وہ یہ ارادہ رکھتا ہو کہ میں نے اپنی تحقیق میں ترجیح دی ہے اور میرا مقصد اصلاح

کے سوا کچھ نہیں۔

مجھے کسی نے ایک اہل حدیث کے بارے میں بتایا جس نے ساری عمر جلد بازی میں گزار دی ہے کہ ان کے پاس میرے دلائل کا تذکرہ ہوا تو وہ چیخ پڑے اور نفرت کرتے ہوئے منہ پھیر لیا اور ان کے منہ سے پانی بہنا شروع ہو گیا' زبان نکل آئی۔ چہرہ رات کی طرح سیاہ ہو گیا' قریب تھا کہ وہ ستاروں کی طرف اڑتا وحشیوں کی طرح دوڑا' پھر اس کے منہ میں جو کچھ آیا اس نے کہا' جو فحش کلام و گفتگو اس نے کی' ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اس نے یہ بھی تذکرہ کیا کہ والدین کے بارے میں قرآن عظیم میں نازل ہوا ہے۔

ولاتسئل عن اصحاب الجحيم (البقرہ' ۱۱۹)	تم سے اصحاب دوزخ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

میں نے ناقل سے کہا تم نے اس کے شیخ کے کلام سے اس کا منہ بند کرنا تھا جو نہایت ہی مضبوط اور مستحکم محدث (ابن حجر) ہیں اور اس کی جلائی ہوئی آگ کو وہاں ہی ٹھنڈا کر دینا تھا۔

اگر وہ بے وقوفی کے بغیر وہی نقل کر دیتا جو منقول ہے' تو اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ قصور تو ان لوگوں کا ہوتا ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں یا تو بلندی پر اترانے کی بنا پر یا حد غلو کی طرف تجاوز کرتے ہوئے یا اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے اور تکبر کرتے ہوئے یا دوسرے کو حقیر و ذلیل جانتے ہوئے یا مجھ جیسے آدمی پر حملہ آور ہوئے ایسا کوئی کرے۔

کیا یہ قواعد مسلم نہیں؟

کیا اس کے نزدیک وہ قاعدہ شکر منعم پکا نہیں جس پر یہ مسئلہ مبنی ہے۔ کیا قاعدہ حسن و قبح مضبوط نہیں جو اسے مستحکم بنا رہا ہے؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ غافل' مکلف

نہیں ہوتا: کیا بعثت سے پہلے افعال کے بارے میں نہیں جانتا کہ ان پر تشدد ہے یا تخفیف، کیا وہ فن اصول، قواعد استدلال اور متعارض نقول کے ترجیح سے آگاہ نہیں،

لاتحسب المجد تمرانت آکله
لن تبلغ المجد حتی تلعق الصبرا

کھجور کھانے سے انسان بزرگ نہیں ہوتا جب تک مقام صبر حاصل نہ ہو انسان بزرگی نہیں پا سکتا۔

کیا پہلا معاملہ بھول گیا ہے؟

کیا اسے وہ پہلا معاملہ بھول گیا جب میں نے لکھا تھا کہ انبیاء کی زیارت بیداری میں ممکن ہے اور اس پر آئمہ اور حفاظ کی تصریح ہے تو اس پر وہ بپھر اٹھا اور مجھے برا بھلا کہتے ہوئے کہنے لگا یہ تو محال ہے۔ کثرت قیل و قال سے خوش ہونے لگا۔

جب اس پر تشدید بڑھی اور اسے اطلاع ملی کہ تجھ پر تو تکفیر لازم آ رہی ہے تو اس نے اپنے الفاظ بدلتے ہوئے کہا میں نے تو دعویٰ اجماع کا انکار کیا تو اس کا قول ثانی پہلے سے بھی بدتر ٹھہرا، کیونکہ ممکنات میں باری تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں کسی کو اختلاف ہے ہی نہیں، تو جو جائز اور محال میں فرق نہیں کر سکتا اس کے لئے خاموشی ہی بہتر و مناسب ہوتی ہے۔ میں نے اسی واقعہ کے متعلق کہا تھا۔

رؤیة الانبیاء بعد الممات ادخلوها فی حیزالممکنات
قل لمن قال انه مستحیل اترک الخوض عنک فی الغمزات
انت لاتعرف المحال ولاالممکن لامابا لغیر او بالذات
فاحترز ان نزل زلة کفر وتوق مواقع الزلات

(حضرات انبیاء علیہم السلام کی زیارت وصال کے بعد ممکنات میں سے ہے۔ جو کہتا ہے محال ہے اسے کہیں تو ان گہرائیوں میں غوطہ زن نہ ہو۔ کیونکہ تجھے محال و ممکن کا علم نہیں اور نہ تو جانتا ہے کہ بالغیر محال کون ہے اور کون بالذات ہے، بچ جا کہیں کفر میں نہ گر جانا اور پھسلنے والے مقامات سے بچ کر رہو

میرا قصور صرف یہ ہے

اس نے مجھے جو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا اور مجھے برا بھلا کہا اس کی وجہ صرف یہ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی نجات والے قول کو ترجیح دی ہے اور میرے سامنے اسلاف صالح کا اسوہ ہے' کیا مجھ سے پہلے یہ بات ایسے علماء نے نہیں کہی کہ اگر ان کا وزن پہاڑوں سے کرایا جائے تو وہ پھر بھی بھاری ٹھہریں گے۔ ہاں اگر وہ عدم اطلاع کی بات کرے تو عذر مقبول ہے یا نسیان کا قول کرے تو کوئی بات نہیں' انسان بھول سکتا ہے۔

وماسمی الانسان لالنسیه

ولا القلب الا انه یتقلب

(انسان کہنے کی وجہ اس کا نسیان ہے اور قلب کی وجہ اس کا بدلنا ہے)

یہ بعید کیوں؟

کیا بعید ہے جس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں کو نجات عطا فرمائے کہ وہ اس کے وسیلہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو نجات دے اور اگر یہ بعید ہے تو میرے نزدیک وہ شدت کے بجائے نرمی کا راستہ بہتر ہے اور اگر وہ اس پر ڈٹا رہے گا تو وہ بخیل ہے۔ جس نے راہ سخاوت کو ترک کر دیا۔

شح السخاوی بالانجاء یذکرہ عن والدی سیدالانبیاء والامم

ان عزان یبلغ البحر الخضم یالیتہ یستقی من وابل الدیم

(سخاوی نے نجات والدین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے بخل کیا اگر وہ محسوس کرتا کہ وہ بحر عظیم پر ہے تو کاش اس دائمی برسات سے سیراب ہو جاتا)

کیا میرے پاس دلیل نہیں؟

کیا مخالف یہ سمجھتا ہے کہ ترجیح پر میرے پاس دلیل نہیں' میں نے محض خواہش

نفس کی بناء پر بغیر دلیل ترجیح دی ہے' معاذ اللہ! میرے سامنے دلائل قاطع ساطع' خالصہ' روشن' جامع مانع' پختہ' مضبوط' مستحکم اور پکے' نفیس و اعلیٰ' جازم و لازم مثبت' صحیح' صریح' تامہ و شاملہ ہیں جو دوسرے کی شکست کا سبب بن سکتے جیسا کہ کہا گیا۔

اتحس القوافی تحت غبر لوئنا ونحن علی قوالها امراء

یا مجھ پر اس لئے برس رہا ہے کہ میں نے دوسرے قول پر سکوت کیا ہے اور وہ ارادہ کرتا ہے کہ میں بھی اسے زبانوں پر جاری کرواؤں تو سبحان اللہ مجھے اس قول کی حکایت سے کیا نسبت؟ کیا میں حالت نیند میں ہوں یا اونگھ رہا ہوں' کیا ان میں سے نہ بنوں جو اچھا قول سنتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں کیا مجھے حق نہیں کہ اپنے اور اس کے درمیان دیوار بنا دوں جس میں دروازہ ہو اس کے اندر رحمت اور باہر عذاب ہو۔

سکوت پر دلائل

ا۔ علماء نے اس خاموشی کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے اسے حسن ادب اور احسن طریقہ قرار دیا ہے۔

۲۔ سائل ان لوگوں میں سے ہے جو آخرت کا مقر ہے اور اس کی مجلس میں خواتین و عوام اور کم فہم بلکہ نئے نئے مسلمان ہونے والے لوگ بھی آتے ہیں' کیا ہم ان تک یہ بات پہنچانے والے بن جائیں' پھر ان کے فہم بھی کم اور طبائع بھی بہتر نہیں تو ہمیں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے' ہر مقام کے لئے مقال ہوتا ہے اور ہر معلوم کا بیان بھی کہاں ضروری ہوتا ہے؟

امام بیہقی نے شعب الایمان میں بعض اسلاف سے نقل کیا۔ جس کی عقل اس کے علم سے چھوٹی ہے اس کا علم اسے قتل کردے گا۔ (شعب الایمان ۱۶۷۴)

اور جس نے کلام کیا اس کا خون مباح اور مذمت کثیر ہوئی پھر اس سے میری کیا غرض متعلق ہے؟ کیا اس مسئلہ کا تعلق اصول دین سے ہے کہ اس سے خاموشی سے

ضیاع کا خطرہ ہے یا کوئی ایسی عبادت ہے کہ خاموشی کی وجہ سے اس میں خلل و فساد آ جائے گا۔ یا عقد مالی ہے جس میں نقص آ جائے گا یا مسئلہ نکاح ہے کہ اس میں حرام کو حلال بنایا جا رہا ہے یا قصاص کا معاملہ کہ وہاں خاموشی سے حق چھن جائے گا یا اس سے کسی کی ہتک عزت لازم آ رہی ہے، بلکہ یہاں تو ادب مطلوب ہے اور بہت سے مقامات پر خاموشی واجب و مستحب ہوتی ہے۔

ترک الامور التی تخش عواقبها فی الله احسن فی الدنیا وفی الدین

(اللہ کی خاطر ان امور کا ترک کر دینا جن کے انجام سے خوف ہو، دنیا و دین میں احسن طریقہ ہے)

آیت سے استدلال

رہا منکر کا آیت سے استدلال کہ

ولا تسئل عن اصحاب الجحیم (البقرہ، ۱۱۹) اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہو گا۔

ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تو ہم اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ علوم حدیث میں یہ ثابت ہے کہ سبب نزول کا حکم، حدیث مرفوع والا ہوتا ہے۔ اس لئے وہاں صحیح اور متصل حدیث ہی مقبول ہو گی نہ کہ ضعیف و مقطوع۔ مذکورہ سبب نزول کے بارے پوری دنیا میں کہیں بھی متصل اور صحیح سند ثابت نہیں۔ اور اس کے منکر کو بھی اعتراف ہے کیونکہ جب بات اس سے کی گئی تو اس نے انکار نہیں کیا اور اگر وہ حدیث ضعیف سے عذاب کا قول کر رہا ہے تو احادیث نجات کو بطریق اولیٰ مقبول ہونا چاہئے کیونکہ یہ اس سے افضل ہیں۔ جب وہ اس مقطوع روایت سے دوزخ ثابت کر رہا ہے تو اس متصل روایت سے جنت کیوں ثابت نہ ہو گی؟

یہاں خطاب کس کو ہے؟

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سامنے رکھا جائے کہ یہاں خطاب کس کو ہے؟ اس آیت کے آگے پیچھے ملاحظہ کر لو۔

یابنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوبعهدی اوف بعهدکم وایای فارهبون (البقرة، ۴۰)

اے یعقوب کی اولاد یاد کرو میرا احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔

وہاں سے لے کر دوسرے مقام

یابنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العلمین (البقرة، ۴۷)

اے اولاد یعقوب' یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔

تمام کا تمام خطاب اہل کتاب کو ہے یہی وجہ ہے کہ جب یہ طویل بات ختم کرنے کا مرحلہ آیا تو پھر بنی اسرائیل کا تذکرہ کیا تاکہ واضح ہو جائے کہ ابتداء و انتہا میں وہی مراد ہیں' تو اصحاب جحیم سے مراد اہل کتاب کے وہ کفار ہیں جنہوں نے دین کی دعوت قبول نہ کی۔

ہمارے مؤقف کی تائید

ہمارے مؤقف کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے اس میں بنی اسرائیل کی اولاد' خصوصاً یہود اور تورات میں تحریف و کمی کرنے والوں سے خطاب ہے اس پر یہ قول شاہد ہے جسے امام فریابی' اور عبد بن حمید نے حضرت مجاہد (جو تفسیر قرآن کے امام ہیں) سے نقل کیا۔

من اربعین ایة من سورة البقرة الی عشرین ومائتھی بنی اسرائیل
سورۃ البقرہ کی آیت چالیس سے ایک سو بیس تک بنی اسرائیل کے بارے میں ہیں۔

اس پر آیت کے الفاظ و معانی کی بھی دلالت ہے مثلاً جحیم عظیم آگ کو کہا جاتا ہے اس پر لغت اور آثار عادل ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابومالک (جو معروف تابعی ہیں) سے نقل کیا ہے کہ اصحاب الجحیم میں جحیم سے بڑی آگ مراد ہے۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

لھا سبعة ابواب
جہنم کے سات طبقات ہیں۔

کی تشریح میں نقل کیا سب سے پہلا جہنم' دوسرا لظی تیسرا حطمہ چوتھا سعیر' پانچواں سقر چھٹا جحیم' ساتواں ھاویہ' پھر فرمایا۔

الجحیم فیھا ابو جھل الحواب
جحیم میں ابو جہل پاپی ہو گا۔

(جامع البیان' ۱۴'۲۷)

اس مقام پر وہی ہو گا جس کا کفر بھی بڑا ہو' جس کا گناہ بھی بڑا اور وہ علم و یقین کے بعد انکار کرنے والا ہو گا' جس نے آیات کتاب میں تبدیلی کی ہو گی' جانتے ہوئے انکار و مذمت کی ہو گی اور تورات کو بدل ڈالا ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی اس نے تکذیب کی ہو گی' حالانکہ اسے اس کی کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق' اتباع اور طاعت کا حکم تھا۔

یہ حکم اہل فترت کا نہیں ہو سکتا

لیکن ایسا اہل فترت کے لئے نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے پاس نہ علم آیا اور نہ کتاب' نہ انہوں نے کسی کا انکار کیا اور نہ انہوں نے کسی کتاب میں تبدیلی کی۔ یہ لوگ اس قبیل سے نہیں' خصوصاً وہ اشخاص و افراد جن میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتقل ہوتا رہا۔

حضرت ابوطالب کا سنئے

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابوطالب پر سب سے کم عذاب ہو رہا ہے' وجہ اس کی فقط یہ ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی اور اپنی قرابت کا احساس کیا' باوجود اس کے انہوں نے لمبی عمر پائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاعت و دعوت سے انکار بھی کیا۔

فماظنک بابویه اللذین هما اشد قربًا وآکدحبًا واقصر عمرًا وابسط عذرًا

اب تمہارا کیا خیال ہے آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں جن کے قرب سے بڑھ کر کسی کا قرب نہیں' ان سے بڑھ کر آپ ﷺ کا محب کون ہے' انہوں نے کم عمر پائی اور ان کا عذر بھی نہایت ہی معقول ہے۔

معاذ اللہ! وہ طبقہ جہیم میں کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان پر اسقدر عظیم عذاب کیوں؟ یہ بات اسے ہرگز سمجھ نہیں آسکتی جو ذوق سلیم رکھتا ہے۔

منکر کا رد

منکر کا یہ کہنا کہ ان کے عذاب کے بارے میں متعدد احادیث ہیں' تو میں ان تمام سے واقف ہوں' میں نے تمام کو جمع کر کے تحقیق کی ہے ان میں سے اکثر ضعیف و معلول ہیں اور جو صحیح ہیں' وہ یا تو سابقہ دلائل کی وجہ سے منسوخ ہیں اور ان کے معارض ہیں' تو پھر ان میں اصول کے مطابق ترجیح دینا ہوگی۔

آئمہ مالکیہ کا جواب

آئمہ مالکیہ میں سے بعض نے یہ روشن جواب دیا ہے کہ یہ عذاب والی روایات اخبار آحاد ہیں اور یہ دلائل قطعی (جن میں نجات کا ذکر ہے) کے معارض و تماثل ہی نہیں سکتیں۔

قل للسخاوی لن تعروک مشکلة .
علمي کبحر من الامواج ملتطم

(سخاوی سے کہہ دو اگر تجھے کوئی مشکل عارض آجائے تو میرا علم سمندر کی موجوں کی طرح ہے)

سوال و جواب

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اس دور میں دعوت عیسٰی علیہ السلام موجود تھی تو ہم کہتے ہیں والدین کریمین تک اس دعوت کا پہنچنا ہر گز ثابت نہیں نہ ہی انہیں کسی نے اس کی خبردی اور نہ یہ معاملہ ان پر کسی نے واضح کیا؟ اگر کوئی یہ بات تسلیم نہیں کرتا تو پھر تمام دنیا میں اہل فترت کا وجود ہی نہ ہو گا کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے پہلے بھی تمام کائنات میں رسول آئے اور جو بھی فترت کا زمانہ ہوتا ہے اس سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام نبی تشریف لائے ہوئے ہیں اور حضرت آدم سے پہلے بشر تھے نہیں کہ ان سے احکام متعلق ہوں مثلاً کفر و اسلام یا حلال و حرام۔

اگر ہم ہر بعثت کا اعتبار کریں خواہ اس کا پیغام لوگوں تک نہ پہنچا ہو تو پھر احادیث اہلِ فترت کا محال ہونا لازم آئے گا کیونکہ پھر ایسا وصف کسی قوم میں ہے ہی نہیں کہ ان پر یہ حکم (احادیث والا) لگایا جائے' حالانکہ بلاشبہ الفاظ حدیث صراحۃً ان کے وجود پر دال ہیں اور واضح کر رہے ہیں کہ اہل فترت سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شریعت کے مٹ جانے اور رسول کریم سراج منیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد شاہد ہے۔

یاھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم علی فترة

اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے کہ تم پر

من الرسل ان تقولوا ماجاء نا من بشير ولانذير فقد جاء كم بشير ونذير (المائدہ ۱۹)

ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ کبھی کہو ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا' تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے۔

مفسرین نے اعلانیہ کہا ہے کہ دو نبیوں کے درمیان کا زمانہ فترت کہلاتا ہے۔ امام ابن جریر نے اس آیت کے تحت فرمایا

الفترة انقطاع الرسل بعد مجیئهم من فتر الامر اذا هدأ وسكن (جامع البیان' ۶-۲۲۷)

انبیاء کی تشریف آوری میں انقطاع آ جانا فترت کہلاتا ہے۔ یہ فتر سے مشتق ہے۔جس کا معنیٰ خاموش وساکن ہونا ہے۔

جوہری نے صحاح میں کہا اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دو رسولوں کے درمیان فاصلہ فترت ہوتا ہے۔ اب فترت کا زمانہ ہو گا کہ پہلے رسول دعوت لے کر آئے پھر اس کی دعوت کو بہت عرصہ گزر جائے اور ان کی شریعت مٹ جائے۔

امام حاکم نے شرائط بخاری و مسلم پر صحیح حدیث نقل کی ہے۔

اذا کان یوم القیامة جاء اهل الجاهلیة یحملون اوثانهم علی ظهورهم (المستدرک' ۴-۴۹۷)

روز قیامت اہل جاہلیت بتوں کو اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوئے ہونگے۔

پھر حدیث کا بقیہ حصہ کہ ان کا امتحان ہو گا جو واضح ہے' یہ زمانہ فترت پر دال ہے۔

امام شافعی کی تصریح

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح کی ہے' زمانہ فترت بعثت سے دو سو سال کے بعد آتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ علاوہ ازیں ان کی ظاہری حیات میں ایسی قوم تھی جن تک دعوت نہ پہنچی وہ علاقہ چین میں تھی' جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے دو سو سال بعد ایسے لوگ ہیں جنہیں دعوت اسلام نہیں پہنچی جبکہ دین اسلام کا غلبہ رہا تو تمہارا کیا خیال ہے زمانہ جاہلیت کے ان لوگوں کے بارے میں جہاں تمام زمین پر کفر ہی کفر تھا۔ اور کفار کا غلبہ تھا' تو مدار دعوت کے پہنچنے اور نہ پہنچنے پر ہے' جس کو دعوت نہیں پہنچی وہ نجات پانے والا ہے وہ بعثت محمدی سے پہلے تھا یا بعد میں۔ اور جس نے زمانہ فترت پایا اور اسے دعوت پہنچی لیکن اس نے انکار و رد پر اصرار کیا تو وہ دوزخ میں جائے گا۔

یہ آخری قسم محل اجماع ہے اس میں کسی کا بھی نزاع نہیں۔ اس طرف امام نووی نے مسلم میں اشارہ کیا تو جس کو اللہ اور اس کا رسول معذور سمجھے وہ معذور ہے اور جسے وہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔

امام ابی نے شرح مسلم میں زیر بحث مسئلہ پر بڑی تفصیلی اور پختہ گفتگو کی ہے کہ اہل فترت سے مراد وہ لوگ ہیں جو رسلان کرام کے زمانے کے درمیان ہوتے ہیں نہ تو پہلے رسول ان کی طرف آئے اور نہ انہوں نے دوسرے رسول کو پایا' مثلاً اعراب جن کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی رسول نہ تھے اور نہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا۔

اہل فترت کی اقسام

پھر لکھا کہ حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اہل فترت تین طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔ جنہوں نے اپنی بصیرت کی بنیاد پر توحید پائی خواہ وہ شریعت میں داخل نہ تھے مثلاً زید

بن عمرو بن نفیل یا وہ شریعت عیسوی میں داخل تھے۔

۲۔انہوں نے نہ تو شرک کیا اور وہ اہل توحید تھے۔ اور نہ وہ کسی نبی کی شریعت کے تابع تھے۔ اور نہ انہوں نے اپنے لئے شریعت کا انتخاب کیا اور نہ انہوں نے اپنے کسی دین کو گھڑا' تمام عمر غفلت میں بسر ہو گئی۔

پھر لکھا زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں کا حال یہ تھا وہ حقیقۃً اہل فترت ہیں۔

۳۔جنہوں نے شرک کیا اور توحید کا راستہ اختیار نہ کیا بلکہ اس میں تبدیلی کی کوشش کی اور اپنی ذات کے لئے نئی شریعت بنالی' خود ہی حرام و حلال کر لیا اور ایسے لوگ اکثر ہیں۔ (اکمال المعلم' ۱=۶۱۸)

آگے لکھا جن لوگوں نے کہا اہل فترت پر عذاب ہے ان کی مراد یہی لوگ ہیں 'یا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ اخبار آحاد ہیں اور یہ دلائل قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں' جیسا کہ تفصیلاً پیچھے گزر چکا ہے بعض متاخرین اہل علم نے فرمایا۔

انه یجب اخراج الابوین الشریفین من هذا القسم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کو اس قسم سے خارج قرار دینا لازم و فرض ہے۔

دیگر دلائل سے تائید

کچھ دیگر دلائل بھی ہیں جو اگرچہ صراحۃً نہیں مگر تائید کرتے ہیں مثلاً امام ابن جریر نے

ولسوف یعطیک ربک فترضی (الضحیٰ' ۵)

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

کے تحت حضرت ابن عباس نے نقل کیا

من رضی محمد صلی اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا یہ بھی ہے کہ

علیه و آله وسلم ان لایدخل احدمن اھل بتیه النار — اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہو۔

اس کا عموم شاہد ہے۔

۲۔امام ابوسعید نے شرف النبوۃ وغیرہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا۔

سألت ربی ان لایدخل النار احدامن اھل بیتی فاعطانی ذلک — میں نے اپنے رب سے عرض کیا میری اہل بیت میں سے کسی کو بھی دوزخ میں داخل نہ کرنا اس نے مجھے یہ عطا فرما دیا۔

اس کے الفاظ بھی عام ہیں اور اس کی توجیہ کی طرف ہم نے ابتداء مقالہ میں حدیث ابن عمر کے تحت گفتگو کی ہے۔

اس لئے حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر نے اصول و آثار کی رعایت کرتے ہوئے نہایت جامع طور پر فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء و اجداد کے بارے میں یہ حسن ظن (عقیدہ) رکھا جائے کہ روز قیامت بوقت امتحان ان کو اطاعت نصیب ہو جائے گی' تاکہ اس سے جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔

اور اگر ہم موضوع روایات لانا چاہتے جیسا کہ کچھ لوگوں نے کیا تو ہم یہ حدیث ذکر کرتے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر وحی فرمائی ہے کہ میں نے ہر اس پشت و بطن پر آگ حرام کر دی ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہرے' لیکن ہم اسے دلیل نہیں بناتے اور نہ اس کی طرف توجہ کرتے ہیں' کیونکہ دلائل قویہ کے ہوتے ہوئے موضوع روایات کی کیا ضرورت؟ جیسے بدر کے طلوع ہوتے ہوئے ستاروں کی کیا ضرورت ہے' یا پانی کی موجودگی میں تیمم باطل ہو جاتا ہے۔ جو کچھ میں نے اس منکر بھائی کے لئے لکھا ہے اسے وہ حدیث اور دین کی بنیاد پر رد نہیں کر سکتا اور یہ درجہ حفظ سے دور نہیں' ہاں ہم نے زبان درازی کی کوشش نہیں کی۔ اچھے معانی کو تبدیل نہیں کیا' کیونکہ

اچھے کلام اور حفظ زبان کے بارے میں حکم ہے۔

ولا تستوی السیئة ولا الحسنة   برائی اور نیکی برابر نہیں۔

اللہ تعالیٰ اسے بھی اور ہمیں بھی باعمل علماء میں سے بنادے ہمارے سینوں میں جو کچھ ہے اسے خارج کردے اور جنت میں ہمیں جمع فرمادے۔

یہ ایک ادبی مقالہ تھا جس کے ذریعے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک نسب کی خدمت کی ہے۔

اس کا نام "المقامة السندسية" رکھ رہا ہوں اور عرصہ ہوا میں اختلافی مسائل سے دور رہتا ہوں، مگر اس مسئلہ پر گفتگو کے بغیر چارہ نہ تھا۔ میں اس عمل کے ذریعے امیدوار ہوں کہ مجھے جنت نعیم نصیب ہو گی اور رسالت مآب ﷺ کی خوشنودی حاصل ہو گی، آپ ﷺ پر بے حد و حساب صلوۃ سلام ہو، میں نے یہ ہر صحیح ذہن اور طبع سلیم رکھنے والے کو تحفہ دیا ہے، ہر علم والے پر علم والا ہوتا ہے،

فان تولوا فقل حسبی الله لا اله الا هو علیه توکلت وهو رب العرش العظیم۔
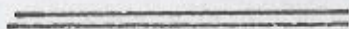
والدینِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زندہ ہو کر ایمان لانا

تصنیف
امام جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ و تحقیق
مُفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز۔ لاہور

نام کتاب: نشر العالمین المنیفین فی احیاء الابوین الشریفین

مصنف: امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)

ترجمہ کا نام: والدین مصطفی ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا

مترجم: مفتی محمد خان قادری

اہتمام: علامہ محمد فاروق قادری

پروف ریڈنگ: حافظ ابو سفیان نقشبندی

ناشر: حجاز پبلی کیشنز لاہور

اشاعت اول: ۱۹۹۹ء

اشاعت دوم: ۲۰۱۲ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دار العلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اہل سنت پبلی کیشنز دینہ جہلم ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042.35300353 0300.4407048.

انتساب

حضرت العلام الحافظ غلام احمد چشتی گولڑویؒ
المعروف باواجی سلوئی والے
کے نام

۱- جنھوں نے تمام زندگی کلام الٰہی کی خدمت کے لئے وقف رکھی۔

۲- جن کی سادگی اور فقر اسلاف کی یاد دلاتے۔

۳- اخلاص کا یہ عالم کہ مدرسہ کا نام تک نہیں رکھا حالانکہ وہاں سے سینکڑوں افراد حفاظ بنے۔

۴- مذہبی خدمات کے ساتھ ساتھ سماجی خدمات ان کا طرہ امتیاز تھا۔

۵- بندہ نے اپنی زندگی میں ایسی مثالی شخصیت آج تک نہیں دیکھی۔

محمد خانؒ قادری

٥

نشر العلمين المنيفين في إحياء الأبوين الشريفين

للشيخ العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي
المتوفى سنة ٩١١هـ/ ١٥٠٥م

قدم له وشرحه وعلق عليه
الدكتور محمد عز الدين السعيدي

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اس رسالہ کا نام "نشر العلمین فی احیاء الابوین الشریفین" ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے بطور حکایت بیان فرما رہا ہے۔

یاقوم مالی ادعوکم الی النجوۃ وتدعوننی الی النار (اے قوم کیا وجہ میں تمہیں نجات کی طرف اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو) (المؤمن ۴۱)

میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ناجی ہونے پر متعدد رسائل تحریر کئے ہیں جن میں' میں نے اس بارے میں لوگوں کے مسالک کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ ان کے اقوال' دلائل اور ان کا استدلال بھی ذکر کیا ہے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کی مخالفت میں کچھ روایات بھی وارد ہیں اور ان کے مطابق متعدد اہل علم کا قول بھی ہے لیکن میں ناجی قرار دینے والے اہل علم کی تائید درج ذیل امور کی بنا پر کرنا چاہتا ہوں۔

1- لوگ زبان بند رکھیں

تاکہ لوگ اس اہم اور دشوار ترین موضوع پر اپنی زبان بند رکھیں آئمہ کرام نے تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں ایسی بات نہ کی جائے کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینا ہے مثلاً امت کے عظیم محدث امام سہیلی نے "الروض الانف" میں حدیث مسلم وغیرہ ذکر کرنے کے بعد کہا ہمیں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں ایسی بات کہیں (کہ وہ ناجی نہیں) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لاتؤذوالاحیاء بالاموات زندہ لوگوں کو فوت شدہ کے سبب سے تکلیف و اذیت نہ دو۔

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ (جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے۔) (الاحزاب 57)

وہ شخص ملعون ہے

آئمہ مالکیہ میں سے امام ابوبکر ابن العربی سے اس آدمی کے بارے میں سوال ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو دوزخی کہتا تھا تو انہوں نے اسے ملعون قرار دیتے ہوئے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی اور کہا۔

ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیہ انہ فی النار اس سے بڑی اذیت کوئی نہیں کہ یہ کہا جائے اس کا والد دوزخ میں ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا فیصلہ

قاضی عیاض نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے ان کے منشی نے کہہ دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کفر پر تھے تو انہوں نے اسے معزول کر دیا اور فرمایا آئندہ تو کبھی بھی میرا منشی نہیں بن سکتا۔ حلیہ ابونعیم اور ذم الکلام ہروی میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عمر سخت ناراض ہوئے اور اسے اپنے دیوان سے نکال دیا۔

2- اہل ایمان کی سینوں کی ٹھنڈک

اس سے متعدد اہل ایمان کے سینوں کو ٹھنڈک پہنچانا بھی مقصود ہے کیونکہ جو بھی علماء کے بارے سنے گا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی نجات اور ان کے جنتی ہونے کو بیان کر رہے ہیں اور اس پر دلائل اور مسلمہ قواعد کے مطابق گفتگو

کر رہے ہیں تو اس کا سینہ یقیناً اس پر ٹھنڈا ہو گا۔ دل فرحت سے معمور اور خوشی سے جھوم اٹھے گا اور اس عمل کو وہ نہایت ہی پسندیدگی سے دیکھے گا۔

جب مسائل اجتہادیہ میں اس بات کی گنجائش ہوتی ہے کہ انسان اپنے مذہب کا قول چھوڑ کر دوسرے کے قول پر عمل کر سکتا ہے مثلاً شافعی مسلک کا آدمی حنابلہ کے موقف پر عمل کرتے ہوئے خلع کو فسخ قرار دیدے نہ کہ طلاق' اس طرح حنفی شافعی کے قول پر عمل پیرا ہو کر عدم صفت کا قول کر سکتا ہے۔

زیر بحث مسئلہ میں والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نجات کا قول کرنے والوں کا ساتھ دینا بلاشبہ اولیٰ ہے اور اس کی وجوہ یہ ہیں۔

وجوہ اولویت

1- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی

ان فقہی مسائل میں دوسرے کے قول کی طرف رجوع ذاتی تنگی کو دور اور آسانی کے حصول کے لئے ہو گا لیکن یہاں ایسے عمل کی طرف رجوع ہے جس سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو گی ہاں اس میں ہمارا فائدہ بھی ہے۔

2-اس مسلک میں ایسی خوشی کا اظہار ہے جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہونگے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شاق گزرے اسے اپنانا نہایت ہی ناپسند ہے۔

3-اس مسلک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کی فضیلت و شرف بھی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت اور معجزہ کا ثبوت بھی ہے۔

4- یہ لوگوں کو اس قول سے دور لے جانے کا سبب بھی ہے جس سے علماء نے خاموش رہنے کی ترغیب دی ہے۔

5-پھر اس میں کسی کا کسی صورت میں کوئی نقصان نہیں نہ کسی کا حق فوت ہو رہا ہے اور نہ کسی کے ذمہ کوئی شے عائد ہو رہی ہے بخلاف فقہی مسائل کے وہاں تو کبھی

دوسرے مسلک کے قول پر تحریم کا ارتکاب لازم آرہا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے مسائل اختلافیہ میں احوط پر عمل ہی تقویٰ قرار پاتا ہے۔

3- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب و توسل

اس مسلک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقرب' رضا و خوشی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے حصول کا ذریعہ ہے اسے دلائل کے ساتھ پختہ کرنے اور نقول و ادلہ کو تلاش کر کے جمع کرنے میں بہت بڑا اجر ہے اس میں کوئی شبہ نہیں یہ مسئلہ اجتہادی ہے اس میں کوشش کرنے والا ہر حال میں اجر کا مستحق ہے۔ خواہ اس نے نفس الامر میں حق پالیا یا اس نے خطا کی ہاں حق پر پہنچنے کی صورت میں دو اجر اور خطا کی صورت میں ایک اجر ہو گا۔

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک اہل حدیث نے اس مسئلہ پر میری مخالفت میں کتاب تحریر کی ہے اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے دوزخی ہونے اور نجات کا قول کرنے والوں کے دلائل کو کمزور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حمد اس ذات کی جو انعام و فضل فرمانے والا ہے۔ بلاشبہ اس کے تمام جوابات (جن سے قائلین نجات کے دلائل کو کمزور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے) کا سقم ہمارے رسائل میں موجود ہے لہذا انہیں ہم یہاں زیر بحث نہیں لانا چاہتے۔

فن حدیث سے متعلق مسئلہ

ہاں ایک معاملہ باقی ہے جس کا تعلق فن حدیث سے ہے وہ یہ ہے کہ موصوف نے حدیث احیاء والدین کے بارے میں کہا کہ وہ قطعی اور یقینی طور پر موضوع ہے ہم یہاں واضح کریں گے کہ درست رائے یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں کیونکہ آئمہ و حفاظ حدیث کی اس کے بارے میں مختلف آراء ہیں وہ اس کے موضوع ہونے پر متفق نہیں بلکہ بعض نے اس موضوع اور بعض نے فقط اس کے ضعیف ہونے کا قول کیا ہے اور درست بھی یہی (دوسری) رائے ہے بندہ نے اس کے ثبوت

ے لئے یہ رسالہ تالیف کیا ہے۔ واللہ الموفق! آیئے سنئے۔

امام ابو حفص ابن شاہین

امت کے عظیم محدث امام ابو حفص ابن شاہین المتوفی 385ھ نے اپنی کتاب "الناسخ والمنسوخ" میں مکمل سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حجون پر غمگین حالت میں تشریف فرما ہوئے اور جتنا اللہ نے چاہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں قیام کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت خوشی میں واپس لوٹے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمگین حالت میں حجون میں تشریف فرما ہوئے وہاں سے خوش و مسرور واپس لوٹے معاملہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

سالت ربی عزوجل فاحیالی لمی فامنت بی ثم ردھا

میں نے اپنے رب بزرگ و برتر سے عرض کیا تو اس نے میری والدہ کو زندہ کیا اور مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اس نے واپس لوٹا دیا۔

امام ابن شاہین نے اسی حدیث کو ان روایات کے لئے ناسخ قرار دیا جن میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی والدہ کے لئے استغفار کی اجازت نہ ملی اس طرح وہ روایت جس میں فرمایا میری ماں بھی تمہاری ماں کے ساتھ دوزخ میں ہے۔

(الناسخ والمنسوخ 284)

ابن جوزی کا رد

شیخ ابن جوزی نے اس روایت کو موضوعات میں درج کر کے کہا محمد بن زیاد (نقاش) ثقہ نہیں احمد بن یحیی اور محمد بن یحیی دونوں مجہول ہیں۔ (الموضوعات ۱، ۲۸۴)

میں کہتا ہوں محمد بن یحیی کا تذکرہ امام ذہبی نے میزان اور مغنی میں کرتے

ہوئے کہا یہ ابوغزیہ مدنی زہری ہیں' دار قطنی نے انہیں مجہول کہا اور شیخ ازدی نے کہا یہ ضعیف ہیں۔ یہ ضعف میں معروف ہے نہ کہ وضع میں تو جس راوی کو ان الفاظ میں یاد کیا جائے اس کی حدیث موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہوا کرتی ہے۔

امام ابن حجر کی شہادت

شیخ الاسلام ابوالفضل حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں ابن جوزی کی گفتگو نقل کرنے کے بعد کہا محمد بن یحییٰ مجہول نہیں بلکہ وہ معروف ہیں ابوسعید بن یونس کی تاریخ مصر میں ان کا عمدہ تعارف یوں درج ہے۔ محمد بن یحییٰ بن محمد عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن عوف ابوعبداللہ ان کا لقب ابوغزیہ ہے مدنی ہیں مصر آئے۔ ان کی دو کنیتیں ہیں۔ اسحاق بن ابراہیم کناسی زکریا بن یحییٰ تنوی' سہل بن سوادۃ خالقی محمد بن عبداللہ بن حکیم اور محمد بن فیروز ان کے تلامذہ میں سے ہیں ان کا وصال یوم عاشورہ 258 میں ہوا' دار قطنی نے غرائب مالک میں کہا ابوغزیہ صغیر) منکر الحدیث ہیں۔

امام ذہبی کی رائے

احمد بن یحییٰ حضرمی بھی مجہول نہیں امام ذہبی نے المیزان میں ان کا تذکرہ یوں کیا انہوں نے حرملہ تجیبی سے روایت لی ہے اور ابوسید بن یونس نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ تو جس پر محدثین کا مذکورہ تبصرہ ہو اس کی حدیث معتبر ہوا کرتی ہے رہا معاملہ محمد بن زیاد کا اگر وہ نقاش ہی ہیں (جیسا کہ ابن جوزی نے کہا) تو یہ علماء قرأت اور آئمہ تفسیر میں سے ہیں۔ امام ذہبی نے میزان میں کہا باوجودیکہ ان میں ضعف ہے یہ اپنے دور کے قراء کے شیخ ہیں ان کی شیخ ابوعمرودانی نے بہت تعریف کی ہے ہاں ان سے منکر احادیث مروی ہیں۔

دیگر دو سندیں

میں کہتا ہوں اس کے باوجود اس حدیث میں نقاش اور احمد بن یحییٰ منفرد

نہیں بلکہ ابو غزیہ سے یہ روایت دیگر دو اسناد سے بھی ثابت ہے ہم ان کا تذکرہ کیے دیتے ہیں۔

1- امام محب الدین طبری

حافظ محب الدین طبری نے السیرۃ میں اس سند سے روایت نقل کی ہے ہمیں ابوالحسن مقبری نے بتایا انہیں حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر سلامی نے انہیں حافظ زاہد ابو منصور محمد بن احمد بن علی بن عبدالرزاق نے انہیں قاضی ابوبکر محمد بن یحیی زہری نے انہیں عبدالوہاب بن موسی زہری نے انہیں عبدالرحمن بن ابی زناد نے انہیں ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حجون میں پریشان و غمگین حالت میں تشریف فرما ہوئے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرمایا پھر بحالت خوشی واپس لوٹے اور فرمایا۔

سألت ربی فاحیالی امی، فامنت بی ثم ردھا
(خلاصۃ السیر' 21)

میں نے اپنے رب سے عرض کیا تو اس نے میری والدہ کو زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں پھر اللہ نے انہیں واپس لوٹا دیا۔

2- امام ابوبکر خطیب بغدادی

حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے السابق واللاحق میں اسے اس سند سے روایت کیا ہے ہمیں ابوالعلاء واسطی نے انہیں حسین بن علی بن محمد حلبی نے انہیں زاہد ابوطالب عمر بن ربیع نے انہیں علی بن ایوب کعبی نے انہیں محمد بن یحیی زہری ابوغزیہ نے انہیں عبدالوہاب بن موسی نے انہیں مالک بن انس نے انہیں ابو زناد نے انہیں ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقعہ پر میرے ساتھ حجون کے

پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت ہی مغموم و پریشان اور آنسو بہا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کی وجہ سے میں بھی رو پڑی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کود کر نیچے اترے۔

فرمایا حمیرا رک جاؤ میں نے اونٹ کے پہلو کے ساتھ ٹیک لگالی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی دیر تک وہاں تشریف فرما رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس میرے پاس تشریف لائے تو نہایت ہی خوش و متبسم تھے میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ فدا ہوں جب میرے پاس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تھے تو نہایت ہی غمگین تھے مگر اب نہایت ہی خوش و خرم ہیں معاملہ کیا ہے؟ فرمایا میں اپنی والدہ کی قبر پر حاضر ہوا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے انہیں زندہ کرنے کے لئے عرض کیا

فاحیاھافامنت بی وردھا (السابق واللاحق)	تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا وہ مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ نے انہیں واپس لوٹا دیا۔

اسی سند سے امام ابوالقاسم بن عساکر نے غرائب مالک میں نقل کیا اور کہا یہ روایت مذکور ہے۔

منکر متروک سے اعلیٰ ہوتی ہے

میں کہتاں ہوں منکر روایت موضوع نہیں بلکہ ضعیف کی اقسام میں سے ہوتی ہے اور اس کا مقام متروک سے اعلیٰ ہوتا ہے اور وہ بھی ضعیف ہوتی ہے نہ کہ موضوع جیسا کہ اصول حدیث میں مسلم ہے کعبی میں جہالت ہے دارقطنی نے ابوطالب عمر بن ربیع خشاب کو ضعیف کہا ہے سلمہ بن قاسم کہتے ہیں کہ ان کے بارے میں بعض نے کلام (جرح) کیا ہے۔ لیکن دوسروں نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے اور یہ کثیر الحدیث ہیں ان کا انتقال 340ھ کو مصر میں ہوا۔ واضح ہو گیا کہ اس روایت کا مدار ابوغزیہ پر ہے اور ضعیف ہیں ان کے شیخ عبدالوہاب بن موسیٰ زہری (جن کی کنیت ابوالعباس

ہے) کو خطیب نے امام مالک سے روایوں میں شامل کرتے ہوئے ان سے سعید بن ابی مریم مصری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہمیں عبدالوہاب بن موسی زہری نے انہیں مالک بن انس نے انہیں عبداللہ بن دینار نے انہیں سعد بن حارث مولی عمر بن خطاب نے بیان کیا کہ حضرت کعب الاحبار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا میں نے سابقہ کتب الٰہیہ میں تمہارے بارے میں دیکھا کہ تم جہنم کے دروازے پر کھڑے ہو اور لوگوں کو اس سے گزرنے سے روک رہے ہو اور جب تم فوت ہو جاؤ گے تو لوگ تاقیامت اس میں گرتے رہیں گے۔ یہ اثر امام مالک کے حوالے سے معروف ہے۔ ابن سعد نے اسے طبقات میں معن بن عیسٰی عن مالک سے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا اور متن دونوں کا ایک ہی ہے تو عبدالوہاب کے بارے میں وہ جہالت ختم ہو گئی جس کا گمان ذہبی نے ان سے دوسری روایت کی وجہ سے کیا ہے۔ ان سے حدیث ان دو سندوں سے مروی ہے۔

1- امام مالک انہوں نے ابو زناد سے انہوں نے ہشام سے

2- عبدالرحمن بن ابی زناد نے ہشام سے

ایک روایت میں دوسری سے مختلف ہے۔

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں کہا کہ عبدالوہاب بن موسی کا تذکرہ خطیب نے مالک کے راویوں سے کیا ان کی کنیت ابوالعباس اور نسبتاً انہیں زہری لکھا اور ان سے ایک موقوف اثر بھی ذکر کیا اور کہا اس میں وہ منفرد ہیں لیکن ان پر کوئی جرح نہیں کی۔ دار قطنی نے اسے غرائب مالک میں اسی سند سے ذکر کر کے کہا یہ امام مالک سے صحیح طور پر ثابت ہے اور عبدالوہاب بن موسی ثقہ ہیں۔

حدیث کی دو علتیں

ذہبی نے حدیث احیاء میں دو علتوں کی نشاندہی کی ہے 1- عبدالوہاب کا مجہول ہونا 2- اس کا اس حدیث صحیح کے خلاف ہونا جس میں ہے کہ حضور کو استغفار کی اجازت نہیں ملی۔

عبدالوہاب کی جہالت کا ازالہ تو حافظ ابن حجر کی عبارت سے ہو جاتا ہے انہوں نے سابقہ فرمایا وہ معروف و ثقہ ہیں اور انہوں نے جرح کا ذکر تک نہیں کیا رہا حدیث صحیح کے مخالف ہونا تو اس کا جواب آئمہ نے دیا ہے جیساکہ آرہا ہے۔

حافظ ابن حجر نے لسان میں فرمایا ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا۔ اور انہوں نے نکت علی ابن صلاح میں کہا اس آدمی نے سخت غلطی کی ہے جس نے نص حدیث کی مخالفت کی بنا پر اسے موضوع قرار دیا اور جو زرقانی سے یہ عمل کتاب الاباطیل میں اکثر سرزد ہوا ہے حالانکہ کسی روایت کو موضوع قرار دینے کی صرف یہ صورت ہوتی ہے کہ کسی بھی صورت میں ان دو احادیث میں موافقت نہ ہو سکے اگر ان میں تطبیق ہو سکے تو پھر کسی روایت کو موضوع قرار نہیں دیا جا سکتا۔

1۔ مثلاً حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جسے ترمذی نے روایت کر کے حسن قراردیا) وہ شخص قوم کی امامت نہ کروائے جو دوسروں کو چھوڑ کر صرف اپنے لئے دعا کرے اسے بعض نے موضوع کہا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحت کے ساتھ یہ دعا کرنا ثابت ہے۔

اللھم باعلبینی وبین خطابای — اے اللہ میرے اور میری خطاؤں کے درمیان دوری پیدا فرمادے۔

حالانکہ ان میں تطبیق یوں ممکن ہے یہ دعا اس پر محمول ہے کہ ایسی دعاؤں میں مقتدی کو شامل کرنا شروع نہیں ہوتا۔

بخلاف اس صورت کے جب امام اور مقتدی اس میں شریک ہوں۔ (فتح المغیث 238-1)

2۔ اسی طرح شیخ ابن حبان نے صحیح میں کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان۔

انی لست کا حدکم انی اطعم واسقنی — میں تمہاری مثل نہیں میں کھلایا پلایا جاتا ہوں۔

نشاندہی کر رہا ہے۔ کہ وہ روایات باطل ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیٹ پر پتھر باندھنے کا تذکرہ ہے لیکن حافظ ضیاء الدین نے اس کا کافی و شافی رد کیا یہ تمام گفتگو حافظ ابن حجر نے النکت میں کی ہے۔

شیخ بدرالدین کا قول

شیخ زرکشی نے حاشیہ ابن صلاح میں کہا بعض لوگوں نے کسی روایت کے صحیح روایت کے مخالف ہونے کو موضوع ہونے کی علامت قرار دیا ہے۔ اور یہ ابن خزیمہ اور ابن حبان کا طریق ہے۔ حالانکہ یہ ضعیف طریقہ ہے خصوصا" جب ان احادیث کے درمیان تطبیق ممکن ہو۔ ابن خزیمہ نے صحیح میں کہا یہ حدیث کہ وہ شخص قوم کی امامت نہ کروائے جو صرف اپنے لئے دعا کرے' اگر کوئی ایسا عمل کرتا ہے تو اس نے مقتدیوں کے ساتھ خیانت کی موضوع ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے لئے مخصوص دعا منقول ہے۔

اللھم باعد بینی وبین خطایای

امام ترمذی اور دیگر محدثین نے اسے حسن قرار دیا اور حدیث استفتاح (اللھم باعد) کے خلاف و معارض نہیں کیونکہ اسے اس پر محمول کیا جا سکتا ہے جو امام و مقتدی دونوں کے لئے (مشترکہ طور پر) مشروع نہ ہو۔

ابن حبان نے صحیح میں کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان ہے میں تم سے کسی کی مانند نہیں ہوں میں کھلایا پلایا جاتا ہوں۔ یہ دلالت کر رہا ہے کہ وہ تمام روایات باطل ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک بطن پر پتھر باندھنے کا تذکرہ ہے۔ یہاں حجز یعنی پتھر نہیں بلکہ تہہ بند کی طرف مراد ہے۔

کیونکہ اللہ عزوجل وصال کے روزوں کی صورت میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلاتا ہے تو عدم وصال کی صورت میں کیوں نہیں کھلائے گا۔ حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیٹ پر پتھر باندھنے پر مجبور ہوں حالانکہ پتھر بھوک کا ازالہ نہیں کر سکتا۔

انہوں نے اپنی کتاب الضعفاء میں ابو سفیان کے حالات میں کہا کہ انہوں نے عبداللہ بن ابی سے نقل کیا کہ احد کے دن میرے سامنے کے دانت زخمی ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کے دانت لگوانے کی اجازت دی۔ اسی طرح انہوں نے یہ بھی روایت کیا کہ سونے والے یا باتیں کرنے والے کی طرف رخ کر کے نماز ادا نہ کرو۔

ابن حبان نے کہا یہ دونوں روایات موضوع ہیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح سونے کے دانت لگوانے کا حکم دے سکتے ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے

ان الذهب والحریر محرمان علی ذکور امتی — سونا اور ریشم میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔

اس طرح سونے والے کی طرف رخ کر کے نماز سے منع کیسے فرما سکتے ہیں جبکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرماتے حالانکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوتیں،

یہ گفتگو محل نظر ہے حافظ ذہبی نے ابن حبان کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا ان دونوں روایات پر موضوع کا حکم لگانا تمہاری رائے کے مطابق ہے۔ لیکن یہ محل نظر ہے خصوصاً سونے کے دانت لگوانے کا معاملہ۔

رفع تعارض احادیث

حافظ فتح الدین بن سید الناس نے السیرۃ میں کہا۔ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔

وان اللہ احیاهما له فامنا به — اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ فرمایا اور وہ حضور ذات اقدس پر ایمان لائے۔

اور ایسی ہی بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے بارے میں بھی ہے اور یہ روایات اس کے مخالف ہیں جسے امام احمد نے حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی والدہ کے حوالے سے پوچھا تو فرمایا تیری والدہ دوزخ میں ہے میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سابقہ اہل کہاں ہیں؟ فرمایا کیا تو خوش ہے تیری والدہ میری والدہ کے ساتھ ہو؟ آگے چل کر لکھا بعض اہل علم نے ان روایات میں تطبیق دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات عالیہ میں وصال تک اضافہ و ترقی ہوتی رہی اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچنے کے قریب وقت تک خصوصی انعامات سے نوازا جاتا رہا تو ممکن ہے یہ درجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے حاصل نہ ہو لیکن بعد میں عطا کر دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا ان احادیث کے بعد ہو تو اب کوئی تعارض نہیں

امام سہیلی کا قول

امام ابوالقاسم سہیلی "الروض الانف" میں کہتے ہیں کہ ایک حدیث غریب مروی ہے لیکن ممکن ہے صحیح ہو میں نے اپنے جد ابوعمر احمد بن قاضی کے ہاتھ سے تحریری سند (جس میں مجہول راوی ہیں) میں پایا ذکر کیا کہ انہوں نے زاہد معوذ بن داؤد بن معوذ انہوں نے ابوزناد سے انہوں نے حضرت عروہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اپنے والدین کو زندہ کرنے کے لئے عرض کیا۔

فاحیاھما له فامنابه ثم اماتھما	تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ فرمایا وہ دونوں آپ پر ایمان لائے پھر انہیں اللہ تعالیٰ نے موت دے دی۔

اس کے بعد امام سہیلی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اس کی رحمت و

قدرت کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے اہل ہیں کہ وہ ان پر جس قدر چاہے اپنے فضل و کرم اور انعام سے مخصوص فرمائے۔(الروض الانف 1-113)

حدیث کی تائید

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تھا اگر تو ان کے ساتھ قبرستان تک چلی جاتی تو جنت نہ دیکھتی حتی کہ اسے تیرے والد کا دادا نہ دیکھ لے اس کے تحت امام سہیلی فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے" تیرے والد کا دادا فرمایا "تیرا دادا" نہیں فرمایا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والد گرامی کا تذکرہ نہیں فرمایا جس سے اس حدیث ضعیف کی تائید ہو جاتی ہے جس کا تذکرہ ہم نے پہلے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر ایمان لائے۔

جس حدیث کا ذکر امام سہیلی نے احیاء والدین کے سلسلے میں کیا ہے اسے ابن جوزی نے موضوعات میں شمار نہیں کیا بلکہ اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی۔

علامہ ناصرالدین بن منذر کا قول

علامہ ناصر الدین بن منذر نے "شرف المصطفیٰ" میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں بھی مردوں کو زندہ فرمایا کیونکہ حدیث میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کے لئے دعا سے منع فرما دیا۔

دعا الله ان یحی ابویه فاحیاهماله فامنابه وصلقا وماتامؤمنین

(تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والدین کے زندہ کرنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ انہیں زندہ فرما دیا حتی کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم پر ایمان لاتے ہوئے آپ کی تصدیق کی اور پھر حالت ایمان پر وہ فوت ہوئے۔

امام قرطبی نے تذکرہ میں حدیث احیاء والدہ از خطیب و ابن شاہین اور احیاء والدین از سہیلی نقل کرنے کے بعد فرمایا ان دونوں احادیث اور عدم اذن استغفار والی احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ ان کا زندہ کرنا معاملہ استغفار کے بعد کا ہے اس پر حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شاہد ہے جس میں حجتہ الوداع کا واقعہ (احیاء والدین) ہے اس لئے امام ابن شاہین نے اسے تمام سابقہ روایات کا ناسخ قرار دیا ہے۔

حافظ ابو خطاب بن دحیہ کا قول

ان کی رائے یہ ہے کہ حدیث احیاء موضوع ہے اور اس کی تردید قرآن مجید کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ولاالذین یموتون وھم کفار اور نہ وہ لوگ جو حالت کفر میں مرگئے (النساء 18)

دوسرے مقام پر فرمایا۔

فیمت وھو کافر (البقرہ 217) اور وہ فوت ہوا حالانکہ کافر تھا

تو جو شخص حالت کفر میں فوت ہوا دوبارہ زندہ ہونے کے بعد اسے ایمان نفع نہیں دے سکتا حتی کہ اگر موت کے فرشتوں وغیرہ کو دیکھنے کے بعد ایمان لاتا ہے۔ تو نافع نہیں تو دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان کس طرح نافع ہو سکتا ہے؟

تفسیر میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کاش مجھے معلوم ہو جائے میرے والدین کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ولاتسئل عن اصحاب الجحیم (البقرہ 119) اصحاب دوزخ کے بارے میں تم سے سوال نہ ہوگا

ابن دحیہ کا رد

امام قرطبی فرماتے ہیں ابن دحیہ نے جو کچھ کہا یہ محل نظر ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص میں وصال تک اضافہ ہوتا رہا اور یہ واقعہ (زندہ ہو کر ایمان لانا) ان چیزوں میں سے ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فضیلت و اکرام بخشا تو والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا عقلاً و شرعاً ہرگز ناممکن نہیں قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہو کر اپنے قاتل کے بارے میں بتانا موجود ہے اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ فرماتے اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی مقام ہے جب یہ تمام حقائق ہیں۔

فما یمتنع من ایمانهما بعد احیائهما زیادة فی کرامته وفضیلته

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و فضیلت میں ترقی کی وجہ ان کا زندہ ہو کر ایمان لانا کے لئے ممکن ہو سکتا ہے۔

اور پھر حدیث میں بھی موجود ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہوگی۔

سورج کا لوٹ کر آنا

پھر ان کا کہنا کہ جو کفر پر مرتا ہے الخ یہ اس حدیث کی بنا پر مردود ہے جس میں آیا کہ غائب ہونے کے بعد سورج کو اللہ تعالیٰ نے لوٹا دیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز ادا کی امام طحاوی نے اس کا ذکر کر کے فرمایا یہ حدیث ثابت ہے اگر رجوع شمس نافع نہ ہوتا اور نہ ہی وقت لوٹ کر آتا تو سورج لوٹانے کا فائدہ کیا؟ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانے کا معاملہ ہے۔

حضرت یونس کی قوم کی توبہ

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا ایمان اور توبہ اس وقت قبول

فرمائی جب وہ عذاب کے ساتھ متلبس ہو چکے تھے۔ اس مقام کی تفسیر میں یہی قول سب سے زیادہ محبوب و مختار ہے اور قرآن کا ظاہر بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

آیت کا صحیح مفہوم

رہا معاملہ آیت مبارکہ ولا تسئل الایۃ کا تو یہ ان کے ایمان لانے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الاخرۃ 17)

میں کہتا ہوں کہ یہ قرطبی کی نہایت عمدہ تحقیق ہے اور ان کا سورج کے لوٹنے سے تجدد وقت پر استدلال بہت ہی خوبصورت ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس پر اداء نماز کا حکم مرتب کیا ہے۔ ورنہ رجوع کا کیا فائدہ کیونکہ عصر کی قضا غروب کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔

اس سے زیادہ واضح استدلال

میرے سامنے اس سے بھی بڑھ کر واضح استدلال آرہا ہے تاریخ ابن عساکر میں حدیث ہے کہ اصحاب کہف آخری زمانے میں زندہ ہو کر حج کریں گے اور انہیں اس امت میں شمولیت کا شرف بھی حاصل ہو گا امام ابن مردویہ نے تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اصحاب الکہف اعوان المھدی — اصحاب کہف امام مہدی کے معاون بنیں گے

یہاں اصحاب کہف کے دوبارہ زندہ ہو کر عمل کرنے کا اعتبار کیا گیا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مقرر کی پھر اس کے پوری ہونے سے پہلے انہیں موت دیدی پھر انہیں بقیہ عمر کی تکمیل کے لئے دوبارہ زندہ فرمایا اور وہ اس میں ایمان لائے لہذا اس کا اعتبار کیا جائے گا اس بقیہ مدت کے درمیان فاصلہ حصول ایمان کے لئے ہو اور یہ تمام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام و فضیلت میں سے ہے جیسا کہ اصحاب کہف کے لئے اس قدر مدت کی تاخیر بھی ان کے اعزاز کے لئے ہے تاکہ وہ اس امت میں شمولیت کا شرف پا سکیں۔

سوال کا جواب

اگر کوئی کہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فاذاجاء اجلهم لایستاخرون ساعه ولایستقدمون (الفاطر 34)

(جب ان کا وقت مقرر آئے گا تو وہ اس سے ایک گھڑی پیچھے ہو سکتے ہیں اور نہ ہی پہلے ہو سکتے ہیں۔)

اس کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ اس آیت میں عمومی مدت کا اصول بیان ہوا ہے اللہ تعالیٰ جسے زندہ رکھنا چاہے وہ اسے مخصوص فرما سکتا ہے جیسا کہ یہی معاملہ ہے جوزیر بحث ہے اسی طرح اصحاب کہف اور وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسی علیہ السلام کے ہاتھ پر زندہ فرمایا۔

پھر یہ بات جمہور کے اس قول پر ہے کہ عمر میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور اس پر میرے والد گرامی کا فتویٰ ہے لیکن دوسرے قول کے مطابق عمر میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ میرا مختار یہی ہے بلکہ میری اس پر مستقل کتاب ہے لہٰذا سوال "اصلاً" ہی ختم ہو گیا۔

امام صفدری کا قول

امام صفدی اور دیگر محدثین نے حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی آمد پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام فرمانے کا ذکر کرنے کے بعد کہا

هذا جزالام عن لرضاعه لكن جزا الله عنه عظيم

(یہ رضاعی ماں کا انعام ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے بڑھ کر جزا ہے۔)

وكذلك لرجو لن يكون لامه عن ذاك آمنه بلدارنعيم

(اس طرح امید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی والدہ سیدہ آمنہ کو جنت عطا ہوگی ۔ ۔ ۔ ۔

ويكون احياها الاله وآمنت بمحمد فحد يثها معلوم

(اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور حضور پر ایمان لائیں اور اس بارے حدیث مشہور ہے۔)

فلربما سعدت به ایضا کما سعدت به بعد الشفاء حلیم

(وہ بھی سعادت پائیں گے جیسا کہ حضرت شفاء کے بعد سیدہ حلیمہ نے پائی)

حافظ شمس الدین دمشقی کے اشعار

انہوں نے "مورد الصادی فی مولد الهادی" میں حدیث احیاء ذکر کرنے کے بعد کہا

حبا الله النبی مزید فضل علی فضل دکان به رؤوفا

(اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر فضل در فضل فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہایت ہی مہربان ہے)

فاحیاء امه وکذاباه لایمان به فضلا لطیفا

(آپ کی والدہ اور والد دونوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے زندہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیسا لطف فرمایا)

فسلم فالقدیم هذا قدیر وان کان الحدیث به ضعیفا

(اے مخاطب اسے مان لے وہ قدیم ذات اس پر قادر ہے اگرچہ اس معاملہ میں وارد حدیث ضعیف ہے)

دیکھا انہوں نے بھی حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ نہ کہ موضوع اور یہ حفاظ حدیث میں سے شمار ہوتے ہیں۔

حافظ ابن حجر کا فتویٰ

مجھے ایک فاضل نے بتایا کہ میں نے حافظ ابن حجر کا اس سلسلہ میں فتویٰ پڑھا ہے جس میں انہوں نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ شرف و فضل میں بڑھتے رہے۔ الخ مگر میں نے اب تک فتویٰ نہیں دیکھا۔

خاتمہ

ابن جوزی نے اپنی کتاب "الموضوعات" میں بہت تساہل و تسامح سے کام لیا ہے اس پر متعدد آئمہ نے تصریح کی ہے۔

1- ابن صلاح نے علوم الحدیث میں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس دور میں دو جلدوں پر مشتمل کتاب الموضوعات میں بہت سی ایسی احادیث کو موضوع قرار دے دیا گیا جن کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں بلکہ حق یہ تھا کہ انہیں احادیث ضعیفہ میں شامل کر دیا جاتا۔(علوم الحدیث بحث معرفۃ الموضوع)

2-امام نووی نے التقریب میں فرمایا دو جلدوں میں موضوعات جمع کرنے والے نے دلیل نہ ہونے کے باوجود بہت سی احادیث کو موضوع کہہ دیا ہے ہاں وہ ضعیف ہیں۔(التقریب مع التدریب 1-278)

3-حافظ زین الدین عراقی نے الفیہ میں فرمایا

واکثر الجامع فیہ اذ خرج

لمطلق الضعیف عنی ابا الفرج

(شیخ ابوالفرج ابن جوزی نے مطلق ضعیف احادیث کو بھی موضوعات میں جمع کر دیا ہے)

(الفیہ للعراقی بحث الموضوع)

4-قاضی القضاۃ بدرالدین بن جماعہ نے "المنہل الروی" میں کہا شیخ ابوالفرج ابن جوزی نے موضوعات پر کتب لکھی جس میں انہوں نے بہت سی ایسی احادیث کو ضعیف قرار دیدیا جن کے ضعف پر کوئی دلیل نہیں۔

5-شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی نے "محاسن الاصطلاح" میں یہی بات کہی ہے

متاخرین کا کسی حدیث کو موضوع قرار دینا نہایت مشکل ہے۔

حافظ صلاح الدین علائی فرماتے ہیں متاخرین کا کسی حدیث کو موضوع قرار دینا بہت ہی دشوار ہے کیونکہ یہ کام تب ہی ہو سکتا ہے جب اس حدیث کے تمام طرق جمع کر لئے جائیں اور کثرت مطالعہ سے واضح ہو جائے کہ اس متن حدیث کی فقط یہی ایک سند ہے اس میں فلاں راوی یقیناً متہم یا کذاب ہے اس کے علاوہ میں بھی متعدد قرائن کا ثبوت جن کا ہونا ایک معتبر حافظ حدیث کے لئے ضروری ہے تاکہ اس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگا سکے۔ اس لئے اہل علم نے ابوالفرج ابن جوزی کی کتاب

الموضوعات پر سخت تنقید کی ہے۔ کیونکہ انہوں نے غیر موضوع احادیث کو بھی موضوع قرار دیدیا ہے۔ اور ان کے بعد ایسے لوگ آئے جنہیں فن حدیث میں مہارت نہ تھی تو انہوں نے ابن جوزی کی تقلید کرتے ہوئے ان احادیث کو موضوع ہی سمجھا اس سے بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔

یہ طریقہ متقدمین آئمہ کا نہ تھا

لیکن متقدمین آئمہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس علم اور اس کے لفظ میں تبحر اور وسعت عطا کی تھی انہوں نے ایسا نہیں کیا مثلاً" امام شعبہ' قطان' ابن مہدی وغیرہ پھر ان کے تلامذہ مثلاً" امام احمد' ابن مدینی' ابن معین' ابن راہویہ اور ایک پوری جماعت پھر ان کے تلامذہ امام بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی اس طرح آگے امام دار قطنی اور بیہقی کے دور تک آ جائیے۔ ان کے بعد نہ تو کوئی ان کے برابر ہوا اور نہ ہم مثل تو اگر ان متقدمین کے کلام میں کسی روایت پر موضوع کا حکم ہے تو اس پر اعتماد کیا جائے گا کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے خصوصی فضل سے نوازا ہے۔ اور اگر ان کا آپس میں اس معاملہ میں اختلاف ہو تو پھر ترجیح کی طرف رجوع ہو گا۔(فتح المغیث 1-237)

امام زرکشی نے اس گفتگو کے بعد کہا متقدمین میں سے بعض نے کچھ احادیث کے بارے میں کہا ان کی کوئی اصل نہیں مگر تحقیق کے بعد اس کے خلاف ثابت ہوا اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ہے ہر صاحب علم پر علم والا ہوتا ہے۔

7- انہوں نے ابن صلاح کے قول (اس دور میں موضوعات جمع کرنے والے الخ) پر لکھا کہ ان کی مراد ابن جوزی ہے اور ان کا اعتراض بھی صحیح ہے کیونکہ جنہیں اس میں موضوع قرار دیا گیا ہے ان کے ضعف میں احتمال ہے ان کے ساتھ ترغیب و ترہیب میں استدلال کرنا درست ہے۔ بعض ان میں احادیث صحیح ہیں یا بعض آئمہ نے انہیں صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً" حدیث نماز تسبیح

8- امام محب طبری کہتے ہیں نماز تسبیح والی حدیث کو ابن جوزی کا موضوعات میں شامل کرنا غلط ہے یہ موضوع نہیں حفاظ حدیث نے اسے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے اس

طرح فرائض کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے والی حدیث کو ابن جوزی نے موضوع کہا حالانکہ اسے امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ شرائط صحیح کے مطابق روایت کیا ہے۔ حافظ مزی نے کہا ابن جوزی کا اسے موضوعات میں شمار کرنا نہایت برا ہے اس طرح کی متعدد مثالیں اس کتاب سے دی جا سکتی ہیں۔

باقی محدثین کے قول "یہ حدیث صحیح نہیں" اور "یہ موضوع ہے" کے درمیان بہت فرق ہے کیونکہ کسی حدیث کا موضوع ہونے کا معنی کذب وافتراء ہوتا ہے جبکہ عدم صحت سے اثبات عدم لازم نہیں آتا یہ تو عدم ثبوت کی خبر ہوتی ہے ان دونوں معاملوں میں فرق ہے ممکن ہے وہ کسی دوسری سند سے ثابت ہو۔

دوسرے مقام پر

ایک اور مقام پر امام زرکشی کہتے ہیں: بعض لوگوں نے معروف بالوضع راوی کی وجہ سے متعدد احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ اور یہی طریقہ ابن جوزی کا الموضوعات میں ہے لیکن یہ طریقہ صحیح نہیں کیونکہ کسی راوی کے معروف بالوضع ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس کی تمام مرویات موضوع ہیں درست رائے یہ ہے کہ انہیں ضعیف کہا جائے نہ کہ خواہ مخواہ موضوع' آگے چل کر لکھا قاضی ابوالفرج النہروانی نے "المجلیس الصالح" میں کہا محدثین میں سے کچھ اور بہت سے ایسے لوگ جن کا اس فن میں مطالعہ نہیں یہ کہتے ہیں کہ جس حدیث کے راوی میں کوئی ضعف ہو وہ باطل ہے اور اس کا انکار کرنا لازم ہے حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے بلکہ اگر راوی اپنی روایات میں معروف بالکذب بھی ہو اور وہ کسی حدیث کو متفرداً" روایت کرے تو وہ حق بھی ہو سکتی ہے اور باطل بھی لہٰذا وہاں اس کو صحیح قرار دینے میں توقف و تحقیق سے کام لیا جائے گا لیکن قطعی طور پر کسی راوی کو کاذب قرار دینا اور اس کی ہر روایت کو کاذب کہنا درست نہیں اس کے تحت زرکشی لکھتے ہیں شیخ عبدالغنی بن سعید کی کتاب "ادب الحدیث" میں ہے جس نے مجھ سے روایت سنی اور اس کی تکذیب کی اس نے تین کی تکذیب کی اللہ' کی اس کے رسول کی اور اسے نقل کرنے والے کی۔

۔حافظ ابن حجر النکت علی ابن صلاح میں رقمطراز ہیں حافظ علائی کہتے ہیں ابن جوزی کو مرض لاحق ہو گیا کہ وہ احادیث کو موضوع قرار دینے میں وسیع ذہن رکھتے ہیں کیونکہ اس پر ان کے پاس دلیل راویوں کا ضعیف ہونا ہے پھر فرماتے ہیں انہوں نے ان آئمہ اعتماد کیا جنہوں نے بعض ساقط اور متفقہ راویوں کی وجہ سے بعض احادیث کو موضوع کہا حالانکہ ان کے کلام میں اس قید کا اعتبار کرنا ضروری تھا کہ وہ متن صرف اس سند سے مروی کیونکہ ممکن ہے وہ متن کسی اور سند سے بھی مروی ہو اور مصنف اس پر مطلع نہ ہو یا بوقت تصنیف وہ مستحضر نہ ہو تو اس عبارت آئمہ سے انہیں مغالطہ ہو گیا جس وجہ سے انہوں نے اپنی کتاب میں منکر و ضعیف کو شامل کر دیا جن سے ترغیب و ترہیب میں استدلال ہو سکتا ہے۔ بہت کم ہیں مگر حسن احادیث کو بھی موضوع قرار دیا مثلاً نماز تسبیح والی حدیث' فرض نماز کے بعد آیت الکرسی کی تلاوت بلکہ یہ حدیث تو صحیح ہے اسے امام نسائی نے روایت کیا اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ابن جوزی کی کتاب میں اس قسم کی احادیث بہت کم ہیں ہاں مطلق ضعیف کو بہت زیادہ موضوعات میں شامل کیا ہے۔ میں نے اس پر مستقل کتاب لکھی ہے۔

حافظ ابن جوزی کے بعد جو بھی حافظ حدیث آیا اس نے ان کی بعض روایات پر تعاقب ضرور کیا۔

تعاقب ورد ابن جوزی میں حافظ ابن حجر کی متعدد تصانیف ہیں مثلاً "القول المسدد فی الذب عن مسند احمد" اس میں ان چوبیس احادیث کا تذکرہ ہے جو مسند احمد کی ہیں اور انہیں ابن جوزی نے موضوع کہا حافظ نے بہت خوبصورتی سے ابن جوزی کے اعتراضات کا ازالہ کر کے ثابت کر دیا کہ یہ موضوع نہیں ابتداء کلام میں لکھتے ہیں۔

ہم پہلے بطریق اجمال جواب دیں گے کیونکہ ان میں سے کوئی حدیث ایسی نہیں جس میں احکام مثلاً" حلال و حرام کا بیان ہو اور غیر احکامی احادیث میں تساہل کا ہونا معروف ہے۔

پھر فرمایا امام احمد اور دیگر آئمہ کا ارشاد ہے جب ہم حلال و حرام کے حوالے سے

حدیث نقل کرتے ہیں تو شدت اختیار کرتے ہیں لیکن جب فضائل وغیرہ سے متعلق روایت ہو تو ہم وہ شدت اختیار نہیں کرتے۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وصلی اللّٰہ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین وحسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولٰی ونعم المصیر

آخر میں ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نفع دے اور ہمیں ہر اس عمل کی توفیق دے جو اسے محبوب و پسند ہے۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں صحیح عقیدہ

تصنیف
امام جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ و تحقیق
مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز، لاہور

نام کتاب	السبل الجلیلة فی الآباء العلیة
مصنف	امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)
ترجمہ کا نام	والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ
مترجم	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	علامہ محمد فاروق قادری
پروف ریڈنگ	حافظ ابوسفیان نقشبندی
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
اشاعت اول	۱۹۹۹ء
اشاعت دوم	۲۰۱۲ء

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اہل سنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، اسلامیہ سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048.

انتساب

حضرت العلام مولانا علامہ محمد رشید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

۱- جو طلبہ کو کتاب تک ہی محدود نہ رکھتے بلکہ انہیں معاشرتی انسان بنانے کی بھرپور کوشش کرتے۔

۲- وہ سیاست کو دین سے جدا نہیں بلکہ اس کے تابع تصور کرتے۔

۳- معاملات کو بڑا واضح و صاف رکھنا ان کا طرۂ امتیاز تھا۔

محمد خان قادری

السُّبُل الجَلِيَّة
في
الآباءِ العَلِيَّة

للشيخ العلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي
المتوفى سنة ٩١١هـ/ ١٥٠٥م

حققه وشرحه وعلق عليه
الدكتور محمد عز الدين السعيدي

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

یہ چھٹا رسالہ ہے جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں لکھا ہے۔ وہ ناجی ہیں اور وہ روز قیامت نجات سے بہرہ ور ہو کر جنت میں داخل ہوں گے' جیسا کہ جماعت آئمہ کا موقف ہے' ہاں اس کے ثبات میں انہوں نے مختلف طرق اور راہوں کو اپنایا ہے۔

سبیل اول

انہیں دین کی دعوت ہی نہیں پہنچی کیونکہ وہ اس زمانہ جاہلیت میں تھے جس میں تمام روئے زمین پر جہالت کی تاریکی تھی اور اس میں کوئی دعوت توحید دینے والا تھا ہی نہیں' خصوصاً ان کا وصال تو جوانی میں ہوا' حافظ صلاح الدین علائی کہتے ہیں یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی کی عمر وصال کے وقت اٹھارہ سال تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا وصال تقریباً" بیس سال کی عمر میں ہوا۔ اس عمر کے ایسے دور میں مطلوب (منزل) کی تلاش کہاں ہوتی ہے اور جس شخص کو دعوت نہ پہنچی ہو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ دوزخ سے نجات پائے گا اسے عذاب نہ ہو گا' بلکہ وہ جنتی ہو گا' یہ ہمارا مسلک ہے اور اس بارے میں ہمارے آئمہ شوافع کو فقہ میں اور اشاعرہ کو اصول میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس پر ہمارے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے الام اور المختصر میں تصریح کی ہے' باقی تمام اصحاب نے ان کی اتباع کی ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں اس پر انہوں نے متعدد آیات سے استدلال کیا ہے مثلاً اللہ تعالی کا مبارک فرمان ہے۔

و ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء' ۱۵)	اور ہم نہیں عذاب دیتے یہاں تک کہ رسول بھیج لیں۔

یہ ایک فقہی مسئلہ ہے جو کتب فقہ میں بیان ہوا ہے۔ اور یہ اس قاعدہ اصولیہ کی

فرع ہے جس پر ہمارے آئمہ اشاعرہ کا اتفاق ہے اس کا نام شکر منعم کا قاعدہ ہے کہ منعم کا شکر شریعت کی بنا پر لازم ہے نہ کہ عقل کی بنا پر اور اس قاعدہ کا مدار یہ قاعدہ کلامیہ ہے جسے حسن وقبح عقلی کا نام دیا جاتا ہے ....

اشاعرہ نے بالاتفاق اس کا انکار کیا ہے جیسا کہ کتب کلام و اصول میں مشہور ہے متعدد آئمہ نے ان دونوں قواعد کی تفصیل، ان سے استدلال اور اس میں مخالفت کرنے والوں کے جواب میں تفصیلی بحثیں کیں ہیں خصوصاً امام الحرمین نے البرہان، غزالی نے المستصفی اور منخول میں الکیاہراسی نے اس کے حواشی میں، امام فخر الدین رازی نے المحصول میں ابن سمعانی نے القواطع میں، قاضی ابوبکر باقلانی نے التقریب میں اور دیگر کثیر علماء نے اس مسئلہ پر لکھا ہے۔

غافل مکلف نہیں ہوتا

جس شخص کو دعوت دین نہیں پہنچی اس مسئلہ کا تعلق ایک اور قاعدہ اصولیہ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ غافل مکلف نہیں ہوتا اصول میں اس پر بحث ہے اور اس پر اللہ تعالی کے اس اس ارشاد گرامی سے استدلال کیا ہے۔

ذلک ان لم یکن ربک مھلک القری بظلم واھلھا غافلون (الانعام ۱۳۱)

یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

جنہیں دعوت نہیں پہنچی ان کے بارے میں اہل علم کی مختلف تعبیرات ہیں لیکن ان میں سے احسن یہ ہے کہ وہ صاحب نجات ہیں اور اسی کو امام سبکی نے پسند فرمایا ہے بعض نے کہا ایسے لوگ فترت پر ہوتے ہیں، بعض نے کہا یہ مسلمان قرار پاتے ہیں، امام غزالی کہتے ہیں ایسے لوگ مسلمان کے حکم میں ہوتے ہیں۔

علماء کی ایک جماعت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں اسی راہ کو اپناتے ہوئے فرمایا انہیں دعوت دین ہی نہیں پہنچی، سبط ابن جوزی نے مراۃ

الزمان میں اور دیگر اہل علم نے اسے نقل کیا ہے' امام ابی نے شرح مسلم میں اسی قول کو اختیار کیا' ہمارے استاذ شیخ الاسلام شرف الدین مناوی بھی اسی پر اعتماد کرتے ہوئے اس پر یہ فتویٰ دیا کرتے۔

سبیل ثانی

یہ دونوں اہل کثرت سے ہیں اور اہل فترت کے بارے میں احادیث وارد ہیں جن میں ہے کہ ان کا معاملہ قیامت تک موقوف رہے گا اور پھر روز قیامت ان کا امتحان ہو گا جس نے وہاں اطاعت اختیار کر لی وہ جنت میں اور جس نے نافرمانی کی وہ دوزخ میں چلا جائے گا' احادیث تو اس بارے میں متعدد ہیں مگر ان میں سے تین کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔

۱۔ مسند احمد میں حضرت اسود بن سریع اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں اس کو صحیح قرار دیا۔ (مسند احمد' ۴' ۲۰۲)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً" ہے اور یہ حکم مرفوع میں ہو گی کیونکہ ایسی بات وہ اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے۔ اسے امام ابن عبدالرزاق' ابن جریر' ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے اپنی اپنی تفاسیر میں ذکر کیا اور اس کی سند بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔ (جامع البیان' ۹' ۷۰)

۳۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً" روایت ہے اسے امام بزار اور حاکم نے مستدرک میں نقل کیا اور کہا یہ بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے' ذہبی نے مختصر میں حاکم کے حکم کو قائم رکھا۔ (المستدرک' ۴' ۴۹۶)

۴۔ امام بزار ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً" اور ابن ابی حاتم نے اسے موقوفاً" روایت کیا اور یہ مرفوع کے حکم میں ہے

اس کی سند میں عطیہ عوفی ہیں اور ان میں ضعف ہے مگر ترمذی نے ان کی حدیث کو حسن کہا، خصوصاً" جب اس کا کوئی شاہد ہو اور مذکورہ حدیث پر تو متعدد شواہد ہیں جیسا کہ تم نے ملاحظہ کیا۔

۵ ۔ پانچویں حدیث کو بزار اور ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مرفوعاً" روایت کیا اور اس کی سند ضعیف ہے۔

۶ ۔ چھٹی حدیث کو طبرانی اور ابو نعیم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے مرفوعاً" روایت کیا اور اس کی سند بھی ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر کا قول

ان میں سے پہلی تین احادیث صحیح اور عمدہ ہیں، حافظ عصر ابو الفضل ابن حجر نے بعض لوگوں سے اس طریق کو نقل کیا اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فترت میں فوت شدہ تمام آباء کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ روز قیامت امتحان کے وقت وہ اطاعت کریں گے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے اس عمل سے خوشی نصیب ہو۔

حافظ ابن کثیر کا قول

حافظ عماد الدین بن کثیر اہل فترت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں امتحان کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ان میں سے بعض طاعت کریں گے اور بعض نہیں کریں گے ۔ مگر انہوں نے یہ نہیں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین کے بارے میں ظن یہ ہے کہ وہ اطاعت ہی کریں گے۔

(السیرۃ النبویہ ا۔۲۳۹)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں بلاشک یہ حسن ظن اس لئے ہے کہ اللہ تعالی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے انہیں

طاعت میں توفیق عطا کرے گا جیسا کہ تمام رازی نے فوائد میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

میں اپنے والد کی شفاعت کروں گا

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند ضعیف کے ساتھ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اذاکان یوم القیامۃ شفعت لابی (ذخائر العقبیٰ ۷)

روز قیامت میں اپنے والد گرامی کی شفاعت کروں گا۔

امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کر کے اسے صحیح قرار دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔

ماسالتهما ربی فیعطینی فیهما وانی لقائم یومئذ المقام المحمود (المستدرک ۲:۳۹۶)

میں نے اپنے رب سے ان کے لئے مانگا تو اس نے مجھے عطا فرمایا اور میں روز قیامت مقام محمود پر کھڑا ہوں گا۔

اس میں واضح طور پر یہ اشارہ ہے کہ اس موقعہ پر ان کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت مقبول ہو گی اور انہیں امتحان کے وقت طاعت کی توفیق عطا کر دی جائے گی۔

اہل بیت دوزخ میں نہیں جائیں گے

اس کے ساتھ اس روایت کو ملاؤ جسے امام ابوسعید نے شرف النبوۃ وغیرہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

سألت ربی ان لایدخل فی النار احدٌ من اہل بیتی

میں نے اپنے رب سے عرض کی کہ میری اہل بیت میں سے وہ کسی کو دوزخ

فاعطانی ذلک — میں داخل نہ فرمائے تو اس نے مجھے یہ عطا کر دیا۔

اسے امام محب طبری نے (ذخائر العقبی ۲۹) میں بھی نقل کیا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی (الضحیٰ ۵) — اور عنقریب عطا کرے گا آپ کا رب کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

کی تفسیر کے تحت ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

من رضی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لایدخل احدا من اہل بیتہ النار (جامع البیان ۱۵: ۲۹۲) — حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا و خوشی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔

یہ تمام احادیث ایک دوسری کو تقویت دے رہی ہیں کیونکہ حدیث ضعیف کی جب اسناد زیادہ ہوں تو اس سے قوت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ اصول حدیث میں مسلم ہے ان میں سے سب سے زیادہ قابل توجہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے کیونکہ اسے امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ (المستدرک ۲: ۲۹۶)

کیا دونوں میں فرق ہے؟

پہلے اور دوسرے طریق میں فرق ہے جیسا کہ میں نے یہاں اور بڑی کتاب میں ذکر کیا ہے کیونکہ پہلے طریق کا تقاضا یہ ہے کہ جن لوگوں کو دعوت نہیں پہنچی ان کی نجات اور دخول جنت بغیر امتحان کے یقینی ہے۔ بعض لوگوں نے انہیں مترادف ہی قرار دیا ہے جیسا کہ میں نے مسالک الحنفاء الدرج المنیفۃ اور المقامۃ السندسیہ میں کہا ہے اور یہی بات تحقیق کے زیادہ قریب ہے۔ اب پہلے طریق والوں کے قول کہ

"وہ نجات پانے والے ہیں" کا مفہوم یہ ہو گا کہ ہر حال میں نہیں بلکہ امتحان کے بعد نجات ہو گی۔ ان کے قول "انہیں عذاب نہ ہو گا" یعنی ابتداءً نہ ہو گا جیسا کہ معاند کو ہو گا بلکہ ان کا امتحان ہو گا اور آخرت میں ان کا امتحان ایسے ہی ہو گا جیسے دنیا میں انبیاء کی بعثت کی وجہ سے لوگوں کا امتحان ہوتا ہے اور ان کا آخرت میں نافرمانی کرنا ایسا ہی ہو گا جیسے لوگوں نے دنیا میں نافرمانی کی ہو گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استنباط سے تائید

اس کی تائید حدیث اہل فترت کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس استدلال سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اس آیت مبارکہ کے آخر میں کہا جس آیت سے آئمہ امت نے بعثت سے پہلے لوگوں سے عذاب کی نفی کی ہے' اس روایت کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

امام عبدالرزاق نے تفسیر میں' ابن جریر' ابن ابی حاتم اور ابن المنذر ان تینوں نے عبدالرزاق سے انہوں نے معمر سے انہوں نے ابن طاؤس سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اہل فترت معتوہ' گونگے بہرے اور ان بوڑھوں کو لائیں گے جنہوں نے اسلام نہ پایا ہو گا پھر ان کی طرف وہ پیغام بھیجے گا کہ تم آگ میں داخل ہو جاؤ وہ کہیں گے کیوں ہمارے پاس تو تیرے رسول نہیں آئے؟ فرماتے ہیں اللہ کی قسم اگر وہ داخل ہو جاتے تو وہ اسے ٹھنڈا اور سراپا سلامتی پاتے پھر ان کی طرف اللہ تعالیٰ رسول کو بھیجے گا تو ان کی اطاعت ان میں سے وہی کرے گا جسے توفیق نصیب ہو گی اس کے بعد فرمانے لگے اگر تم چاہو تو اس آیت مبارکہ کی تلاوت کر لو۔

وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء' ۱۵)
اور ہم نہیں عذاب دیتے یہاں تک کہ ہم رسول بھیج لیں۔

تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت مبارکہ میں رسول دنیا کے علاوہ

رسول آخرت بھی مراد لیا ہے۔

اور ان کے اس فہم عظیم پر کون سا تعجب و انکار ہے؟

(جامع البیان ۹، ۱۷)

مخالف روایات کا جواب

ان دونوں طریقوں کو مان لینے کے بعد والدین کے مخالف احادیث کا جواب یہ ہو گا کہ وہ مذکورہ آیات اور احادیث کے نزول و ورود سے پہلے کی ہیں جیسا کہ ان احادیث کا جواب دیا جاتا ہے جن میں ہے کہ مشرکین کے بچے دوزخ میں جائیں گے کہ یہ روایات اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے پہلے کی ہیں۔

ولاتزروازرۃ وزراخری (الاسراء، ۱۵)
کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

آئمہ مالکیہ کا جواب

بعض آئمہ مالکیہ نے والدین کے مخالف احادیث کا جواب یہ دیا ہے۔

انھا اخبار احاد فلا تعارض القاطع وھو قولہ تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا

یہ روایات اخبار احاد میں ان کا قطعی دلیل سے مقابلہ نہیں ہو سکتا اور وہ اللہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں۔

اور اسی طرح کی دیگر آیات کے بھی یہ روایات خلاف ہیں۔

میں اس میں یہ اضافہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ان مخالف روایات میں سے اکثر ضعیف الاسناد ہیں اور جو صحیح ہیں وہ تاویل قبول کر لیتی ہیں۔

سبیل ثالث

اللہ تعالیٰ نے والدین کو زندہ فرمایا اور دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے' یہ راستہ کثیر آئمہ اور حفاظ حدیث نے اپنایا ہے اس پر انہوں نے ایک حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی سند ضعیف ہے۔

ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کر دیا ہے حالانکہ وہ موضوع نہیں۔

۱۔ امام ابن صلاح نے علوم الحدیث میں اور دیگر ان کے تابعین نے تصریح کی ہے کہ ابن جوزی نے الموضوعات میں بہت تسامح سے کام لیا ہے' انہوں نے اس میں ایسی احادیث کو موضوع کہہ دیا جو موضوع نہیں بلکہ فقط ضعیف ہیں۔ ان میں بسا اوقات حسن یا صحیح بھی ہیں۔ (مقدمہ ابن صلاح '۱۳۱)

۲۔ حافظ زین الدین عراقی نے الفیہ میں فرمایا۔

واکثر الجامع فیہ اذ خرج
لمطلق الضعف عنی ابا الفرج

(ابوالفرج ابن جوزی نے بہت سی مطلق ضعیف احادیث کو موضوع کہہ دیا ہے)

(الفیہ مع فتح المغیث ۱:۲۳۴)

۳۔ شیخ الاسلام ابوالفضل حافظ ابن حجر نے ایک مکمل کتاب لکھی "القول المسدد فی الذب عن مسند احمد" اس میں انہوں نے ان احادیث مسند احمد کا ذکر کیا ہے جنہیں ابن جوزی نے موضوعات میں شامل کیا اور ان تمام سے ان کے اعتراضات کا خوبصورت ازالہ کرتے ہوئے واضح کیا کہ ان میں سے بعض فقط ضعیف ہیں۔ موضوع نہیں' ان میں سے بعض صحیح ہیں حد تو یہ ہے کہ ان میں سے ایک حدیث صحیح مسلم کی ہے' اس پر شیخ الاسلام نے فرمایا ابن جوزی سے شدید غفلت ہوئی ہے کہ انہوں نے اس حدیث پر وضع کا حکم نافذ کر دیا حالانکہ یہ صحیحین میں سے ایک کی حدیث ہے۔

۴ - ان کے شیخ حافظ عصر زین الدین عراقی نے بھی اس کا تعاقب ورد کیا ہے' میں نے شیخ الاسلام کی تصانیف کی فہرست میں دیکھا کہ انہوں نے مکمل کتاب "تعقبات علی موضوعات ابن جوزی" لکھی لیکن مجھے وہ نہیں ملی۔

۵ - خود میں نے بھی اس کی احادیث کا مطالعہ کیا تو ان میں سے بعض ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' مستدرک للحاکم اور دیگر معتمد کتب کی احادیث موجود پائیں تو میں نے اس پر مکمل کتاب "النکت البدیعات علی الموضوعات" لکھی جس میں ہر حدیث کے بارے میں ضعف' حسن اور صحت پر گفتگو کی ہے۔

ابن جوزی کی مخالفت

زیر بحث حدیث احیاء کے بارے میں کثیر آئمہ اور حفاظ حدیث نے ابن جوزی کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں بلکہ ضعیف کی ان اقسام میں سے ہے جسے فضائل و مناقب میں قبول کر لیا جاتا ہے۔

ان محدثین میں امام ابوبکر خطیب بغدادی' امام حافظ ابوالقاسم ابن عساکر' امام حافظ ابو حفص ابن شاہین' امام حافظ ابوالقاسم سہیلی' امام قرطبی' حافظ محب الدین طبری' علامہ ناصرالدین بن منیر دمشقی اور حافظ فتح الدین بن سید الناس ہیں۔ انہوں نے بعض اہل علم سے بھی نقل کیا' حافظ ابن صلاح نے یہی راہ اختیار کی ہے۔ حافظ شمس الدین بن ناصرالدین دمشقی نے تو یہ اشعار کہے ہیں۔

حبا الله مزیدفضل	علی فضل وکان به رؤوفا
فاحیاء امه وکناباه	لایمان به فضلا لطیفا
وسلم فالقدیم بذاقدیر	وان کان الحدیث به ضعیفا

(اللہ تعالیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خوب فضل ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہایت ہی مہربان ہے' اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ اور والد کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کیلئے زندہ فرمایا جو اس کا خصوصی کرم ہے' لوگوں تسلیم کر لو اللہ تعالیٰ کی ذات اس پر قادر مطلق ہے اگرچہ اس

بارے میں حدیث ضعیف ہے۔)

مجھے ایک فاضل نے بتایا کہ میں نے شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کا تحریری فتویٰ اس بارے میں پڑھا ہے لیکن میں اس سے آگاہ نہ ہو سکا میں نے ان کا جو کلام دیکھا ہے اس کا تذکرہ میں نے سبیل ثانی میں کر دیا ہے۔

امام سہیلی کا قول

انہوں نے الروض الانف کی ابتداء میں حدیث احیاء نقل کی' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے اپنے والدین کے زندہ کرنے کے بارے میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر ایمان لائے اور پھر دوبارہ ان کا وصال ہوا اس کے بعد لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اس کی رحمت و قدرت میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اہل ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس بھی فضل' انعام اور بندگی سے نوازے (الروض الانف ۱:۱۱۳)

ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اگر تم ان کے ساتھ قبرستان تک چلی جاتیں تو جنت نہ دیکھتیں' حتیٰ کہ تیرے والد کا دادا اسے دیکھتے" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے والد کا دادا "یہ نہیں فرمایا "تیرے والد کے والد" یہ اس حدیث ضعیف کو تقویت دے رہی ہے جس کا ذکر ہم نے پہلے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔

(الروض الانف ۶ : ۲۵۹)

باوجود اس کے جس حدیث کا تذکرہ سہیلی نے کیا ہے' ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل نہیں کیا' ابن جوزی نے ایک اور سند سے دوسری حدیث ذکر کی ہے جس میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے زندہ ہونے کا تذکرہ ہے

اور اس میں واقعہ کی تفصیل کے الفاظ بھی حدیث سہیلی کے علاوہ ہیں' جو نشاندہی کرتا ہے کہ سہیلی والی روایت مستقل دوسری حدیث ہے۔

ان مذکورہ آئمہ نے حدیث احیاء کو مخالف روایات کے لئے ناسخ قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ ان سے بعد کا واقعہ ہے لہٰذا اس کے اور ان کے درمیان تعارض ہے ہی نہیں۔

امام قرطبی کی رائے

وصال تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات عالیہ اور فضائل میں مسلسل اضافہ و ترقی ہوتی رہی یہ (احیاء ابوین) ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے تو والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا نہ تو عقلاً محال ہے اور نہ شرعاً۔

قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے مقتول کا تذکرہ ہے جس نے زندہ ہو کر قاتل کے بارے میں خبر دی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں پر مردے زندہ ہوتے اس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ مقام حاصل ہے۔ (التذکرہ' ۱۷)

سبیل رابع

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین دین ابراہیم یعنی حنیفی تھے جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ان کے ہم مثل دور جاہلیت میں اسی دین پر تھے ابن جوزی نے تلقیح فہوم الاثر میں باقاعدہ ان لوگوں پر ایک باب قائم کیا ہے جنہوں نے دور جاہلیت میں عبادت بتوں سے انکار کر دیا اس میں پوری ایک جماعت کا تذکرہ ہے' ان میں زید بن عمرو قس بن ساعدہ' ورقہ بن نوفل' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرھم' اس مسلک کو امام فخرالدین رازی نے اپناتے ہوئے کہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام کے تمام آباء حضرت آدم تک توحید پر تھے' انہوں نے اپنی کتاب

اسرار التنزیل میں لکھا ہے کہ آزر، حضرت ابراہیم کے والد نہیں بلکہ ان کے چچا ہیں۔

اس مسلک پر دلائل

'جب یہ سارا کچھ ثابت ہے تو کون سی چیز رکاوٹ ہے ان کے زندہ ہو کر ایمان لانے میں، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت و عظمت میں اضافہ کی بناء پر ہوا (التذکرہ ۱۷)

اس پر متعدد دلائل دیئے گئے ہیں

۱۔ تمام انبیاء کے آباء کافر نہیں

ان میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ کسی نبی کا والد کافر نہیں اس پر یہ دلائل شاہد ہیں۔

۱۔ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے۔

الذی یرک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین (الشعراء ۲۱۸۔۲۱۹)

وہ ذات جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوقت قیام دیکھتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساجدین میں منتقل ہونے کو۔

منقول ہے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

پھر رازی کہتے ہیں اس مفہوم کے مطابق یہ آیت مبارکہ بتا رہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء مسلمان تھے، اب تو قطعی طور پر کہنا ہوگا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر نہیں تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس آیت "وتقلبک فی الساجدین" کے اور بھی معانی ہیں، لیکن جب ہر معنی کے بارے میں روایات ہیں اور ان کے درمیان منافات بھی نہیں تو آیت کو ان تمام معانی

پر محمول کر لیا جائے اور جب یہ مفہوم صحیح ٹھہرا تو واضح ہو گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بتوں کی پوجا کرنے والے نہ تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد مشرک نہ تھے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی شاہد ہے۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الی ارحام الطاہرات

میں ہمیشہ سے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم' ۱:۵۷)

اور اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے۔

انما المشرکین نجس

یقیناً تمام مشرک پلید ہیں۔

(التوبہ' ۲۸)

لہٰذا ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی اب و جد مشرک نہ ہو (یہ امام رازی کے اپنے الفاظ تھے)

مجھے اس پر عمومی اور خصوصی قوی دلائل سامنے آرہے ہیں۔

دلیل عام اور دو مقدمات

دلیل عام دو مقدمات پر مشتمل ہے۔

مقدمہ اول

پہلا مقدمہ یہ ہے کہ احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد اپنے اپنے دور کے تمام لوگوں سے افضل تھے مثلاً" حدیث بخاری ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی بعثت

مجھے اولاد آدم میں سب سے بہتر لوگوں میں سے مبعوث کیا گیا پھر ہر ہر دور میں

من القرن الذی کنت فیه — ایسا ہی ہوا حتی کہ میں اس خاندان میں آیا جس میں ہوں۔

(البخاری باب صفۃ النبی)

دوسرا مقدمہ

یہ بات بھی ثابت اور حقیقت ہے کہ زمین کبھی سات ایسے مسلمانوں سے خالی نہیں رہی جن کے سبب اللہ تعالی زمین والوں پر عذاب ٹالتا تھا۔

۱۔ امام عبدالرزاق نے مصنف میں، ابن منذر نے تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ (جو بخاری و مسلم کی شرائط پر ہے) حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا ہے۔

لم یزل علی وجہ الدہر فی الارض سبعۃ مسلمون فصاعدا فلولا ذلک ھلکت الارض ومن علیھا — روئے زمین پر ہمیشہ سے سات سے زائد مسلمان رہے ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو زمین اور اس پر بسنے والے برباد ہو جاتے۔

۲۔ امام احمد نے "الزھد" میں اور شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں سند صحیح (جو بخاری و مسلم کی شرائط پر ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نقل کیا۔

ماخلت الارض من بعد نوح من سبعۃ یرفع اللہ بھم عن اھل الارض — حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین ایسے سات افراد سے خالی نہیں رہی جن کے سبب اللہ زمین والوں پر عذاب دور کرتا ہے۔

ان دونوں مقدمات کو ملا لو تو وہی نتیجہ نکلے گا جو امام رازی نے فرمایا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں سے ہر ایک ہر زمانے میں ان سات افراد میں سے ہیں تو ہمارا دعوی ثابت اور اگر وہ غیر ہیں تو دو امور میں سے ایک ضرور لازم آئے گا۔

۱۔ یا تو دوسرے ان سے بہتر ہونگے تو یہ بات حدیث صحیح کی مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

۲۔ یا یہ مشرک ہونے کے باوجود بہتر ہونگے اور یہ بالاجماع باطل ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔

ولعبد مؤمن خیر من مشرک — اور مومن غلام مشرک سے بہتر ہے۔

(البقرہ، ۲۲۱)

تو لازماً ماننا پڑے گا کہ وہ توحید پر تھے تاکہ وہ ہر دور کے لوگوں سے افضل قرار پا سکیں۔

دلیل خاص

اس پر دلیل خاص یہ ہے کہ ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔

مابین نوح الی آدم من الاباء کانوا علی الاسلام — حضرت نوح سے لے کر حضرت آدم تک تمام آباء اسلام پر تھے۔

(الطبقات ۱، ۴۲)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن منذر، بزار نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

کان بین آدم ونوح عشرۃ قرون کلھم علی شریعۃ من الحق فاختلفوا فبعث اللہ النبیین — حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس قرون ہیں، تمام کے تمام شریعت حقہ پر تھے پھر لوگوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا۔

(المستدرک ۲: ۵۹۶)

اور فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءت اسی طرح ہے۔

کان الناس امۃ واحدۃ فاختلفوا — لوگ امت واحدہ تھے پھر انہوں نے اختلاف کیا۔

(البقرہ، ۲۱۳)

قرآن میں حضرت نوح علیہ السلام کی یہ دعا ہے۔

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا (نوح' ۲۸)

اے میرے رب مجھے معاف فرما دے میرے والدین کو اور جو بھی حالت ایمان میں میرے گھر داخل ہو جائے۔

حضرت سام بن نوح کا مومن ہونا تو نص قرآن اور اجماع سے ثابت ہے بلکہ بعض روایات کے مطابق یہ نبی ہیں۔ ان کے صاحبزادے ارفخشند کے ایمان پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت شاہد ہے جسے ابن عبدالحکم نے تاریخ مصر میں نقل کیا جس کے الفاظ ہیں۔

ادرک جده نوحا ودعاله ان یجعل الله الملک والنبوة فی ولده

انہوں نے اپنے جد حضرت نوح علیہ السلام کو پایا اور انہوں نے دعا کی اللہ ان کی اولاد میں حکومت اور نبوت عطا فرما۔

ابن سعد نے طبقات میں بطریق کلبی نقل کیا ہے لوگ بابل میں حضرت نوح علیہ السلام کے عہد تک اسلام پر رہے یہاں تک کہ نمرود حکمران بنا اس نے لوگوں کو بتوں کی عبادت کی طرف بلایا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آزر عہد نمرود میں ہوئے۔

(الطبقات' ۱'۴۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں فرمان مبارک ہے۔

واذقال ابراہیم لابیه وقومه اننی براء مما تعبدون الا الذی فطرنی فانه سیهدین وجعلها کلمة باقیة فی عقبه (الزخرف ۲۶ تا ۲۸)

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا میں بیزار ہوں تمہارے معبودوں سے سوا اس کے جس نے مجھے پیدا کیا کہ ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ دے گا' اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام

رکھا۔

عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس اور مجاہد سے اس فرمان باری تعالیٰ۔

وجعلها كلمة باقية في عقبه — اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھیا۔

کی تفسیر میں نقل کیا

لا اله الا الله باقية في عقب ابراہیم — حضرت ابراہیم کے بعد لا الہ الا اللہ باقی رہا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس فرمان باری تعالیٰ کے بارے میں مروی ہے۔

شهادة ان لا اله الا الله والتوحيد — اس سے مراد لا الہ الا اللہ کی شہادت اور توحید ہے۔

(جامع البیان ۳ ...

حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے ایسے لوگ ہمیشہ موجود رہے جو اس کلمہ توحید کے قائل تھے

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

واذقال ابراهيم رب اجعل هذا البلد آمنا واجنبني وبني ان نعبد الاصنام (ابراہیم ۳۵) — جب ابراہیم نے عرض کیا اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں بتوں کی پوجا سے محفوظ رکھنا۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد سے اس آیت کے تحت نقل کیا

فاستجاب الله لا براهيم دعوته في ولده فلم يعبد من ولده صنما بعد دعوته — اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد کے حق میں دعا قبول کی تو دعا کے بعد ان میں سے کسی نے بھی بت پرستی نہیں کی۔

(جامع البیان ۸، ۲۹۹)

امام ابن ابی حاتم نے نقل کیا کہ حضرت سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا

هل عبد احد من ولد اسماعيل الاصنام — کیا اولاد اسماعیل میں سے کسی نے بت پرستی کی؟

انہوں نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا۔

اجنبني وبني ان نعبد الاصنام — مجھے اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے محفوظ رکھنا۔

عرض کیا گیا اس میں حضرت اسحاق کی اولاد اور باقی سیدنا ابراہیم کی اولاد شامل ہو گی؟ فرمایا حضرت ابراہیم نے اس شہر کے اھل کے لئے دعا کی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں یہاں ٹھہرائے تو یہ بتوں کی پوجا نہ کریں تو عرض کیا

اجعل هذا البلد آمنا — اے اللہ اس شہر کو امن والا بنا۔

انہوں نے تمام شہروں کے لئے دعا نہیں کی تھی ان کی عرض تو یہ تھی۔

واجنبني وبني ان نعبد الاصنام — اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے بچا۔

اس میں انہوں نے اپنے اھل کو مخصوص کیا ہے اسی طرح عرض کیا

ربنا اني اسكنت من ذريتي بواد غير ذي زرع عند بيتك المحرم ربنا ليقيموا الصلوة — اے ہمارے پروردگار میں اپنی اولاد کو ٹھہرایا ہے اس وادی میں جو سبز بھی ہیں تیرے مقدس گھر کے پاس اے ہمارے پروردگار تاکہ یہ نماز قائم رکھیں۔

(ابراہیم' ۳۷)

امام ابن منذر نے ابن جریج کا اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

رب اجعلني مقيم الصلوة ومن ذريتي — اے میرے رب مجھے نماز قائم رکھنے والا بنا دے اور میری اولاد کو بھی۔

کے تحت یہ قول نقل کیا ہے۔

فلن یزال من ذریتہ ابراہیم ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں
ناس علی الفطرۃ یعبدون اللہ سے کچھ لوگ ہمیشہ فترت پر رہتے ہوئے
ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔

بخاری وغیرہ میں بہت سی صحیح احادیث اور علماء کے کثرت کے ساتھ اقوال بتاتے ہیں کہ عربوں میں سے کسی نے عہد ابراہیمی سے لے کر عہد عمرو بن عامر خزاعی تک کفر و شرک نہیں کیا۔ اس آدمی کو عمرو بن لحی بھی کہا جاتا ہے یہ پہلا شخص تھا جس نے بتوں کی عبادت کی اور دین ابراہیمی میں تبدیلی پیدا کی۔

شہرستانی کا قول

شیخ شہرستانی نے "الملل والنحل" میں کہا ہے عربوں میں دین ابراہیمی اور توحید شائع اور موجود تھی سب سے پہلے جس نے اسے بدلا اور بتوں کی عبادت شروع کی وہ عمرو بن لحی ہے۔

(کتاب الملل، ۲،۲۴۳)

سہیلی کی تحقیق

انہوں نے روض الانف میں لکھا جب خزاعہ کا بیت اللہ پر قبضہ ہوا اور انہوں نے بنو جرہم کو مکہ سے نکال دیا تو عربوں نے عمرو بن لحی کو رب مان لیا وہ جو ان کے لئے بدعت ایجاد کرتا اسے وہ شریعت سمجھ لیتے۔

(الروض الانف، ۱،۶۴)

تلبیہ میں اضافہ

ابن اسحاق کہتے ہیں یہ اولین شخص ہے جس نے حرم کعبہ میں بت داخل کئے اور لوگوں کو ان کی عبادت کی طرف ابھارا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے تلبیہ کے

الفاظ یہی تھے لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک

حتی کہ عمرو بن لحی کا دور آیا وہ تلبیہ کہنے لگا تو شیطان نے بھی بصورت بوڑھا اس کے ساتھ تلبیہ شروع کیا جب عمرو نے لبیک لاشریک لک کہا تو اس بوڑھے نے ان الفاظ کا اضافہ کیا تملکه وما یملک الاشریکا هولک' عمرو نے انکار کرتے ہوئے پوچھا یہ کیا؟ بوڑھا کہنے لگا۔ تملکه وما یملک

اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں تو عمرو نے تلبیہ میں یہ اضافہ کیا پھر عربوں نے یہ کلمات شروع کر دیئے۔

(الروض الانف' ۱'۴۲)

اور عمرو بن لحی کا دور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت کنانہ کے قریب ہے۔

ان کا تذکرہ خیر سے کرو

ابن حبیب نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نقل کیا کہ عدنان' معد' ربیعہ' مضر' خزیمہ اور اسد تمام کے تمام ملت ابراہیمی پر تھے ان کا تذکرہ خیر پر ہی کیا کرو۔

مضر کو برا نہ کہو

ابن سعد نے طبقات میں حضرت عبداللہ بن خالد سے مرسلا" ذکر کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لا تسبوا مضر فانه کان قد اسلم — مضر کو برا نہ کہا کرو وہ تو مسلمان تھے۔

(طبقات' ۱:۵۸)

ربیعہ اور مضر مومن تھے

سہیلی نے روض الانف میں کہا حدیث میں ہے کہ مضر اور ربیعہ کو برا نہ کہو۔

فانهما کانا مومنین — وہ دونوں صاحب ایمان تھے۔

(الروض الانف' ۸:۱)

الیاس بھی مومن تھے

زبیر بن بکار نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الیاس کو برا نہ کہو وہ مومن تھے۔

ان کے بارے یہ بھی منقول ہے۔

کان یسمع فی صلبه تلبیة النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم بالحج — ان کی پشت سے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حج کا تلبیہ سنا کرتے۔

(الروض الانف ۸:۱)

کعب بن لوی نے جمعہ کا اجتماع شروع کیا اس دن قریش وہاں جمع ہوتے وہ انہیں خطاب کرتے اور حضور کی بعثت کا ذکر کرتے اور بتاتے وہ میری اولاد میں سے ہیں' وہ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی تعلیم دیتے ان سے کچھ اشعار منقول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

یالیتنی شاهدا نجواء دعوته
اذا قریش تبغی الحق خذلانا

(کاش میں ان کی دعوت و اعلان کے وقت موجود ہوتا جب قریش حق کو مٹانے کی کوشش کریں گے)

(الاروض الانف' ۶:۱)

پھر سہیلی کہتے ہیں کہ ماوردی نے کتاب الاعلام میں یہ روایت حضرت کعب سے ذکر کی ہے۔

(علام النبوہ ۱۵۵')

میں کہتا ہوں اسے امام نعیم نے دلائل النبوہ میں بھی نقل کیا ہے۔

(دلائل النبوہ' ۹۰:۱)

تمام کے ایمان پر تصریحات

ہماری اس تمام گفتگو سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت کعب بن لوئی اور ان کے بیٹے مرۃ تک کے ایمان پر تو تصریحات موجود ہیں ہاں آ زر کے معاملہ میں اختلاف ہے اگر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ہیں تو پھر ان کا استثناء کر دیا جائے گا اور اگر وہ چچا ہیں جیسا کہ قول ہے تو پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد سے خارج ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام سلسلہ نسب محفوظ و مامون ہو گیا باقی رہا معاملہ مرۃ اور عبدالمطلب کے درمیان چار اجداد کا ان کے بارے میں مجھے کوئی تصریح نہیں ملی۔ *

عبدالمطلب کی وفات

عبدالمطلب میں اختلاف ہے۔ سہیلی نے روض الانف میں کہا حدیث صحیح میں آیا ہے ابوجہل اور ابن ابی امیہ نے ابوطالب کو کہا تو تم ملت عبدالمطلب سے اعراض کر رہے ہو تو انہوں نے کہا نہیں میں ان کی ملت پر ہی ہوں۔ یہ حدیث ظاہراً تقاضا کرتی ہے کہ عبدالمطلب کا انتقال شرک پر ہوا پھر لکھا میں نے مسعودی کی کتب میں عبدالمطلب کے بارے میں اختلاف پایا ہے ان کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ مسلمان فوت ہوئے کیونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے دلائل دیکھے اور ان پر واضح ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توحید کا پیغام لے کر ہی مبعوث ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم

(الروض ۱:۲۵۹)

لیکن مختار یہی ہے کہ انہیں اسلام کی دعوت نہیں پہنچی جیسا کہ بخاری کی حدیث بھی ہے۔

---

* نوٹ: ان چار کے تفصیلی حالات کے لئے بلوغ الارب از محمود شکری کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ قادری۔

امام حلیمی کی گفتگو

امام حلیمی نے شعب الایمان میں ذکر کیا مسلم کی حدیث ہے، میری امت میں چار چیزوں کو ترک نہیں کیا جائے گا ان میں سے حسب و نسب پر فخر کرنا ہے الحدیث۔

اس کے بعد یہ سوال اٹھایا کہ اگر اس کے مقابل وہ احادیث لائی جائیں جن میں خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان و نسب کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا بنو کنانہ، قریش اور بنو ہاشم کو اللہ تعالیٰ نے تمام پر فضیلت دی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ یہاں اس سے مراد فخر کرنا نہیں بلکہ ان لوگوں کے مراتب و درجات اور مقامات کا تذکرہ مقصود ہے جیسا کہ کوئی شخص کہے میرے والد مجتہد ہیں اس سے فخر مقصود نہیں بلکہ اپنے والد کا حال بیان کرنا مقصود ہے پھر فرمایا

قد یکون به الاشارة بنعمة علیه فی نفسه وآبائه علی وجه الشکر	اس میں اپنی ذات اور اپنے آباء پر ہونے والی اللہ تعالیٰ کی نوازشوں پر شکر بھی ہے۔

تو یہ فخر و تکبر ہرگز نہیں۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں اسے نقل کر کے اس کی تائید کی۔

(شعب الایمان، ۴: ۲۹۱)

حافظ شمس الدین کے اشعار

حافظ شمس الدین بن ناصرالدین دمشقی نے ان اشعار میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

تنقل احمد نوراعظیما تلألأ فی جباه الساجدینا
تقلب فیهم قرنا فقرنا الی ان جاء خیر المرسلینا

(نور احمدی عظیم نور کی صورت میں ساجدین کی پیشانیوں میں چمکتا رہا۔ اعلیٰ سے

اعلیٰ خاندانوں سے منتقل ہوتا ہوا خیر المرسلین کی صورت میں ظہور پذیر ہوا)

والدہ ماجدہ کے اشعار مبارکہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے حق میں جس طرف میلان ہونا چاہیے' اس کے بارے میں امام ابو نعیم نے سند ضعیف کے ساتھ ولائل النبوہ میں بطریق زہری انہوں نے ام سماعہ بنت ابی رھم سے' انہوں نے اپنی والدہ سے بیان کیا جس مرض میں سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا میں وہاں موجود تھی۔ ان دنوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف پانچ سال کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سر کے پاس تشریف فرما تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ کی طرف دیکھا اور یہ اشعار کہے

بارک فیک الله من غلام یابن الذی من حومنه الحمام

(اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے اس شخصیت کے بیٹے جس نے موت کے حملہ سے نجات پائی)

نجابعون الملک المنام فودی غداة الضرب بالسهام

(اللہ تعالیٰ مالک و علام کی مدد سے قرعہ اندازی کے دن ان کا فدیہ دیا گیا)

بمائة من ابل سوام ان صح مابصرت فی المنام

(سو قیمتی اونٹوں کے ساتھ تاکہ اس کی تعبیر ہو جائے جو خواب میں دیکھا)

فانت مبعوث الی الانام من عند ذی الجلال والاکرام

(آپ کو تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اللہ صاحب جلال و کمال کی طرف سے)

تبعث فی الحل والحرم تبعث بالتحقیق والاسلام

(آپ حرم و غیر حرم کے نبی ہی آپ کو اسلام اور حقائق دے کر بھیجا گیا ہے)

دین ابیک ابراھم فالله انهاک عن الاصنام

(آپ کے والد ابراہیم صالح کا دین ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت سے منع فرمایا ہے۔)

ان لاتوالیا مع الاقوام

اور تم اپنی امت کے ساتھ ان سے بچنا

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ نے فرمایا ہر زندہ مرنے والا ہے ہر جدید پرانا ہونے والا ہے' ہر صاحب کثرت فنا ہو جائے گا میں جا رہی ہوں لیکن میرا ذکر باقی ہے' میں نے خیر چھوڑی ہے اور پاکیزہ کو جنم دیا ہے اس کے بعد ان کا وصال ہو گیا۔

خاتمہ

امام ابوبکر کا فتویٰ

میرا دعویٰ یہ ہرگز نہیں کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے بلکہ یہ اختلافی ہے لیکن میں نے نجات کے اقوال ہی نقل کئے ہیں کیونکہ اس مقام کے مناسب وہی تھے' ہمارے شیخ کے والد شیخ کمال الدین شمنی کا بیان ہے' امام قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی سے اس شخص کے بارے میں سوال ہوا جو کہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد دوزخی ہیں تو انہوں نے فرمایا۔

انه ملعون لان الله تعالی یقول ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والاخرة (الاحزاب ۵۷)

وہ شخص لعنتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

پھر فرمایا

ولااذی اعظم من ان یقال عن ابیه انه فی النار

اس سے بڑھ کر کیا اذیت ہو سکتی ہے کہ یہ کہا جائے کہ ان کے والد دوزخی ہیں۔

ادب کیجئے

امام سہیلی نے روض الانف میں حدیث مسلم ذکر کی اور پھر کہا ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں ایسی بات کریں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے زندوں کو مردوں کی وجہ سے تکلیف نہ دیا کرو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ — بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو۔

پھر لکھا معمر بن راشد نے حدیث مسلم اور الفاظ سے نقل کی ہے اور پھر حدیث غریب ذکر کی جو ممکن ہے صحیح ہو پھر والدین کے زندہ ہونے والی روایت کا تذکرہ کیا۔

(الروض الانف ' ۱ ' ۱۰۳)

قاضی عیاض شفاء میں لکھتے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے منشی نے حضور صلی اللہ علیہ [illegible] وسلم کے والد کے بارے میں ایسے کلمات کہے تو اسے معزول کر دیا اور کہا آئندہ تم ہمارے لئے نہیں لکھو گے۔

(الشفاء ' ۲ ' ۹۹۸)

حلیہ ابونعیم میں بھی یہ روایت ہے شیخ ہروی کی ذم الکلام میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عمر نے یہ سنا تو سخت ناراض ہوئے اور اسے اپنے دیوان سے نکال دیا۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب
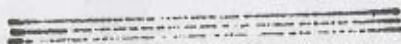
إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

پارہ ۲۲ سورۂ احزاب

تصحیح ابوالرشید محمد عبدالعزیز خطیب جامع مسجد ارائیاں لاہور

رسالہ متبرکہ

مسمّٰی بہ

ھدایۃ الغبی الیٰ اسلام آباء النبی

من تصنیف عالم اجل فاضل بے بدل مولانا مولوی عبدالغفار شاہ صاحب معسکر بنگلوری

میں بدلائل آیات شریفہ معہ استدلال مفسرین واحادیث لطیفہ ودلائل الخیرات و اقوال مذاہب اربعہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ حضور سرور دوجہان رسول انس وجان احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء شریفہ وامہات لطیفہ حضرت آدم وحوا علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام سے لیکر حضرت عبداللہ وآمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک سب کے سب موحد ومسلمان تھے۔ اور یہی عقیدہ ومسلک جمہور علماء اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اس رسالہ میں معترضین کے کل سوالات بعینہٖ نقل کر کے جوابات شافیہ بادلہ قویہ دیے ہیں۔ اہل عقیدت ومحبان رسول اکرم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے تحفہ نایاب ہے۔

ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ

ملنے کا پتہ:- صوفی احمد دین آرمی پریس ہسپتال روڈ لاہور

دیوان پرنٹنگ ورکس میں باہتمام بابو دیوان سنگھ پرنٹر طبع شد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سرور انبیاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام وامہات عظام حضرت آدم وحوا علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عبد اللہ وآمنہ تک مومن مسلمان تھے۔ یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب هو الله الملهم بالحق والصواب

حامدا للہ ومصلیا ومسلما علیٰ رسولہ وآلہٖ واصحابہٖ واتباعہ اجمعین۔

صورت مسئولہ مصدرہ میں جاننا چاہیئے۔ کہ سرور کائنات مفخر موجودات شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین احمد المجتبیٰ حضرت محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام وامہات عظام حضرت آدم وحوا علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عبد اللہ وآمنہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما تک مومن ومسلمان تھے یہی ہے۔ اعتقاد جمہور حنفیہ وشافعیہ ومالکیہ وحنبلیہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت عظمیٰ و خصوصیت کبرےٰ ثابت ہوتی ہے۔ اس پر آیات شریفہ واحادیث لطیفہ واقوال فقیہہ مبین وشاہد ہیں۔

فصل پہلی آیات شریفہ میں

جس سے سرور دوجہان کے تمام آباء کرام وامہات عظام کا مومن مسلمان ہونا ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ سورۂ شعراء میں فرماتا ہے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ؎ اور توکل کر اوپر غالب مہربان کے جو دیکھتا ہے۔ تجھ کو

؎ پارہ ۱۹ رکوع آخری سورہ شعراء (ابوالرشید نعمی غفرلہ)

جو وقت کہ اٹھتا ہے۔ تو اور پھرنا تیرا بیچ سجدہ کرنے والوں کے تحقیق وہ ہے سننے والا اور جاننے والا
اس آیت کے معنوں میں سے ایک معنی یہی ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نور شریف ساجدوں
سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا تو آیت اس پر دلیل ہے۔ کہ سب آباء کرام وامہات عظام آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمین تھے۔ چنانچہ امام ابن حجر مکی افضل القری لقراء ام القری میں فرماتے ہیں۔
وایضا قال تعالی وتقلبک فی الساجدین علی احد التفاسیر فیہ ان المراد تنقل نورہ من ساجد الی
ساجد وحینئذ فھذا صریح فی ان ابوی النبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم آمنۃ وعبداللہ
من اھل الجنۃ لانھما اقرب المختارین لہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وھذا
ھو الحق اور آیہ کریمہ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ۔
کی بھی ایک تفسیر یہی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور شریف ایک ساجد سے
دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا تو اب اس سے صاف ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے والدین حضرت آمنہ وحضرت عبداللہ رضی اللہ تعالے عنہما اہل جنت سے ہیں۔
کہ وہ تو ان سب بندوں میں جنہیں اللہ تعالے نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
لئے چنا تھا۔ قریب تر ہیں۔ اور یہی قول حق ہے۔ اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما
جوام التفاسیر ہے۔ تحت آیت وتقلبک فی الساجدین کے لکھا ہے۔ ویقال فی اصلاب
اٰبائک الاولین یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور شریف اپنے آباء کرام کے
اصلاب سے ساجدوں سے ساجدوں کی طرف نقل کرتا ہوا آتا تھا۔ مطلب یہ کہ تمام آباء
کرام وامہات عظام آپ کے مسلمین تھے۔ اور شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوت کی
جلد اول وصل دوم میں فرماتے ہیں۔ اس کا ترجمہ ملخصا یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا نور شریف آدم سے حوا علیہ السلام میں منتقل ہوا اور بعد شیث علیہ السلام پیدا ہوئے ان میں یہ نور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوا آدم علیہ السلام نے شیث علیہ السلام کو وصیت کی کہ نہ رکھے اس نور
شریف کو مگر ساعر طاہرات میں اور شیث علیہ السلام سے جب وہ نور ان کے فرزند انوش میں
منتقل ہوا شیث علیہ السلام نے انوش کو یہی وصیت کی اور ہمیشہ جاری تھی یہ وصیت اور نقل
کئے جاتا تھا یہ نور ایک قرن سے دوسرے قرن[1] تک یہاں تک کہ حق تعالے نے

[1] پشت در پشت

اس نور کو عبد المطلب میں جلوہ گر کیا بعدہ وہ نور ان کے فرزند حضرت عبد اللہ میں آیا جس سے سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہور میں آئے اور پاک گردانا اللہ تعالے نے اس نسب شریف کو سفاح جاہلیت سے یعنے عرب کے ایام جاہلیت میں یہ عادت تھی کہ غیر اشراف اپنی لڑکیوں کو شرفا کے پاس روانہ کرتے تھے تاکہ وہ عورتیں ان سے حاملہ ہوں یا کبھی ایسا ہوتا کہ مرد عورت سے کئی روز پہلے زنا کرتا بعد اس کو نکاح کرتا اس سے اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پاک و مصفا رکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصلاب طیبہ سے طرف ارحام طاہرہ کے نقل کرتے ہوئے آدم وحوا علی نبینا وعلیہما الصلوۃ والسلام سے اپنے والدین عبد اللہ و آمنہ رضی اللہ تعالے عنہما تک آئے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما نے الساجدین و تقلبک فی الساجدین کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ یعنی آپ کا نور شریف نقل کرتا آتا تھا۔ یہانتک کہ آپ آمنہ رضی اللہ تعالے عنہا سے پیدا ہوئے ایسا ہی لکھا ہے۔ امام حافظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے مسالک الحنفاء فی والدی المصطفے صلی اللہ علیہ وسلم میں اور دیگر اپنے رسالہ خمسہ میں خاتمۃ المحققین علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اور علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری نے تاریخ الخمیس فی احوال النفس نفیس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم میں اور علامہ سید محمد البرزنجی نے اپنے رسالہ اسلام آباء کرام میں اور دیگر علماء نے اپنے رسائل میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس آیت شریفہ کے معنے مفسرین نے بہت کئے ہیں ۔ پس خاص اس معنے پر تحمیل کیسی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کا بہت معانی پر مشتمل ہونا خاص اس معنے کی تحمیل کو مضر نہیں کیونکہ آیت کا ہر ایک معنی پر حمل واجب ہوتا ہے۔ اور ہر ایک معنی پر تحمیل کرنی واجب الاحتجاج ہو جاتا ہے جیسا کہ مواضع شتنے سے تفسیر کبیر کے ظاہر ہے۔ ایسا ہی لکھا ہے۔ تفسیر اتقان فی علوم القرآن میں امام جلال الدین سیوطی نے اور تفسیر احمدی میں ملا جیون حنفی نے اور دیگر مفسرین نے اپنی تفسیروں میں ثانیاً آیت اینکہ جو سورہ توبہ میں ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ الآیۃ اے مومنو کافر تو ناپاک ہی ہیں۔ اس آیت سے بھی استدلال اسلام آباء کرام کا کیا جاتا ہے بدیں طور کہ سرور دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم احادیث شریفہ میں فرماتے

ہیں۔ کہ میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بی بیوں کے پیٹوں سے آدم و حوا عبداللہ و آمنہ تک، جو میرے والدین ہیں منتقل ہوتا رہا تو ضرور ہے۔ کہ حضور اقدس صلی علیہ وسلم کے تمام آباء کرام طاہرین و امہات کرام طاہرات سب اہل ایمان و توحید ہوں بنص قرآن عظیم کسی کافر کافرہ کیلئے کرم و طہارت سے حصہ نہیں چنانچہ امام شہاب الدین احمد بن حجر مکی نے افضل القراء لقراء ام القریٰ میں فرمایا۔ ان آباء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیر الانبیاء و امہاتہ الی آدم و حوا لیس فیہم کافر لان الکافر لا یقال فی حقہ انہ مختار و لا کریم و لا طاہر بل نجس وقد صحت الاحادیث بانہم مختارون وان الآباء کرام و الامہات طاہرات یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب کریم میں جتنے انبیاء کرام علی نبینا علیہم الصلوٰت والسلام اجداد ہیں۔ وہ تو انبیاء ہی ہیں۔ ان کے سوا آپ کے تمام آباء کرام و امہات عظام آدم و حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام تک جو ہیں۔ ان میں کوئی کافر نہ تھا۔ کیونکہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک و طاہر نہیں کہا جاتا۔ بلکہ کفار نجس ہیں۔ مطابق (انما المشرکون نجس) کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آباء الکرام و امہات عظام کی نسبت احادیث شریفہ میں تصریح فرمادی ہے کہ وہ سب پسندیدہ بارگاہ الٰہی ہیں۔ آباء سب آپ کے کرام اور آپ امہات طاہرات ہیں۔ امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی اور علامہ محمد بن ابی شریف حسنی تلمسانی شارح شفا اور امام محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح المواہب اور علامہ محقق سنوسی اور اور علامہ سید محمد البرزنجی اور شیخ عبدالحق دہلوی حنفی اور شیخ نور الحق حنفی شارح بخاری اور محدث[1] شیخ الاسلام شارح بخاری، اور امام مناوی اور امام بوصیری اور مولانا معین الدین ہروی

---

[1] (۱) امام ابو حفص عمر بن احمد شاہین جن کی علوم دینیہ میں ۳۳۰ تصانیف ہیں۔ ازانجملہ تفسیر ایک ہزار جز میں اور مسند حدیث ڈیڑھ ہزار جز میں (۲) شیخ المحدثین احمد بن خطیب بغدادی (۳) حافظ الشان محدث ماہر امام ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر (۴) امام اجل ابو القاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی صاحب الروض (۵) حافظ الحدیث امام محب الدین طبری بقول علماء کرام بعد امام نووی آپ علم حدیث میں یکتا تھے (۶) امام علامہ ناصر الدین ابن المنیر صاحب شرف المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۷) امام حافظ الحدیث ابو الفتح محمد بن محمد بن سید الناس صاحب عیون الاثر (۸) علامہ صلاح الدین صفدی (۹) حافظ الشان شمس الدین محمد ابن ناصر الدین دمشقی (۱۰) شیخ الاسلام امام شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی (۱۱) امام حافظ الحدیث ابوبکر محمد بن عبداللہ اشبیلی ابن العربی مالکی (۱۲) امام ابو الحسن علی بن محمد ماوردی بصری صاحب الحاوی الکبیر (۱۳) امام ابو عبداللہ محمد بن خلف مالکی شارح صحیح مسلم (۱۴) امام عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر قرطبی صاحب تذکرہ (۱۵) امام فخر الدین رازی (۱۶) امام شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی صاحب افضل القریٰ (۱۷) شیخ نور الدین علی بن الجزار مصری صاحب رسالہ تحقیق آمال الراجین فی ان والدی المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بفضل اللہ تعالیٰ فی الدارین من الناجین۔

وغیرہم اکابرین عظام نے ایسا ہی لکھے ہیں۔ مثلاً آیت آئینکہ کہا اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں
وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ اور بیشک مسلمان غلام بہتر ہیں مشرک سے۔ اور فرماتا ہے
وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ اور بیشک باندی مومنہ بہتر ہے مشرکہ سے۔
یہ دونوں آیت شریفہ سے امام جلال الدین سیوطی اپنے رسالوں میں اسلام آباؤ کرام و امہات
عظام پر بدیں طور استدلال کیا ہے۔ کہ آیت قرآنیہ ناطق ہے۔ کہ کوئی کافر اگرچہ کیسا ہی شریف
القوم ہو کسی غلام مومن یا باندی مومنہ سے خیر و بہتر نہیں ہو سکتا اور بخاری شریف وغیرہ کی احادیث
شریفہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام و امہات عظام آدم و حوا علیہم الصلوٰۃ
والسلام سے لیکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین یعنی حضرت عبداللہ و آمنہ رضی اللہ عنہما تک
خیار قرن سے تھے۔ تو واجب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام و امہات عظام آدم
و حوا علیہم الصلوٰۃ والسلام تک سب ہی بندگان مومن و صالح رہے ہوں۔ منتخب المخصم علامہ سید محمد
البرزنجی نے اپنے رسالہ میں اس کی تائید و تقویت کی ہے۔ ایسا ہی دوسرے اکابر اپنے
رسالوں میں رابعاً آیت آئینکہ اللہ تعالیٰ آخر سورہ براءت میں فرماتا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ
مِّنْ اَنْفَسِكُمْ بفتح فاء بعض قراء یعنی اَنْفَسِکُمْ پڑھتے ہیں۔ اس صورت پر آیت شریف
کے یہ معنے ہوئے تحقیق۔ آیا تمہاری طرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نفیس تر تمہارے سے چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے۔ وقری من انفسکم ای اشرفکم
بعض قراء نے بفتح فا پڑھا ہے۔ یعنے آیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف بزرگ
تر تمہارے ایسا ہی ہے۔ تفسیر کبیر میں اور شفائے قاضی عیاض کے ابتداء رسالے کے

لے بقیہ حاشیہ (۱۸) علامہ عبدالوہاب شعرانی صاحب الیواقیت والجواہر (۱۹) علامہ احمد بن محمد بن علی بن یوسف فارسی صاحب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات (۲۰) امام اجل فقیہ اکمل محمد بن محمد کردری بزازی صاحب المناقب (۲۱) علامہ محقق زین الدین بن نجیم مصری صاحب الاشباہ والنظائر (۲۲) سید شریف علامہ احمد حموی صاحب غمز العیون والبصائر (۲۳) علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری صاحب الخمیس فی انفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۲۴) علامہ محقق شہاب الدین احمد خفاجی مصری صاحب نسیم الریاض (۲۵) علامہ طاہر فتنی صاحب مجمع بحار الانوار (۲۶) علامہ صاحب کنز الفوائد (۲۷) مولانا بحر العلوم ملک العلماء عبدالعلی صاحب فواتح الرحموت (۲۸) علامہ سید احمد مصری طحطاوی محشی درمختار (۲۹) علامہ سید ابن عابدین امین الدین محمد آفندی شامی صاحب رد المحتار وغیرہم من العلماء الکبار از تحقیق الاخیار انہ رسالہ شمول الاسلام مصنفہ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب ناقل
ابوالرشید محمد عبدالعزیز خطیب جامع مسجد عزیزیہ مزنگ لاہور

الفصل الاول میں ہے۔ کقولہ تعالیٰ لقد جاءکم رسول من انفسکم الآیہ قال سمرقندی وقرء بعضهم من انفسکم بفتح الفاء وکونہ من اشرفهم وارفعهم وافضلهم علی قراۃ الفتح یعنے امام الجلیل ابو اللیث نصر سمرقندی الحنفی نے فرمایا کہ بعض قراء نے فتح فا سے پڑھا پس جو قراء بفتح فا پڑھتے ہیں۔ اس سے سرور دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت ورفعت وفضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور اسی شفاء قاضی عیاض کے ابتداء رسالے میں ہے۔ وروی عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ من انفسکم قال نسبا وصهرا وحسبا وقال لیس فی آبائی من لدن آدم سفاح کلها نکاح قال ابن الکلبی کتبت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خمس مایۃ ام فما وجدت فیهن سفاحا ولا شیئا مما کان علیہ الجاهلیۃ یعنے مروی ہے حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا انہوں نے کہ پڑھتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انفسکم بفتح اور فرمایا اس تغیر کو تحقیق آیا تمہاری طرف میں نفیس تر اور عمدہ تر از روئے حسب اور نسب کے اور نہیں تھا۔ میرے آباء کرام میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک سفاح بلکہ نکاح تھا ایام جاہلیت میں بغیر نکاح کے عورت کو چند روز رکھ لیا کرتے تھے بعد اس کے نکاح کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نفی فرمائی اور فرمایا میرے آباء کرام آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک اہل اسلام تھے اور امام ابن الکلبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سرور دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کے امہات کرام کا سلسلہ پانچسو امہات تک لکھا ہے۔ میں نے نہ پایا میں سفاح کو اور نہ ایام جاہلیت کے کسی شئی کو یعنی تمام امہات کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مومنہ ومتقیہ تھیں اور شیخ عبد الحق دہلوی مدارج النبوۃ کی جلد اول وصل دوم باب اول کی فصل میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ پڑھے آنحضرت لقد جاءکم رسول من انفسکم بفتح فا اور اپنی زبان درفشاں سے فرمایا کہ میں نفیس ترین تمہارے کا ہوں از روئے نسب وصهر وحسب کے اور نہیں تھا بیچ آباء کرام میں آدم علیہ السلام سے لیکر میرے والدین تک سفاح بلکہ نکاح تھا۔ اور بیہقی میں آخر

ف پانچسو امہات سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نانیاں اور ان کی بہنیں وغیرہ اور دادیاں اور پھپھیاں وغیرہ مراد ہیں

کہ نہیں تھا۔ میرے آباء کرام میں سفاح بلکہ نکاح اسلام تھا۔ یعنے میرے آباء کرام تمام مسلمین تھے
ان آیات سابقہ و احادیث لاحقہ سے جیسے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
تمام آباء کرام و امہات عظام آدم و حوا علیہم الصلوۃ والسلام سے عبداللہ و آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
تک مسلمین تھے اسی طرح یہ بھی واضح و ثابت ہو گیا۔ آزر ابراہیم علیہ السلام کے باپ نہیں تھے
بلکہ چچا تھے ان کے باپ کا نام تارخ تھا۔ جو مومن و متقی تھے۔ اور قرآن شریف میں جو آزر کا لفظ
اذکر آیا ہے۔ اب سے مراد مجازاً چچا ہے۔ عرب کی عادت ہے۔ کہ چچا کو باپ کہتے ہیں
اور چچا کی تعظیم باپ کے برابر کرتے ہیں۔ قرآن شریف و احادیث مطہرہ میں اس کی بہت نظیریں
ملتی ہیں۔ چنانچہ ایک مثال دکھائی ہے۔ جو قرآن شریف کی سورہ بقرہ میں اولاد یعقوب سے
حکایت ہے جو اپنے والد کو خطاب کر کے کہتے تھے۔ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ
اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ الآية یعنے کہتے تھے۔ وہ عبادت کرینگے۔ ہم تیرے خدا
کی اور تیرے باپوں کے خدا کی جو ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق ہیں۔ حالانکہ اسمٰعیل علیہ السلام یعقوب
علیہ السلام کے چچا تھے۔ ان کو مجازاً اب کہا گیا۔ اس آیت کے ذیل میں امام فخرالدین رازی
تفسیر کبیر کے الجزء الاول میں فرماتے ہیں۔ بل الجواب ان یقال انه اطلق لفظ الاب علی الجد
وعلی العم وقال علیه الصلوٰة والسلام فی العباس هذا بقیة ابائی وقال ردوا علیّ ابی
فقد قتلک علی ما ذکرہ لا علی سبیل المجاز یعنے مجازاً عرب میں اب کا اطلاق چچا اور دادا پر
ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے۔ یہ میرے باپ ہیں۔
اور فرماتے میرے باپ کو یعنی چچا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور تفسیر مدارک میں ہے
وجعل اسمٰعیل من جملة ابائه وھو عمه لان العم اب قال علیه الصلوٰة والسلام فی العباس ھذا بقیة ابائی
اس کا ترجمہ اوپر گذر۔ اور تفسیر جلالین میں ہے۔ عد اسمٰعیل من الآباء تغلیباً لان العم بمنزلة الاب
اور تفسیر ابو السعود میں ہے۔ وعد اسمٰعیل من ابائه تغلیباً للاب والجد لقوله علیه الصلوٰة
والسلام عم الرجل صنو ابیه وقوله علیه السلام فی العباس ھذا بقیة ابائی
تفسیر بیضاوی میں ہے۔ وعد اسمٰعیل من ابائه تغلیبا للاب والجد لانه کالاب لقوله علیه
الصلوٰة والسلام عم الرجل صنو ابیه کما قال فی العباس رضی الله عنه ھذا بقیة ابائی اور

تفسیر حسینی میں ہے۔ و اسمٰعیل راکہ عم او بود ہم پدر خواندند۔ زیرا کہ عرب عم را اب گویند و حرمت
او برابر پدر بجا آرند و ایں نظر بر اتحاد اصل است ان تمام عبارتوں کا ترجمہ مثل اوپر کے ہے
علماء نے اسی پر لابیہ آزر کو حمل فرمایا بسبب ورود آیات سابقہ و احادیث لاحقہ کے
جیسا کہ تفسیر کبیر کے الجزء الرابع میں ہے۔ الوجہ الرابع ان والد ابراہیم علیہ السلام کان
تارخ والآزر کان عما لہ والعم قد یطلق علیہ اسم الاب کما حکی اللہ تعالیٰ عن اولاد
یعقوب انہم قالوا نعبد الٰہک والٰہ آبائک ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق ومعلوم ان
اسمٰعیل کان عما لیعقوب وقد اطلقوا علیہ لفظ الاب فکذا ھٰھنا یعنی چوتھی وجہ یہ
کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ تارخ اور ان کے چچا آزر تھے۔ اور چچا کو قرآن شریف میں اسم
اب اطلاق کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حکایت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اولاد یعقوب سے کہ کہتے
وہ عبادت کرتے ہیں تیرے خدا کی اور تیرے باپوں کے خدا کی جو ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق
علیہم السلام تھے۔ اور اتفاق ہے۔ اس پر کہ اسمٰعیل علیہ السلام چچا تھے یعقوب علیہ السلام
کے پس انہوں نے اب اطلاق کیا پس ایسا ہے لابیہ آزر کو حمل کرنا چاہیے۔ ایسا ہی
لکھا ہے امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰے میں اور دیگر
اپنے رسائل خمسہ میں اور علامہ ابن حجر مکی نے افضل القریٰ لقراء ام القریٰ میں ایسا ہی لکھا
ہے۔ تفسیر ابن المنذر و دیگر تفاسیر معتبرہ میں ایسا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی
اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد اور ابن جریج سے تصریحاً مروی ہے۔ اور اہل تواریخ کا بھی اس
پر اتفاق ہے۔ جیسا کہ لفظ آزر کی تشریح میں منتخب اللغات شاہجہانی میں ہے۔ و ظاہر
قرآن دلالت میکند کہ نام پدر ابراہیم علیہ السلام است و اہل تواریخ گفتہ اند کہ آزر عم ابراہیم
علیہ السلام است و نام پدرش تارخ است و عرب بسیار است کہ پدر را گویند و احتمال دارد
کہ اب در قرآن بمعنی عم باشد بنا بریں ایں قول اہل تواریخ مخالف نص کتاب نیست مختصر
مطلب یہ کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے۔ اور ان کے باپ کا نام تارخ تھا۔ اور
غیاث اللغات میں ہے۔ و اہل تاریخ گویند کہ نام عم ایشاں است و اکثر اہل عرب عم
را نیز پدر گویند لہٰذا مخالف قرآن نیست انتہیٰ منتخب و کشف و مدارک کا ترجمہ اوپر گزرا

ایسا ہی ہے۔ دیگر لغات معتبرہ میں ہے[1]

فصل دوسری احادیث شریفہ میں

جن سے سرورِ دوعالم کے تمام آبائے شریفہ و امہات لطیفہ آدم و حوا علیٰ نبینا علیہما الصلوٰۃ والسلام سے عبداللہ و آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک مومنین تھے چنانچہ بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف وغیرہ کی کتاب الفضائل میں ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ یعنی روایت ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا گیا ہوں میں بہتر طبقوں سے بنی آدم کے ہر زمانے میں یہاں تک کہ ہوں میں اس طبقہ میں جو بہترین طبقہ ہے اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق دہلوی اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ الفصل الاول عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برانگیختہ شدہ و فرستادہ شدہ ام من از بہترین طبقات فرزندان آدم علیہ السلام قرنا بعد از قرنے یعنے در ہر قرن در صلبہائے پدران مے گشتم و مراد بخیر قرون بنی آدم آں طبقہ ایست کہ پدران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دران طبقہ بودند و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در اصلاب آنہا بود چنانچہ بعد از اسمٰعیل علیہ السلام کنانہ و بعد از وے قریش بود و بعد از وے ہاشم بود حتی کنت من القرن الذی کنت منہ تا آنکہ شدم از قرنے کہ شدم از نسے اما آبائے کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ ایشان از آدم تا عبداللہ طاہر و مطہر اند از دنس کفر و شرک چنانکہ خود فرمودہ بیرون آمدہ ام از اصلاب طیبہ بارحام طاہرہ انتہے ملخصا مختصر ترجمہ یہ کہ مراد خیر قرون سے بنی آدم کے وہ طبقہ ہے کہ اجداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طبقہ میں تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے صلبوں میں تھے۔ اور آباء کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] اسی طرح تاج العروس میں بھی ہے۔ ۱۲ عبدالعزیز عفی عنہ

تک پاک ہیں کفر کی برائی سے اور شرک کی پلیدی سے جیسا کہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں آتا رہا ہوں میں پاک صلبوں سے طرف پاک رحموں کے ایسا ہی لکھتے ہیں۔ اس حدیث کی
شرح میں محدث شیخ الاسلام حنفی شرح صحیح بخاری کی چھٹویں جلد میں اور محدث نور الحق دہلوی
تیسیر القاری شرح صحیح بخاری کے تیسرے جلد میں اور امام بدر الدین عینی حنفی عمدۃ القاری
شرح صحیح بخاری کی ساتویں جلد میں اور امام قسطلانی ارشاد الباری شرح صحیح بخاری کی چھٹویں جلد
میں اور امام شہاب احمد ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اور امام جلال الدین
سیوطی مسالک الحنفا فی والدی المصطفے وغیرہ رسالوں میں اور علامہ ابن حجر مکی ہیتمی اپنے رسالہ
میں اور علامہ تلمسانی شرح شفا قاضی عیاض میں اور علامہ محمد زرقانی شرح مواہب میں اور
علامہ برزنجی مدنی اپنے رسالہ میں اور امام عبد الرؤف المناوی کتاب التیسیر شرح جامع
الصغیر کے جلد اول میں اور قطب زمان امام بوصیری عطار رسول اپنا رسالہ ہمزیہ منظومہ
میں اور علامہ محدث عطاء اللہ المعروف بہ جمال حسینی روضۃ الاحباب کے ابتدا میں اور مولانا
معین الدین ہروی معارج النبوۃ میں اور عارف سامی مولانا عبد الرحمن جامی اپنے شواہد
النبوۃ اور دیگر علماء اپنے رسالوں میں دوسری حدیث محدث ابو نعیم دلائل النبوۃ میں لایا
ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم ازل
انتقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات۔ روایت ہے ابن عباس رضی اللہ
تعالی عنہما سے کہا انہوں نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میں ہمیشہ پاک مردوں
کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا تیسری حدیث سنن بیہقی میں ہے
عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا محمد بن عبد اللہ بن عبد
المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب
بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد
بن عدنان وما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرھما فاخرجت من بین ابوی
فلم یصبنی شیء من عھر الجاھلیۃ وخرجت من نکاح ولم اخرج من
سفاح من لدن آدم حتی انتھیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا

مروی ہے انس بن مالک سے کہتے وہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میں ہوں۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ابن ہاشم یوں ہی اکیس پشت تک نسب نامہ مبارک بیان کر کے فرمایا کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوتے مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالے نے بہتر گروہ میں پیدا کیا تو میں اپنی ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح سے پیدا ہوا آدم علیہ السلام سے لیکر اپنے والدین تک تو میں النفس کریم تم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آبا سے بہتر ہیں۔ روایت کیا اس حدیث کو طبرانی اور ابو نعیم اور ابن عساکر نے الحاصل الفاظ مختلفہ سے احادیث کثیرہ اس بارے میں ہیں بخوف تطویل اجمال پر اکتفا ہوں۔ یہاں تفصیل چنانچہ چوتھی حدیث صحیح مسلم جلد دوم کے کتاب الفضائل میں اور ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف میں پانچویں حدیث ترمذی میں عباس رضی اللہ تعالے عنہ بن مطلب سے چھٹویں حدیث حاکم کی ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالے سے ساتویں حدیث ابو القاسم حمزہ بن یوسف سہمی کی واثلہ سے آٹھویں حدیث طبقات ابن سعد میں ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے نویں حدیث ملک العلما مولانا عبد العلی حنفی شرح اسماء اصحاب بدریں امام ابن حجر عسقلانی سے لائے ہیں۔ دسویں حدیث قاضی عیاض مالکی کی بروایت علی کرم اللہ وجہ گیارہویں حدیث ابن ابی العمر العدنی کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بارہویں حدیث سنن بیہقی کی طریق ثانی سے تیرھویں حدیث ابن عساکر کی چودھویں حدیث طبرانی کی طریق ثانی سے پندرھویں حدیث ابو نعیم کی طریق ثانی سے اور دلائل المعجزات کے چوتھے حزب میں یوم الخمیس کے یہ درود شریف ہے

اللّٰھم وصل علی محمد الکریم الاحد لاف القائم بالعدل والانصاف المنعوت فی سورۃ الاحزاب المنتخب من اصلاب الطیبات والبطون الطاہرات المصطفی من سلالۃ عبد المطلب بن عبد مناف الذی ہدیت به من الزیغ وبینت به سبیل العفاف۔

مختصر ترجمہ یہ کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہیں جو برگزیدہ کیا اور بھیجا ان کو خدا نے پاک صلبوں اور پاک رحموں سے مطلب یہ کہ آپ آدم و حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام سے لیکر اپنے ماں باپ تک اصلاب طیب اور

ارحام طاہرہ سے تشریف لائے تو لازم ہوا کہ آپ کے والدین سے حضرت آدم حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام تک سب مومن و مسلمان تھے۔ پس دلائل الخیرات جو ملک عرب و عجم میں معتبر اور مشہور ترین کتاب ہے۔ جب اس میں صاف اس مسئلہ کی تشریح ہو تو پھر ہم کو گنجائش کہاں۔

فصل تیسری اقوال فقیہہ میں

شیخ عبدالحق دہلوی حنفی اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ شریف کے جلد اول میں فرماتے ہیں۔ پس تحقیق اثبات کردہ اند اسلام والدین بلکہ تمام آباء امہات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا آدم علیہ السلام یعنی علماء نے ثابت کئے ہیں اسلام والدین بلکہ تمام آباء کرام و امہات عظام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدم علیہ السلام تک ایسا ہی لکھتے ہیں۔ شیخ مذکور مدارج النبوۃ اور شرح سفر السعادات و دیگر اپنے رسائل میں اور وہی شیخ ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ ہو خدائے تعالیٰ جزائے خیر دہد شیخ جلال الدین سیوطی را کہ دریں باب رسائل تصنیف کردہ و افادہ و اجادہ نمودہ و بیں مدعا را ظاہر و باہر گردانیدہ است و حاشا للہ کہ ایں نور پاک را در جائے ظلمانی پلید بنہند و در عرصات آخرت مخزی و مخذول گردانند۔ یعنی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دیوے شیخ جلال الدین سیوطی کو جو اسلام آباء کرام میں متعدد رسائل لکھتے ہیں اور اس مدعا کو ظاہر کر کے تمام بیاس کا فائدہ ظاہر کئے ہیں۔ اللہ کی پناہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کو نار بگو ...... کفر کے رکھیں اور آخرت میں ان کی رسوائی کریں۔ اور علامہ سید محمد البرزنجی المدنی خاص اسلام آباء کرام میں ایک رسالہ مدلل لکھتے ہیں اور علامہ شہاب الدین ابن حجر ہیتمی اسلام آباء کرام میں ایک رسالہ فارسی لکھے ہیں۔ اور قاضی مولوی ارتضا علی خاں صاحب حنفی اسلام آباء کرام میں ایک فارسی رسالہ لکھے ہیں۔ جو تنبیہ الغفول فی اسلام آباء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے پس اسی طرف گئے ہیں جمہور علما جیسے امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر اور علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح المواہب اور علامہ حسین بن محمد دیار بکری صاحب الخمیس فی احوال نفس نفیس اور امام شہاب احمد بن حجر عسقلانی اور علامہ نور الحق دہلوی

له باب زیارۃ قبور صفحہ ۷۰۰ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۲ منه سے ابو رشید علی عنہ ۲ صفحہ ۲۹ ۲ عارف نیو فی عدیہ سنش بہلالی ۱۲

حنفی شارح بخاری اور علامہ شیخ الاسلام حنفی شارح بخاری اور امام ابو الحسن علی بن محمد ماوردی صاحب الحاوی الکبیر اور مولانا عبد العلی بحر العلوم لکھنوی اور علامہ سید محمد ابن عابدین شامی صاحب رد المختار حاشیہ در مختار اور امام عبد الرؤف المناوی صاحب التیسیر شرح جامع الصغیر اور قطب امام بوصیری عاشق رسول صاحب ہمزیہ و قصیدہ بردہ اور قطب زمان امام ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان الجزولی صاحب دلائل الخیرات اور علامہ محدث عطاء اللہ المعروف بہ جمال الحسینی صاحب روضۃ الاحباب اور مولانا معین الہروی صاحب معارج النبوۃ اور مولانا عارف شامی عبد الرحمن جامی صاحب شواہد النبوۃ اور قاضی القضاۃ بحر العلوم زمان مولانا مرتضی علی خان صاحب تنبیہ الغفول فی اثبات اسلام آباء الرسول اور مولوی محمد باقر آگاہ مدراسی صاحب ہشت بہشت وغیرہم من علماء الاکابر و المحققین الاخیار علیہم جمیعا رحمۃ اللہ العزیز الغفار اگر کوئی یہ کہے تغیر کبیر میں ہے۔ کہ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام مسلمین تھے اور آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہیں۔ اور اسی تمسک و تقلبک فی الساجدین سے کرتے ہیں۔ پس اہل سنت و جماعت کو کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ مسئلہ اختصاص مذہب شیعہ سے نہیں ہے۔ اہل سنت و جماعت سے جمہور حنفیہ و شافعیہ و مالکیہ و حنابلہ اس مسئلہ کے قائل ہیں۔ کما ذکر و لائلہا اور خود امام رازی آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہونا اور ان کے والد تارخ ہونا ثابت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان کی عبارت مذکور ہی ہے۔ و نیز اسلام آباء کرام کو قرآن شریف کی آیت سے ثابت کرتے ہیں۔ جیسا کہ مسلک تفصیل میں آویگا۔ اور شیخ عبد الحق دہلوی شرح سفر السعادت کے وصل عادت نبوی میں فرماتے ہیں مخفی نماند کہ صحت اسلام ابوین بلکہ سائر آبائے وے صلی اللہ علیہ وسلم مشہور اہل سنت و شیعہ اسلام ابو طالب را نیز از ایں قبیل دانند۔ مختصراً اس عبارت سے یہ معلوم ہوا۔ کہ اسلام ابو طالب اختصاص مذہب شیعہ سے ہے۔ نہ اسلام آباء کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان جو ہوا مسلک اجمال تھا۔

ے درپرسش بیماراں صفحہ ۲۴۹

بیان مسلک تفصیل

جاننا چاہیئے کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد کرام بقول جمہور حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پچاس ہیں۔ جیسا کہ مدارج اور الاقتباس الجلیل تاریخ القدس والخلیل وغیرہ میں ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر الموسوم بہ قریش بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس المعروف بہ یاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اد بن اود بن تیسع بن ہمیسع بن سلامان بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیل ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ بن تارخ بن ناخور بن شاروخ بن ارغو بن فالغ بن عابر بن شالخ بن قینان بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ المعروف بہ ادریس بن بارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین الی یوم الدین اور حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سلسلہ کلاب میں ملتا ہے۔ بدیں طور آمنہ بنت وہب بن عبدالمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ اس حساب سے حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام تک انچاس بقول جمہور ہوتا ہے۔ بس اسلام آباء کرام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آدم علیہ السلام تک مسلک تفصیل سے یہ ہے۔ کہ درمیان آدم و نوح علیہ السلام کے دس قرن گذرے نوح ابن لمک ابن متوشلخ ابن اخنوخ المعروف بہ ادریس ابن بارد ابن مہلائیل ابن قینان ابن انوش ابن شیث ابن آدم نوح علیہ السلام کے آباء مذکور آدم علیہ السلام تک مسلمین تھے طبقات ابن سعد میں ہے۔ و من ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما ما بین نوح و آدم من الآباء کانوا علی الاسلام ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ نوح اور آدم علیہ السلام کے درمیان جتنے آباء کرام نوح علیہ السلام کے ہیں۔ تمام مسلمان ہیں۔ گویا کہ ادریس علیہ السلام مبعوث ہونے کے پیشتر اولاد قابیل نے بت پرستی شروع کر دی تھی مگر ادریس علیہ السلام کے آباء مذکورہ دین اسلام پر قائم تھے اور ادریس علیہ السلام

کی اولاد نوح علیہ السلام کے مبعوث ہونے کے پیشتر دین اسلام میں مختلف ہوگئے تھے۔ بعض اسلام پر قائم رہے بعض مشرک رہے۔ مگر آباء نوح علیہ السلام مسلم تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ جیسا بزار و مستدرک حاکم و تفسیر ابن جریر میں معنی آیہ کریمہ کان الناس امۃ واحدۃ میں ہے کان بین آدم و نوح علیہما السلام عشرۃ قرون کلھم علی شریعۃ الحق فاختلفوا فبعث اللہ النبیین تھے درمیان آدم و نوح علیہما السلام کے دس قرن تمام قرن مسلمین تھے پھر مختلف ہوئے پس بھیجا اللہ نے انبیاء کو واضح ہو کہ جب خدا نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا نور محمدی کو ان کی پیشانی بکیر روایت صلب میں رکھا پھر خدا نے اس نور محمدی کو آدم علیہ السلام کی درخواست پر سبابہ دست راست میں منتقل کیا جب آدم علیہ السلام نے اس نور کو مشاہدہ کیا تو شہادتین[1] پڑھ کے اسکو دیدہ پر رکھ کے بوسہ دیا تب سے سبابہ کو کلمہ کی انگلی کہتے ہیں۔ اور اذان میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ کا نام سن کر بوسہ دیتے ہیں یہ سنت آدم علیہ السلام ہے۔ اور احادیث میں اس کی فضیلت وارد ہے غرض آدم علیہ السلام اللہ سے عرض کی کہ اے خداوند کوئی نور میری پیشانی یا صلب میں باقی ہے خطاب آیا باقی ہے۔ آدم علیہ السلام نے تمنا کی کہ وہ نور میری دوسری انگلیوں میں منتقل فرما اللہ تعالی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا نور آدم علیہ السلام کی بیچ کی انگلی میں اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا نور بنصر میں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کا نور خنصر یعنی کن انگلی میں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نور ابہام میں دست راست کے منتقل کیا پس آدم علیہ السلام کی پانچ انگلیوں سے روشنی ظاہر ہوتی تھی جیسا کہ تفسیر بحر العلوم نسفی اور معارج وغیرہ میں ہے پھر وہ نور حوا میں اور حوا علیہا السلام سے شیث علیہ السلام میں منتقل ہوا۔ پس نور محمدی شیث کی پیشانی میں جلوہ گر تھا جبکہ شیث بالغ ہوئے جبرائیل نے حریر بہشتی لا کے بحکم الٰہی شیث کو حوض میں غسل کرا کے روبرو آدم علیہ السلام کے عہد نامہ شیث کو لکھوائے اس معنی پر کہ اس نور محمدی کو اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف نقل کرتے رہنا پھر جبرائیل تابوت سکینہ کو جس میں تمام

---

[1] جیسا مقاصد حسنہ مجمع البحار وغیرہ کتب احادیث میں ہے جو فتوی مضمرات وغیرہ میں ہے کہ اذان میں بوقت سننے اشہد ان محمد رسول اللہ کے دونوں انگوٹھے آنکھوں پر لگا کر بوسہ دینا قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا سنت ہے۔ اور ردالمحتار حاشیہ مختار محیط و جامع الرموز وغیرہ میں اسکو مستحب لکھا اور چاہیے کہ اس فعل کو کبھی ترک نہ کرے ۱۲ منہ نور العینین فی تفصیل الابہامین اور منیر العین مصنفہ مولانا مولوی احمد رضا صاحب بریلوی میں اس مسئلہ کی تفصیل ہے
[illegible]

پیغمبروں کی صورتیں تھیں آدم علیہ السلام کی خواہش پر بہشت سے لایا اور کہا کہ اس تابوت سکینہ
میں اس عہد نامہ کو رکھیں۔ تا بطناً عن بطن تمہارے فرزندوں کو یہ عہد نامہ یادداشت رہے۔
ترمذی و مشکوٰۃ[1] میں ہے۔ کہ فرمائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے
عرض کی کہ میری اولاد کو دکھلا تب آدم علیہ السلام کی پشت سے ذریات نکلے تمام بنی
آدم علیہ السلام کے اور ہر ایک کی چشم میں روشنی تھی۔ اور انبیاء کرام کی آنکھ میں زیادہ روشنی
تھی آدم نے انبیاء میں ایک نبی کی روشنی پسند کر کے کہا یہ کون ہیں۔ حق نے کہا کہ یہ
تمہارے فرزند داؤد ہیں۔ آدم علیہ السلام نے کہا ان کی کیا عمر ہے۔ جواب آیا ساٹھ سال
آدم علیہ السلام نے کہا اے خدا تو میری عمر سے انکو چالیس برس دے دیا جب وقت مقرری
سے آدم علیہ السلام کے چالیس سال پیشتر عزرائیل واسطے قبض روح کے نزدیک آدم
علیہ السلام کے آئے آدم علیہ السلام نے کہا کیا میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں ہیں۔
عزرائیل نے کہا آپ نے داؤد کو عطا کر دیئے ہیں۔ آدم علیہ السلام نے فراموشی سے
انکار کر دیا معارج میں ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کی عمر ہزار سال مقرر تھی جب اسکے
چالیس سال پیشتر عزرائیل آگئے اور آدم علیہ السلام نے انکار کر دیا۔ اللہ سے خطاب آیا
کہ اے عزرائیل آدم علیہ السلام کو بھی چالیس سال توقف کر اور میں نے داؤد کی عمر برابر
سو سال مقرر کر دی پس آدم علیہ السلام نے وقت انتقال شیث کو وصیت کی کہ تو
اسلام میں قائم رہنا اور اس نور محمدی کو نکاح اسلام سے منتقل کرنا پھر آدم علیہ السلام نے
شیث کو تابوت سکینہ حوالے کیا پھر شیث نے نو سو بارا کی عمر میں انتقال کیا
وقت انتقال اپنے فرزند انوش کو یہی وصیت کی اور تابوت سکینہ دیا پھر انوش نے
نو سو پچاس سال کی عمر میں انتقال کیا اور وقت انتقال اپنے فرزند قینان کو بھی وصیت کی اور
قینان نے نو سو بیس برس کی عمر میں انتقال کی اور یہی وصیت اپنے فرزند مہلائیل کو کی اور مہلائیل
نے آٹھ سو پچانوے کی عمر میں انتقال کیا اور یہی وصیت اپنے فرزند یارد و جد مجید کو کی
اور یارد نے نو سو باسٹھ کی عمر میں انتقال کیا اور یہ وصیت اپنے فرزند ادریس کو کی حضرت
ادریس نے خوردگی میں اپنے جد امجد آدم علیہ السلام کو دیکھا اور تین سو پینسٹھ سال کی عمر

[1] مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۲۲ باب الایمان بالقدر ۱۲

میں جنت میں زندہ رہ گئے۔ اور اپنے جانے کے وقت اپنے فرزند متوشلح کو یہی وصیت کی اور تابوت سکینہ اس کے سپرد کیا پھر متوشلح نے نو سو پینسٹھ سال زندگی کی اور بوقت انتقال اپنے فرزند لامخ المعروف بہ ملک کو یہی وصیت کی پھر لامخ نے ایک سو اٹھاسی سال زندگی کی اور بوقت انتقال اپنے فرزند نوح کو بھی یہی وصیت کی اور نوح نے ہزار سال زندگی کی اور یہی وصیت اپنے فرزند کو کی اور تابوت سکینہ دیا یہانتک کہ سام سے حضرت ابراہیم تک یہی وصیت صلباً عن صلب آتی تھی۔ اور تابوت سکینہ ان کے دست بدست نقل کرتا ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آیا جیساکہ معارج النبوۃ اور الفس الجلیل بتاریخ قدس والجلیل وغیرہ میں ہے۔ پس ایسا ہی نوح سے ابراہیم علیہ السلام تک کل آباء ابراہیم مسلمین تھے۔ ابراہیم علیہ السلام بن تارخ بن ناخور بن شاروخ بن ارعو بن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قالع ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بن شالخ بن قینان بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ ابن سعد طبقات سے نقل کرتا ہے۔ ان الناس من عہد نوح لم یزالوا ببابل وھم علی الاسلام الی ان ملکھم نمرود بن کوش بن کنعان فدعاھم الی عبادۃ الاصنام تحقیق کہ لوگ زمان طوفان نوح سے شہر بابل میں ہمیشہ رہتے تھے۔ اور وہ اسلام پر قائم تھے۔ یہانتک کے بادشاہ انہوں کا نمرود ہوا دعوت کیا انہوں کو بت پرستی کی جانب۔ ابراہیم علیہ السلام نمرود کے زمانے میں تھے گو کہ ابراہیم علیہ السلام کے مبعوث ہونے کے پیشتر بت پرستی پھیل گئی تھی تاہم بعض اسلام پر قائم تھے آباء ابراہیم علیہ السلام انہیں گروہ مسلمین سے تھے حضرت شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ سے ابن المنذر نے روایت کیا ہے۔ لم یزل علی وجہ الدھر سبعۃ مسلمون فصاعداً فلولا ذلک ھلکت الارض ومن علیہا روئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان ہوتا ضرور ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو زمین واہل زمین سب ہلاک ہو جاتے اور عبداللہ بن عباس کی روایت میں ہے۔ ماخلت الارض من بعد نوح من سبعۃ یدفع اللہ بھم عن اھل الارض نوح کے بعد زمین کبھی سات بندگان خدا سے خالی نہ ہوئی جن کے سبب اللہ تعالیٰ

اہل زمین سے عذاب دفع فرماتا ہے۔ سام بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے باپ کے ساتھ جہاز میں رہنا اور مسلم ہونا مصرح ہے۔ بعض ان کی نبوت کے قایل ہیں اور شیخ عبدالحکیم تاریخ مصر میں ابراہیم علیہ السلام کے باپ تارخ سے لیکر نوح علیہ السلام تک مسلمین ہونا آثار مرویہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ثابت کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے باپ نہ تھے۔ چچا تھے۔ کما ذکر دلائلہ تفصیلاً۔

ابراہیم علیہ السلام کے چار فرزند اسمٰعیل و اسحٰق و مدین و مداین علیہم السلام تھے۔

محمد بن اسحٰق سے روایت ہے۔ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قریب استقلال اپنے فرزندوں کو جمع کیا اور تابوت سکینہ جو آدم علیہ السلام سے ان کو سلسلہ بسلسلہ پہنچا تھا منگوایا اور فرمایا یہ وہ مقدس صندوق ہے۔ کہ خداوند عالم نے آدم علیہ السلام کی درخواست پر روانہ کی اس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام پیغمبروں کی صورتیں ہیں۔ ان سے کہا کہ اس تابوت میں نظر کرو ان کی اولاد نے جب اس میں نگاہ کی ایک لاکھ چوبیس ہزار خانہ زبرجد سبز کے دیکھے آخر بیوت میں خانہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھا یاقوت سرخ سے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت تھی چودہویں رات کے چاند کی مانند۔ اور ان کے جانب یمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صورت تھی ان کی پیشانی نورانی پر لکھا تھا۔ کہ یہ اوّل اصحاب حضرت سے ہیں۔ جو اس پیغمبر آخر الزمان کی تصدیق کرینگے۔ اور بائیں جانب انکے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صورت تھی ان کی پیشانی انور پر لکھا تھا کہ یہ اعداء دین میں اشد اور آہن سے محکم ہیں۔ اور ملامت گر کی ملامت سے خوف نہیں کرنے والے ہیں اور سامنے اس کے حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صورت تھی ان کی پیشانی انور پر لکھا تھا۔ کہ یہ تیسرے خلفاء راشدین سے ہیں۔ اور پیچھے اس کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صورت تھی جو اپنی برہنہ تلوار دوش مبارک پر رکھے ہیں۔ ان کی پیشانی انور پر مرقوم تھا۔ کہ یہ شیر خدا اور چوتھے خلیفہ ہیں اور اطراف

الن تصاویر خلفاء اور بعد کے اصحاب کرام کی صورتیں مرقوم تھیں ہر ایک کی پیشانی سے
انوار سعادت پیدا وہویدا تھے بعد اس کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت
اسمٰعیل علیہ السلام سے مخاطب ہو کے کہا کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تیرے
میں جلوہ گر ہے۔ تم اور تمام میری اولاد اسلام پر قائم رہنا اور اپنی اولاد کو اسلام
پر قائم رہنے۔ اور تقوٰی و پرہیزگاری اختیار کرنے کی وصیت کرنا اور پھر اسمٰعیل
علیہ السلام عہد و میثاق لئے اور فرمایا تمہاری اولاد سے باعث ایجاد کائنات
فخر موجودات شفیع المذنبین خاتم النبیین سرور انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
وسلم پیدا ہونگے۔ اس لئے تم اس نور محمدی کو اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ میں
نکاح اسلام سے منتقل کرنا بعد اس عہد کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت
اسمٰعیل علیہ السلام کو تابوت سکینہ سپرد کیا یہ معتبر روایت تواریخ کے کتب مشہورہ
مانند معارج النبوہ وغیرہ کے کچھ تغیر الفاظ سے مذکور ہے۔ فائدہ تصویر کا استعمال
پیشتر کے امم ماضیہ میں جائز تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں منسوخ
ہوگیا۔ اس لئے اس کا استعمال شریعت محمدی میں ناجائز اور حرام سمجھے۔ اور اسمٰعیل
علیہ السلام کے فرزند قیدار مسلمان تھے۔ کتب سیر مثل معارج وغیرہ میں لکھا
ہے۔ کہ اسمٰعیل علیہ السلام اپنے فرزند قیدار کو وصیت کئے کہ نور محمدی صلی اللہ
علیہ وسلم تیری پیشانی میں جلوہ گر ہوا ہم کو عہد آدم علیہ السلام سے سلسلہ بسلسلہ یہ
پہونچا ہے مگر شرط رکھیں اس نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو مگر ارحام طاہرہ میں اس
لئے تو رکھنا اور کفر سے پرہیز کرنا حضرت قیدار کا قصہ کتب معتبرہ سیر مثل معارج

ل ردالمحتار میں ہے۔ تصویر بنانا یا بنوانا بہر حال حرام ہے۔ مظاہر حق جلد دوم صفحہ ۴۵ میں ہے
علماء نے کہا تصویر بنانی حرام ہے۔ اور مٹانا اس کا واجب اور اس کے روبرو بیٹھنا ناجائز۔ تصویر
خواہ دستی ہو یا عکسی ایک ہی حکم ہے۔ جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو اسے پہن کر نماز پڑھنا
مکروہ تحریمی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا ناجائز۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو
جس گھر میں کتا ہو یا تصویر اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے بالکل چھوٹی تصویر یا جو زمین کے
ساتھ ہو یا سر بریدہ ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ گندی اور فحش تصویر کا رکھنا اشد حرام اور کسی غازی
یا شہید کی تصویر رکھنے کا بھی حکم وہی ہے جو مذکور ہوا۔ یہ عام بلا اس زمانے میں پھیلی ہوئی ہے اور لوگ اس میں مبتلا ہیں

(ابو رشید سمیع عفی عنہ ۱۷)

وغیرہ میں مشہور ہے مختصر یہ کہ قیدار اکثر شکار کرنے کیلئے جنگل میں جایا کرتے تھے قوم
جن کی خوبصورت عورت انسان کی شکل میں آکر ظاہر ہوتے اور تحفہائے بادشاہانہ
آپ سے پیش کش کرتے اور کہتے ہم بادشاہ کی لڑکیاں ہیں ہم کو قبول کر جب یہ ان
سے کلام کرنے کی خواہش کرتے ہر طرف سے ندا آتی اے قیدار تو وصی اسمعیل
علیہ السلام ہے۔ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تیری پیشانی میں جلوہ گر ہے۔
مت رکھ اس کو تو مگر رحم حلال میں خصوصاً قوم بنی اسمعیل علیہ السلام سے جو عورت
مسلمہ ساکن عرب ہو اس کو نکاح کر آخر غاضرہ دختر ملک بنی جرہم کو جو مسلمہ تھی۔
قیدار نے نکاح کیا جس سے ایک لڑکا حمل نام پیدا ہوا اور وہ تابوت سکینہ
حضرت قیدار بن اسمعیل علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام کے پاس تھا۔ ہاتف
غیبی نے خدا کی جانب سے قیدار کو یہ ندا کی کہ اے قیدار تمہارے دادا ابراہیم
خلیل اللہ علیہ السلام کے دو نشانیاں ایک تابوت سکینہ دوسرا نور محمدی صلی اللہ علیہ
وسلم تمہارے ہی پاس ہے۔ میں نے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دیا جو صلباً
عن صلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک منتقل ہوتا رہیگا۔ تم کو کافی ہے۔ اسلئے
تم تمہارے برادر عمزاد یعقوب المعروف بہ اسرائیل بن اسحٰق بن ابراہیم علیہ السلام
کو تابوت سکینہ پھر کر دو تا تمہارے جد کی نشانی ان کے پاس رہے۔ اور تم عہد نامہ
کو جو تابوت سکینہ میں ہے۔ اٹھا کے اپنے پاس رکھو اور اپنی اولاد کو صلباً عن صلب
دیتے آؤ تاکہ اس عہد نامہ کے موافق نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح اسلام
سے منتقل کرو جب قیدار نے ہاتف سے سنا تابوت سکینہ سے عہد
نامہ کو اٹھا لیا اور مکہ سے کنعان ملک شام کو معہ تابوت آئے اور کنعان کے
قریب پہونچے پس تابوت سکینہ سے آواز مہیب نکلا کہ یعقوب علیہ السلام
معہ فرزندوں کے سنے اور یعقوب علیہ السلام اولاد کو کہے کہ اے فرزندو میرا
تایا زاد بھائی قیدار بن اسمعیل علیہ السلام معہ تابوت سکینہ آتا ہے۔ اس کی تعظیم
کو اٹھو اور استقبال کرو پھر قیدار اور یعقوب علیہ السلام نے بعد سلام علیکم

کے معانقہ کئے پس قیدار نے تابوت سکینہ کو یعقوب علیہ السلام کے سپرد کیا
کما ہو مذکور فی کتب التواریخ کالمعارج وغیرہ ۔ تابوت سکینہ اولاد یعقوب علیہ السلام
جو بنی اسرائیل ہیں ۔ بطناً عن بطن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہنچا حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے اس میں اپنی نعلین اور عصا رکھے اور ہارون علیہ السلام نے اپنا
دستار مبارک رکھے پھر اس کو مقفل کیا اس کا مفصل قصہ کتب تواریخ اور سورۃ
بقرہ میں تحت آیت ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم و بقیۃ مما ترک
ال موسیٰ وال ھارون تحملہ الملٰئکۃ ۔ آلایۃ کی تفسیر میں ہے ۔ بعد اس کے قیدار
مکہ معظمہ میں آیا بوقت وفات اپنے فرزند حمل کو وصیت کی کہ تو اسلام پر قائم رہنا
اور نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو تیرے میں جلوہ گری اس کی احترام کرا ور مت رکھ اس
کو مگر رحم حلال نکاح اسلام سے الحاصل ابراہیم علیہ السلام سے سرور دو جہان صلی
اللہ علیہ وسلم تک حضور کے آباء کرام موحد و مسلم تھے ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ
بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن
لوی بن غالب فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر
بن نزار بن معد بن عدنان بن اد بن ادد بن یسع بن ہمیسع بن سلامان بن حمل بن
قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم ان احادیث سابقہ سے عموماً معلوم ہو گیا ۔ کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد ابراہیم تک ابراہیم سے آدم علیہ السلام تک سب
مسلمین سے تھے ان میں سے بعض اجداد کے مسلمان ہونے کی تصریح احادیث
شریفہ میں وارد ہے ۔ روایت ہے ۔ ابن حبیب سے فرمایا ابن عباس رضی
اللہ تعالےٰ عنہما نے عدنان اور معد اور ربیعہ اور مضر اور خزیمہ مسلمین سے تھے
پس نیکی سے ان کو یاد کرو ۔ اور امام سہیلی روضۃ الانف میں مروی ہے ۔
کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الیاس مومن تھے ۔ اور الیاس فرماتے تھے
کہ میں اپنے صلب میں سنتا ہوں ۔ تلبیہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور
روایت ہے ۔ ابن سعد سے کہ کعب بن لوئی نے اپنی اولاد کو جمع کر کے

خطبہ پڑھا۔ اور کہا ہمارے باپ دادا تمام مسلمان تھے۔ اور کفر و شرک سے پرہیز کرتے تھے تم بھی اپنا خاتمہ دین اسلام پر کرو۔ اور میری اولاد سے خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونگے۔ تم ان کی تابعداری کرو اگر میں اسوقت تک زندہ رہوں۔ تو ان کی تابعداری اور مددگاری اول کروں گا۔ کہا امام جلال الدین سیوطی نے مسالک الحنفا فی والدی المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فتثبت بھذا التقدیر ان اجداد ہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابراھیم الی کعب بن لوئی وولدہ مرۃ منصوص علی ایمانھم ولم یختلف فیھم اثنان یعنے پس ثابت ہوا اس تقریر سے کہ اجداد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ابراہیم علیہ السلام سے کعب بن لوئی اور اس کے فرزند تک یقیناً مسلمان تھے۔ اور دو شخص بھی اس قول میں اختلاف نہیں کئے۔ اور باقی رہا کلام کلاب اور قصی اور عبد مناف اور ہاشم اور عبد المطلب اور عبد اللہ والد ماجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے اسلام کا ثبوت احادیث اجمالیہ ماسبق سے واضح و ثابت ہے۔ و نیز دلائل عامہ جو حق میں اہل فترت کے ہیں۔ کافی ووافی ہے۔ اور اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام کا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تک جو طریق ثانی سے ہے۔ اس کا مجمل بیان یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام جب حکم خدا سے کعبۃ اللہ شریف بنا کئے دونوں ملکر دعا کئے وہ دعا مقبول باری ہوئی جیسا کہ سورہ بقر میں ہے۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے کر ہمکو مطیع واسطے تیرے اور اولاد ہماری سے ایک جماعت مومنوں کی واسطے تیرے بنا اور دکھا ہم کو طرح عبادت کی اور پھر آؤ اوپر ہمارے تحقیق تو ہے پھر آنیوالا مہربان اے رب ہمارے بھیج بیچ ان کے ایک پیغمبر یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان جماعت مسلمہ سے جو دو کی اولاد ہوں۔ جو پڑھے۔ اوپر ان کے آئتیں تیری اور سکھائے

ان کو کتاب اور حکمت اور پاک کرے ان کو تحقیق تو ہے غالب حکمت والا امام فخر الدین رازی اپنے تفسیر کبیر کے الجزء الاول میں ربنا وابعث فیھم ای فی الامۃ المسلمۃ رسولا منھم ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت یک سوال مقدر کے جواب میں فرماتے ہیں ان اللہ لم یزل فی ذریتھما من یعبد اللہ وحدہ ولا یشرک بہ شیئا ولم تزل الرسل من ذریۃ ابراھیم وقد کان فی الجاھلیۃ زید بن عمرو بن نفیل وقیس بن ساعدۃ ویقال عبد المطلب بن ھاشم جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعامر بن الظرب کانوا علی دین الاسلام یقرون بالابداء والاعادۃ والثواب والعقاب ویوحدون اللہ تعالیٰ ولا یاکلون المیتۃ ولا یعبدون الاصنام۔ اس کا ترجمہ بطور خلاصہ کے یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام نے ملکر دعا کی کہ ہم دونوں کی اولاد سے ایک جماعت مسلمانوں کی بنا اور ان جماعت مسلمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روانہ کر تو اس دعا کے موافق خداوند عالم نے ان دونوں کی اولاد سے جو مومنین تھے اور خدا واحد کی عبادت کرتے تھے۔ اور مشرک نہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روانہ کیا یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام عبد اللہ سے اسمٰعیل علیہ السلام تک مومن مسلمان تھے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اسحٰق اور یعقوب علیہما السلام سے دیگر انبیا بنی اسرائیل ہوئے۔ حالانکہ ایام جاہلیت میں زید بن عمرو بن نفیل اور قیس بن ساعدہ۔ اور عبد المطلب بن ہاشم دادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور عامر بن الظرب تھے مگر دین اسلام پر قائم تھے۔ قبر وں سے اُٹھنے کا اور قیامت کا اور ثواب اور عذاب کا اقرار کرتے تھے۔ اور خدا واحد کو ایک جانتے تھے اور نہیں کھاتے تھے مردار کو اور نہیں عبادت کرتے تھے۔ بتوں کی الحمد للہ والمنۃ امام فخر الدین رازی نے اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام اسمٰعیل علیہ السلام تک مومن ہونا ثابت کرتے ہیں۔ شکر اللہ سعیہ۔ مدارج النبوۃ میں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا نسب نامہ عدنان تک جو اکیس

پشت ہیں۔ فرمایا اوپر کا سلسلہ نہ فرمایا اس لئے کہ اکیس تک برابر اتفاق ہے۔ اور
اوپر عدنان سے اسمٰعیل علیہ السلام تک اور اسمٰعیل علیہ السلام سے آدم علیہ السلام
تک اختلاف ہے۔ اور تمام حضرت عبدالمطلب کا شبیہ ہے۔ مہکتی تھی ان سے
بو مشک کی اور نور محمدی ان کی پیشانی میں مانند آفتاب کے چمکتا تھا۔ اور جب اہل
عرب کو کوئی حادثہ سخت پیش آتا یا برسات نہ ہوتا۔ تو عبدالمطلب کو کوہ ثبیر پر لے
جاتے اور ان کے وسیلہ سے دعا مانگتے فوراً ان کو اس حادثہ سے خلاصی
ہوتی اور برسات سے مشرف ہوتے جب وہ نور عبداللہ والد امجد کی پیشانی میں جلوہ
گر ہوا کئے کرامات وخرق عادات حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہوئے
یہاں تک کے سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم ظہور میں آئے۔

فائدہ کتاب انس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل میں ہے۔ کہ آدم علیہ السلام
جو جنت سے زمین پر آئے وہاں سے طوفان نوح تک دو ہزار دو سو بیالیس
سال گذرے تھے طوفان نوح علیہ السلام سے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی
وفات تک ایک ہزار اکاسی سال ہوئے تھے۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام
کی وفات سے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت تک دو ہزار آٹھ سے
ترانوے سال گذرے تھے۔ پس ہبوط آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کی ہجرت تک چھ ہزار دو سو سال گذرے تھے۔ اب بوقت تحریر یکہزار تین
سو پندرہ ۱۳۱۵ھ ہے۔ ہبوط آدم علیہ السلام سے اجتک سات ہزار پانسو اکتیس[1] سال
گذرے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے۔ کہ قرآن شریف کی آیت ما کان للنبی والذین امنوا ان
یستغفروا للمشرکین الآیہ حق میں ہے۔ والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ وہ آیت ابو طالب کے حق میں وارد ہے۔ نہ والدین
کے حق میں جیسا کہ امام بخاری کتاب التفسیر میں لکھتے ہیں۔ ایسا ہی تفسیر مدارک و
جلالین و ابو السعود و حسینی وغیرہ تفاسیر میں وہ جو تفسیر بیضاوی کے سورہ البقرہ
میں ولا تسئل عن اصحاب الجحیم کی تفسیر میں ہے۔ وقرء نافع ولا تسئل

[1] اب وقت طبع ثانی یہ سال ۱۳۵۳ھ ہے۔ تو گویا ۷۵۶۹ سال گزر گئے ہیں۔

لا تُسئَلُ عَلیٰ اَنَّہٗ نہی للرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام عن السوال حال الویہ۔
یعنے اصلی قرأت لا تُسئَلُ ہے۔ نافع اور یعقوب علیہم الرحمۃ جو لا تُسْئَلْ پڑھتے
ہیں۔ اس کا شان نزول حق میں والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔
اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جمہور مفسرین بنا پر لا تسئل کے بھی شان نزول والدین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں لکھتے تفسیر مدارک اور جلالین وکبیر وغیرہ
میں شان نزول کفار مراد لئے ہیں۔ اور تفسیر حسینی میں شان نزول یہود قرار
دیا ہے۔ اخطب المفسرین علامہ ابو السعود آفندی الحنفی صاحب بیضاوی
کے خیال کی تردید بدیں طور پر کی ہے۔ حملہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
عن السوال عن حال ابویہ مما لا یساعدہ النظم الکریم۔ یعنے حمل کرنا بیضاوی
کا اس کو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والدین کے استفسار
حال سے منع فرمایا اس جنس سے ہے۔ کہ نظم قرآن اس پر دلالت نہیں کرتا ہے۔
اور امام رازی تفسیر کبیر میں آیت مذکور کی شرح میں فرماتے ہیں روی انہ قال لیت
شعری ما فعل ابوی فنھی عن السوال وھذہ الروایۃ بعیدۃ انتہی ملخصاً
یعنے ایسا کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میرے والدین کے ساتھ کیا
ہوا میں نہیں جانتا ہوں پس اللہ نے اس آیت سے سوال کرنا منع کر دیا یہ روایت
بعید ہے۔ مضمون کلام الٰہی سے اور غیر معتبر ہے۔ وہ جو مسلم میں ہے۔ عن انس
رجلا قال یا رسول اللہ این ابی قال فی النار فلما قفی دعاہ فقال ان ابی وابا ک
فی النار یعنے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ کا ٹھکانہ دریافت کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا دوزخ میں ہے۔ راوی نے کہا جب واپس ہوا وہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ نے اس کو بلا کر کہا کہ میرا اور تیرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں۔ اس کا
جواب علماء کرام نے دو طور پر دیا ہے۔ پہلا جواب یہ ہے۔ علامہ شہاب
نے نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض کے فصل الوجہ الخامس من وجوہ

السب میں فرمایا حدیث مسلم ان ابی واباک فی النار اراد بابیہ عمہ ابا طالب
لان العرب تسمی العم ابا یعنے عرب کی عادت ہے۔ کہ چچا کو باپ کہتے ہیں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی عادت پر اس حدیث میں اپنے چچا ابو طالب
کو باپ کہکر فرمایا کہ وہ نار میں ہیں ایسا ہی کہا امام جلال الدین سیوطی نے مسالک الحنفاء
والدی المصطفےٰ میں دوسرا جواب ذیل میں آویگا۔ وہ جو حدیث مسلم میں ہے۔
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارۃ کی اپنے ماں باپ کی پس روئے آپ
اور ساتھیوں کو رولایا اور فرمایا کہ اجازت چاہے میں نے ماں باپ کی مغفرت کی
لئے دو بارا ذن نہ ملا اور زیارت کے لئے اذن ملا پس زیارت کرو قبروں کی وہ یاد
دلانے والی ہے۔ موت کو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ پیشتر کی احادیث سے معلوم
معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ آدم علیہ السلام تک مسلمین
ہیں اور یہ حدیث معہ حدیث بالا اس کے تضاد وارد ہوئی تو موافق قواعد حدیث
تطبیق دینا ضرور ہوا۔ اس کی تطبیق علماء نے دو طور سے دی ہے۔ جیسا
کہ امام سیوطی نے فرمایا الاحادیث وردت فی ان ابوی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی النار کلہا منسوخۃ بالوحی فی ان اہل الفترۃ لا یعذبون اوانہا
منسوخۃ ایضا باحادث کونہما فی الجنۃ یعنے جو احادیث کہ وارد ہیں۔ اس
باب میں کہ ماں باپ حضرت کے نار میں ہیں۔ منسوخ ہیں۔ قرآن سے کہ اہل
فترت کو عذاب نہیں یا منسوخ ہیں ان احادیث سے جو جنتی ہونے پر دلالت
کرتی ہیں۔ ایسا ہی امام ابن حجر مکی اپنے رسالہ میں اور علامہ برزنجی اپنے رسالہ میں
اور دیگر علماء اپنے کتب میں لکھتے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ اخبار ہیں ان میں
نسخ نہیں ہوتا اس کا جواب یہ ہے۔ کہ کہا امام نووی نے شرح مسلم کی کتاب
الفضائل میں جس کا ترجمہ یہ ہے۔ منجملہ یہ جو مسلم میں ہے۔ کہ آپ کو کسی نے خیر البریہ
ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور حدیث میں آیا ہے۔ کہ مجھے یونس بن متی سے اچھا نہ کہو
مثل ان احادیث کے منسوخ ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ اخبار ہیں اور ان میں نسخ نہیں ہوتا

جواب یہ ہے۔ کہ یہ اخبار اس طرح کے نہیں ہیں جن میں نسخ نہ ہو ورنہ یہ لازم آویگا۔ کہ
ہمارے نبی پیغمبروں سے کم رتبہ ہیں۔ اور وہ خلاف اجماع ہے۔ دوسرا جواب
علامہ حموی نے شرح اشباہ والنظائر میں فرمایا۔ فی الجمیع ما حاصلہ ان الجائزۃ ان تکون
ھذہ درجۃ حصلت لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد ان لم تکن وان یکون الاحیاء
والایمان متاخرا عن ذالک فلا معارضۃ۔ یعنے جو حضرت زندہ کرکے شرف
باسلام کے واسطے شرف دخول امت کے بعد ہے اور اقوال روایت مسلم
کا آگے کا ہے۔ پس عدم اسلام کے احادیث منسوخ ہیں۔ اور اسلام کے
احادیث ناسخ ہیں۔ ایسا ہی کہا علامہ شامی ردالمحتار حاشیہ درمختار میں اور شاہ
عبدالعزیز دہلوی کا اپنے فتویٰ میں وہ جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ شرح فقہ اکبر میں فرمایا
ہے۔ ابوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتا علی الکفر۔ یعنے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین انتقال پائے ہیں۔ اوپر کفر کے اس کے جواب
میں علماء کرام کے بہت مسلک ہیں۔ پہلا مسلک یہ ہے۔ کہ شرح فقہ اکبر کے کئی نسخے
متفرق جمع کرکے دیکھے تو اکثر نسخوں میں عبارت بالا نہیں۔ پائی گئی معلوم ہوا کہ
قلم ناسخین سے لکھی گئی ہے۔ امام صاحب سے نہیں جیسا کہ علامہ سید مرتضیٰ حنفی
حدائقۃ السعانی والدی المصطفےٰ میں اور امام ابن حجر مکی ہیتمی اپنے فتاوے میں اور
علامہ سید محمد البرزنجی المدنی اپنے رسالہ میں و دیگر علماء اپنے کتب میں لکھتے ہیں چنانچہ اب
ایک قلمی نسخہ شرح فقہ اکبر کا کتب خانہ میں مولوی صبغۃ اللہ صاحب المعروف بہ بدر
الدولہ صاحب مرحوم کے موجود ہے۔ جس میں عبارت مذکور نہیں ہے۔ حالانکہ اس
پر شرح حضرت سید محمد حسینی بندہ نواز گیسودراز قدس سرہ کے ملحق ہے۔ اس
میں بھی عبارت مذکور نہیں ہے۔ مسلک دوم یہ ہے۔ کہ کہا علامہ برزنجی نے اپنے
رسالہ میں کہ شرح فقہ اکبر کے اکثر نسخوں میں ابوا رسول اللہ علیہ وسلم ماتا علی الکفر پایا نہیں
جاتا بالفرض پایا جاوے احتمال ہے کہ ما ماتا علی الکفر ہو قلم ناسخین سے ما سہواً
چھوٹ گیا اس کا یہ مطلب ہوا کہ نہیں انتقال پائے والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

گئے اور پر کفر کے بلکہ اسلام پر رحلت کئے مسلک سوم یہ کہ باوجود اثبات عبارت
مذکور مدعائے اسلام ابوین کے معنے کو ہرگز مخل و مضر نہیں کیونکہ یہاں مضاف محذوف
یعنے ماتا علی زمن الکفر یعنے انتقال پائے کفر کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے مبعوث ہونے سے آگے جو زمانہ فترت تھا جیسا کہ کہا علامہ شامی نے رد المحتار
حاشیہ در مختار میں زمان فترت سے مراد دو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کا زمانہ
ہے۔ جو احکام نبی سابق کے مفقود ہوں جو لوگ کہ زمان فترت میں ہیں نزدیک
جمہور شافعیہ و اکثر حنفیہ کے اہل نجات سے ہیں۔ چنانچہ آیہ کریمہ وما کنا معذبین
حتی نبعث رسولاً اسی پر مشعر ہے۔ اور علامہ سید مرتضی حسینی قادری زبیدی
حنفی صاحب عقود الجواہر المنیفہ فی ادلۃ مذہب الامام ابی حنیفہ نے حدیقۃ
الصفا فی والدی المصطفیٰ اور الانتصار لوالدی النبی المختار ان ہر دو رسالوں میں
اسلام ابوین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدلائل و براہین جلیہ سے صراحتاً ثابت کر
دی ہے۔ ان ہر دو رسالوں سے راقم نے حدیقۃ الصفا فی والدی المصطفیٰ انتخاب
کی ہے۔ اس میں امامنا و قدوتنا و ہادینا امام المجتہدین و قدوۃ التابعین سراج الامہ
کاشف الغمہ حضرت امام الاعظم ابو حنیفۃ النعمان ادام اللہ تابعہ فی روضۃ الجنان
وجعل مجلتہ سعادۃ الدارین ونیل السرور ومن لم یجعل اللہ نوراً فمالہ من نور رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی کتاب متبرکہ الموسوم بہ فقہ الاکبر کی عبارت بالا میں خوب تنقیح کی ہے
اور علماء کرام و عرفاء عظام کے مسلک کو موافق داب علماء و طریق فضلاء زیب
رقم کی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود
اسلام ابوین شریفین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں۔ شکر اللہ سعیہ و نیز
علامہ سید محمد البرزنجی المدنی نے اپنے رسالہ میں اس مقام پر خوب تفصیل کی ہے
اور امام صاحب کی عبارت بالا کی عمدہ تنقیح کی ہے۔ چنانچہ یہ تحریر بعینہٖ میرے
پاس موجود ہے۔ فانظر ثمہ اور شاہ عبد العزیز دہلوی کا فتویٰ اس بارے میں بے نظیر
ہے۔ وہ جو ملا علی قاری شرح فقہ اکبر وغیرہ میں والدین شریف کے عدم اسلام

پر زور مارے ہیں۔ اور خاص اس مضمون پر ایک مطول رسالہ مسجع و مقفی لکھے اس کا
جواب یہ ہے۔ کہ ان کی تحریر خاص نزدیک علماء کے اس مسئلہ میں قابل قبول نہیں
حق یہ ہے۔ کہ اس دعوی کو پایہ ثبوت تک نہ پہنچا سکے غرض صحیح یہ ہے۔ کہ ان
کو اس مسئلہ میں لغزش ہو گئی پس بسبب اس بے ادبی کے جو جو مضرتیں ان کو پہنچیں
کتب میں مسطور ہیں۔ بدر الاسفر شرح فقہ اکبر میں ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے ملخصاً
کہ اللہ جزائے خیر دیوے ان لوگوں کو جو والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے اسلام پر گئے ہیں۔ اور رد کئے مخالف پر اس میں اشارہ ملا علی قاری کی
تردید کا ہے۔ اور علامہ سید محمد برزنجی نے اپنے رسالے میں لکھا ہے۔ جس کا ترجمہ
یہ ہے۔ کیا عمدہ کہے فقیہ محمد بن مرعشی رحمۃ اللہ ملا علی قاری کے حق میں کہ ان سے
تعجب ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی تکفیر میں محل اور قافیہ دار
کلام بنا کر ایک رسالہ لکھے اغلب یہ ہے۔ کہ ہرات کی سردی نے ان کے سر میں اثر
کی جس سے ان کی عقل پریشان اور مختل ہو گئی۔ اور علامہ شیخ الاسلام حنفی محدث
شرح صحیح بخاری کے چھٹویں جلد میں فرماتے ہیں۔ بیفائدہ ضائع کیا اوقات نفیسہ
کو وہ شخص مراد اس سے ملا علی قاری ہیں۔ جو کفر والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں
ایک رسالہ بنایا اور علو ہمت اس مدعائے خطیر میں خرچ کیا نعوذ باللہ من الزیغ و
الزلل و من مکاید النفس پناہ مانگتے ہیں ہم کجی اور لغزش اور مکاید نفس سے تتمہ کلامہ مرام
الکلام میں مولانا عبد العزیز صاحب پرہاری تحریر کرتے ہیں۔ کہ جب قاری نے
شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین کے والدین کی تکفیر میں رسالہ لکھا اور امام سیوطی کے
بعض رسائل کا رد کئے اور رات کو اس نیت سے سوئے کہ صبح اسے مشتہر
کرونگا۔ تو صبح کے اٹھتے ہی سیڑھی سے پاؤں پھسلا اور ٹانگ ٹوٹ گئی اور اسی شب
شیخ شہاب الدین ابن حجر مکی نے خواب میں دیکھا کہ ملا علی قاری کعبہ کی چھت
پر چڑھ کر گر پڑے ہیں۔ اس کی تعبیر علامہ نے یوں کی کہ قاری کو یہ رنج و تعب بوجہ
اہانت والدین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچا افسوس ہے۔ کہ قاری صاحب

باوجود اس تنبیہ کے باز نہ آئے اور جرأت کر کے اس رسالہ کو علامہ ابن حجر مکی ہیتمی کے پاس بھیجا ابن حجر مکی نے ان کے رد میں ایک بڑا لمبا چوڑا رسالہ لکھا اور قاری صاحب اسی بیماری میں انتقال کر گئے۔ ایسا ہی لکھا ہے۔ یہی علامہ مذکور نے اپنے رسالہ سجون الجواہر میں من ارشاد الغبی ملخصاً اور خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر میں علامہ محمد بن فضل اللہ لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری نے ایک رسالہ مشتمل بر اساءت والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکھا اگر یہ رسالہ نہ لکھا جاتا تو قاری کی حجم تالیفات وتصنیفات سے دنیا مملو ہو جاتی اور بعضوں نے کہا کہ ملا علی قاری نے اس مسئلہ سے آخر عمر میں رجوع کی اور اسلام آباء کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقر ہوئے من ارشاد الغبی ملخصاً حاصل کلام وغایۃ المرام یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء اکرام آدم وحوا علیہما الصلوۃ والسلام سے حضرت عبد اللہ وآمنہ رضی اللہ عنہما تک مسلمین ہونا آیات شریفہ واحادیث لطیفہ واقوال فقیہہ سے ثابت ہے۔ خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کو معاذ اللہ کفر وشرک ودوزخ سے نسبت کرنا خلل انداز ایمان ہے۔ کیونکہ ان کی تکریم وتعظیم لازم اور بے تعظیمی شرعاً حرام ہے۔ اور شفائے قاضی عیاض میں ہے۔ کہ سلطان عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کے روبرو سلیمان ابن سعد جو ان کا منشی تھا۔ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین معاذ اللہ غیر مسلم تھے۔ سلطان عمر ابن العزیز بہت غضبناک ہوئے اور اس کو کام سے نکال دئے۔ پس نسبت کرنا والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ کفر وبرائی کے باعث ایذاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ مومن کو اس سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا باعث کفر ولعنت کے ہے علامہ قسطلانی مواہب اللدنیہ میں اور شیخ عبد الحق دہلوی ما ثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں۔ والحذر الحذر من ذکرهما بما فیه نقص فان ذلک قد یؤذی النبی صلی الله علیه وسلم لان العرف جار بانه اذا ذکر ابی الشخص بما ینقصه او وصف بوصف به وذلک الوصف به نقص تاذی ولده بذکر ذلک المخاطبة ۔ یعنی واجب

ہے۔ پرہیز کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کسی قسم کے عیب لگانے سے کیونکہ یہ ایذا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بسبب اس بات کے کہ عرف جاری ہے۔ کہ جب کسی آدمی کے روبرو اس کے والد کا عیب کریں یا ایسی تعریف کریں کہ جس سے اہانت اس کے باپ کی نکلتی ہے۔ تو اس سے فرزند کو سنتے ہی ایذا ہوتی ہے۔ اور اس کے ذیل میں امام قسطلانی نے کہا۔ ولا ریب ان اذاہ علیہ السلام کفر یقتل فاعلہ ان لم یتب عندنا یعنے اس میں شک نہیں کہ ایذا دہندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفر ہے۔ قتل کیا جاوے گا۔ ایذا دہندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک اگر توبہ نہ کرے۔ (بشرطیکہ احکام شریعت جاری ہوں) اور امام سیوطی مسالک الحنفاقی والدی المصطفےٰ میں اور علامہ حموی شرح اشباہ ونظائر میں اور علامہ برزنجی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں۔ سئل القاضی امام ابوبکر ابن العربی احد ائمۃ المالکیۃ عن رجل قال ان ابا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النار فاجاب بانہ ملعون لقولہ تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا ولا اذی اعظم من ان یقال ابوہ فی النار یعنے امام قاضی ابوبکر ابن العربی سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی کہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ناری ہیں۔ تو اس کا کیا حکم ہے۔ امام مذکور نے فرمایا وہ ملعون ہے۔ بحکم اس آیت کے تحقیق جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو البتہ لعنت کرتا ہے۔ اللہ انہوں کو دنیا اور آخرت میں اور تیار رکھا ہے۔ ان کو عذاب درد ناک اس سے بڑھ کر کیا ایذا ہو گی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کو ناری کہا جاوے۔ اور مولوی باقر آگاہ مدراسی مرحوم اپنی کتاب ہشت بہشت میں جو مقبول خاص و عام ہے۔ اور جوش عشق سے مملو ہے۔ سو سال کے آگے اسلام آباء اکرام کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔ اہل سنت وجماعت کے لئے کافی ووافی ہے۔ وہ ابیات معظم یہ ہیں۔

وہ نور جگت کا سرمایہ
اصلاب ستی ارحام طرف
میں کہتا ہوں ہیں کچھ مجمل
سب نانی انکی اور نانیاں
تھے جو سخاوت میں یکتا
تھے حسب و نسب میں بے پیوند
ہر قرن میں وہ تھے سب کے زیں
سب مومن مسلم اہل سداد
اس بات سے کچھ مت کر شک
تو مت کر اس کا کچھ پروا
کر دور اسے گر ہے قدرت
وہ سلطان اہل تمیز
کوئی بے ڈھنگ بولا عبداللہ

املاک و رسل کا پیرایہ
گر بولیگا وہ سب احوال
رکھ اس کو دل میں جی دل
حق ان کو زنا سے رکھا تھا بچن
تھے فضل شجاعت میں یکتا
بھی فخر و وفا اور حلم و حیا
سب لوگ تھے ان وہ تھے ہیں
تھے مومن پاکاں وہ سارے
دل جیو کے اندر اس کو رکھ
گر آیا کوئی تکرار ابر
یا ترک تو کر اسکی صحبت
تھی جس کی خلافت لے دلبند
کچھ نہیں تھا ایمان سے آگاہ
باہر اس کو کر ایا مجلس سو

خوش آتا تھا عز و شرف
تو بولنا ہو ویگا یہ مقال
سب دادے شہ کے اور دادیاں
سب بیاہ ستی پاک تھے حق
تھے علم و ادب میں بے مانند
حق لطف سوں انکو بخشا تھا
بھی تھے وہ سرور کے اجداد
آسمان شرافت کے تارے
کوئی اس کے مخالف گر بولا
اس حرف سوں اسکے توبہ کر
نزدیک عمر بن عبد عزیز
ان چاروں خلفا کی مانند
وہ سلطان کرکے خوار اسکو

فقیر نے یہ رسالہ جو بطور فتوے لکھا۔ تاکہ برادران اسلام اس سوں نفع عظیم پاویں اور سرور جہان صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام و امہات عظام آدم و حوا علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے حضرت عبداللہ و آمنہ رضی اللہ عنہما تک مسلمین تھے۔ کر کے اعتقاد کریں۔ امیدوار رہونگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ہے کہ محض اپنی کرم و عنایت سے اس رسالے کو قبول فرماویں اور اس فقیر کو جو آپ کے سلسلہ کا غلام و نام لیوا ہے بنظر توجہ فرماویں اور خاص اپنے فضل کے صدقے سے مرحمت فرماویں و بس۔
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را۔ تمت ہذا الجواب واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب
المرقوم ۲۷ ماہ رمضان المبارک ۱۳۱۲ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مطابق ۱۹ فروری

۱۲۹۰ھ بتاریخ ... شنبہ۔ کتبہ العبد الضعیف الراجی الی رحمۃ اللہ الباری المسکین السید محمد عبد الغفار شاہ قادری الحنفی بنجلوری اعلی المدرس فی المدرستہ العربیۃ لجامع العلوم الواقعۃ فی معسکر بنجلور صانہ اللہ عن الفتن والشرور۔ ہذا الجواب صحیح مطابق الاعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ کتبہ خادم الطلبا القاضی الحاج السید شاہ محمد عبد القدوس قادری الحنفی بنجلوری ناظم المدرستہ لجامع العلوم الواقعۃ فی المسجد الجامع لمعسکر بنجلور۔

سید محمد عبد الغفار شاہ قادری الحنفی بنگلوری

محمد جلال قاضی عبد القدوس قادری ۱۲۸۳

ہذا الجواب صحیح بلا ارتیاب لذوی العلم واولی الالباب۔ کتبہ المسکین الآثم المفتقر السید شاہ محمد عبد الرزاق قادری الحنفی بنجلوری المتخلص بنظر صدر المدرس لمدرستہ السرکاریۃ النظامیۃ بقصبہ سنگاریڈی پیٹہ ضلع میدک المتعلقۃ لحیدر آباد دکن صانہ اللہ عن الشرور والفتن

عبد الرزاق شاہ قادری ابن جلال محمد شاہ

ہذا الجواب صحیح کتبہ الحکیم السید محی الدین حنفی بنجلوری المتخلص بہ عبرت۔ ہذا الجواب صحیح کتبہ السید حسن صانہ اللہ عن الفتن۔

ہذا الجواب صحیح کتبہ السید محمود شاہ قادری الحنفی چن پٹی۔ ہذا الجواب صحیح کتبہ محمد عظیم الدین

فتویٰ علمائے کرام شاہجہان آباد

علامہ جلیل فاضل نبیل جامع معقول حاوی منقول مخزن شریعت معدن طریقت مخادیمی مولانا مولوی سید محمد عبد الغفار شاہ صاحب قادری الحنفی بنگلوری اعلیٰ مدرس مدرسہ عربیہ جامع العلوم معسکر بنگلور نے جو یہ رسالہ ہدایۃ الغبی الی اسلام آباء

النبی لکھا ہے۔ فقیر نے من اولہ الی آخرہ مطالعہ کیا بیشک مؤلف علام نے بہت
محنت کی جو نایاب کتب سے اس مسئلہ کو مضامین شریفہ و مطالب عظیمہ سے مزین کیا ان
کی کتب بینی و لیاقت علمی کا یہ ایک نمونہ ہے۔ مجھ کو امید قوی ہے۔ کہ ان سے زیادہ
تائید مسائل دینیہ و ترویج مطالب شرعیہ کی ہوگی اور ہو رہی ہوگی۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء و بیشک
اس زمانہ میں اس رسالہ کی زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ جو کتابیں فی زماننا مطبوع ہوتی
ہیں۔ اس مسئلہ کا تذکرہ بہت کم ہے۔ اس مسئلہ کا رواج دینا مہمات و ضروریات سے ہے
جس سے شرافت عظمی و نجابت کبری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت ہوتا ہے۔
مؤلف علام نے خوب کیا کہ اس کو آیات شریفہ مع استدلال مفسرین ثبوت کر کے
احادیث کرام و اقوال آئمہ عظام و علماء فخام سے اس کو مبرہن کر دیا اور معترضین کے
اعتراض موافق داب علماء بلا طعن و تشنیع نقل کر کے عمدہ طور سے جواب دیا اور
تشفی بخش اولہ سے ہر ایک ناظر کو مسرور و مبتہج کیا اور مسلک تفصیل میں نادر حکایات
اور عمدہ روایات کو معتبر اور نایاب کتب سے نقل کر کے ثابت کر دیا کہ منشاء الٰہی یہی
تھا۔ کہ بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو باعث کائنات و فخر موجودات ہیں من آدم
و حوا الی عبداللہ و آمنہ رضی اللہ عنہم مومنین و مسلمین و مرسلین کے ارحام طیبہ سے نقل کرتے
ہوئے طیب اور طاہر ظاہر کرنا تا شرافت عظمی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء
پر ظاہر ہو چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے موافق حکم الٰہی شیث علیہ السلام سے یہی عہدنامہ
لکھوانا اس مضمون پر مدلل ہے۔ ضمناً اس تقریر کے مؤلف علام نے افضلیت خلفاء
اربعہ موافق ترتیب خلافت جیسا کہ اعتقاد اہل سنت و جماعت ہے خوب ثابت کر دی
وہ کہ آدم علیہ السلام کی انگشت شہادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اور
باقی چار انگلیوں میں خلفاء اربعہ کا نور منتقل ہونا اور تابوت سکینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی صورت کے اطراف ان خلفاء اربعہ کے صورتیں ہونا یہ شہادات صاف
پکار رہی ہیں۔ کہ فضیلت خلفاء اربعہ علی الترتیب موافق اعتقاد اہل سنت و جماعت
منشاء الٰہی ہے۔ اس میں چون و چرا کی قدرت نہیں الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے تمام آباء کرام و امہات عظام من آدم و حوا الی عبد اللہ و آمنہ مومن مسلمان ہونا ادلہ قویہ و براہین جلیہ سے ثابت و مبرہن ہے اہل سنت و جماعت کو یہی اعتقاد رکھنا چاہیے کما حرر ہذا الفاضل شکر اللہ سعیہ حررہ المسکین خادم العلماء الٰہی بخش متوطن شاہجہان آباد۔

فتویٰ علماء کرام مدراس

جمیع آباء و امہات آنجناب مقدس صلی اللہ علیہ وسلم ناجی و مومن تھے کما ذکرہ المجیب کتبہ محمود کان اللہ

محمود ۱۲۸۶

خادم شریعت قاضی عبید اللہ علاقہ مدراس

یہ جواب موافق مذہب اہل سنت کے ہے۔ عبید اللہ کان اللہ لہ

ابوین شریفین والدین ماجدین بلکہ جمیع آباء و امہات حضور اکرم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ناجی و مومن ہونا اہل سنت و جماعت کے پاس دلایل قویہ و اسانید معتبرہ سے ثابت ہے۔ از انجملہ یہ ہیں۔ جو فاضل مجیب نے نقل کئے ہیں۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء اس کے خلاف میں تحریر و تقریر کرنی ضعف ایمان و عدم محبت کی علامت ہے۔ کتبہ المسکین غلام رسول عفی عنہ

غلام رسول ۱۳۱۰

فتویٰ علماء کرام نوتہ ضلع راولپنڈی

المجیب مصیب۔ خادم العلماء سلطان احمد۔ الجواب صحیح۔ غلام محمد مدرس مدرسہ دار العلوم نوتہ ہذا ابو الحق عفی عنہ

المجیب مصیب	الجواب صحیح	
ہر جا کہ بنگری ہمہ نور محمد است	تاج محمود مہتمم مدرسہ	محمد علیبی مدرس دوم
ناظم مدرسہ دار العلوم نوتہ	دار العلوم نوتہ	مدرسہ دار العلوم نوتہ

فتویٰ علماءِ کرام بریلی:۔ بحمد اللہ والمنۃ یہ رسالہ بہت ہی عمدہ اور خوب ہے لہٰذا چند سطور اس میں تحریر کی جاتی ہیں۔ اس کا نام بلحاظ تاریخ "شمول الاسلام لاصول الکرام"

کتبہ عبیدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ عبد المصطفیٰ احمد رضا خان

الجواب صحیح — محمد رضا خان قادری ۱۳۱۲ محمد عبد الرحمٰن عمر

الجواب صحیح — محمدی حنفی قادری ولد مولوی محمد رضا خان محمد حامد رضا خان

الجواب صحیح — محمد سلطان احمد خان

الجواب صحیح — محمد شاہ
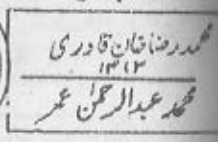
فتویٰ علمائے کرام بھیرہ علاقہ پنجاب:۔ ہذہ المسئلۃ محققۃ عن العلماء الراسخین ان جمیع الآباء والامہات النبی الکریم الی آدم علیہ السلام من المومنین واحادیث للمسلم التی توہم خلافہا منسوخۃ کما بسطہ فی التاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس للعلامۃ حسین بن محمد دیار بکری وقالوا ان آزر عم الخلیل علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام وابوہ تارخ من المسلمین والمواحدین ونور الشریفۃ ازالت منتقل من الساجدین فیکفی فی ہذہ الرسالۃ المتبرکۃ الموسوم بہدایت الغبی الی اسلام آباء النبی فلاشک ان مولفہ من الفاضلین والعلماء الکاملین ایدہ اللہ تعالیٰ فی یوم الیقین بحرمۃ النبی واصحابہ المتقین حررہ الفقیر عبد القادر المعروف بہ غلام قادر الحنفی مذہباً والقادری طریقۃً والبہروی وطناً لاہوری اقامۃً

فتویٰ علماءِ کرام عظیم آباد:۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء اجداد سب مسلمان تھے علماء کرام کا اسی پر فتویٰ ہے۔ جیسا کہ فاضل ہذا نے لکھا ہے۔ شکر اللہ حررہ العبد الذلیل محمد وحید المدعو بہ غلام صدیق سنی الحنفی الفردوسی عفی عنہ ذنوبہ۔

فتویٰ علماءِ کرام حیدر آباد دکن:۔ بیشک حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام واجداد عظام من آدم الی عبد اللہ کلہم اہل اسلام تھے اور یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت ہے اور یہ بدلائل قویہ وبراہین جیدہ ثابت ہے تعجب ہے کہ علامہ عجیب ہے اس رسالہ میں لکھی جزاہ اللہ خیر الجزاء حررہ

العبد السید محمد یحییٰ الحنفی القادری الحیدر آبادی عفی عنہ

ہذا الجواب صحیح — رحمۃ اللہ ملک ۱۲۴۵

الجواب صحیح الٰہی بخش صدر مدرس مدرسہ ابو العلائی آغائی

ضمیمہ

فائدہ نفیسہ ملخصہ از رسالہ شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام مصنفہ مجدد مائۃ حاضرہ ۱۳۱۵ھ

مولانا مولوی احمد رضا خانصاحب
عفر اللہ لہ

ظاہر عنوان باطن ہے۔ اور اسم آئینہ مسمّی الاسماء تنزل من السماء سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ جب میری بارگاہ میں کوئی قاصد بھیجو تو اچھی صورت اچھے نام کا بھیجو (بزار فی مسندہ و طبرانی فی الاوسط بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ) نیز آپ فرماتے ہیں سرزمین کو اس کے نام پر قیاس کرو۔ (رواہ ابن عدی) عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں۔ آپ اچھے نام کو دوست رکھتے (رواہ الامام احمد والطبرانی والبغوی فی شرح السنۃ) آپ بُرے نام کو بدل دیتے (ترمذی) جب کسی کا بُرا نام سنتے اس سے بہتر بدل دیتے۔ (طبرانی) آپ جب کسی شہر میں تشریف لے جاتے اس کا نام دریافت فرماتے اگر خوش آتا مسرور ہو جاتے اور اس کا سرور روئے پُر نور میں دکھائی دیتا اور اگر ناخوش آتا ناخوشی کا اثر روئے اطہر میں نظر آتا (رواہ ابو داؤد) بسوز اچشم حق بین سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ مراعات الہیہ کے الطاف خفیہ دیکھو۔ آپ کے والد کا نام پاک عبد اللہ کہ افضل اسمائے اصدق ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ احب اسمائکم الی اللہ عبداللہ و عبدالرحمٰن تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ پیارے نام عبداللہ و عبدالرحمٰن ہیں۔ (مسلم و ابو داؤد اور ترمذی و ابن ماجہ بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک آمنہ کہ امن و امان سے مشتق ہے۔ اور ایمان سے ہم اشتقاق ہے۔

آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب شیبۃ الحمد کہ اس پاک ستودہ مصدر سے

طیب واطہر مشتق محمد و احمد حامد محمود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے کا اشارہ
آپ کی جدہ ماجدہ دادی، فاطمہ بنت عمرو بن عابد اس پاک نام کی خوبی اظہر من الشمس
ہے۔ حدیث میں حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کی وجہ تسمیہ یوں آئی ہے کہ
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انما سماہا فاطمہ لان اللہ تعالٰی فطمہا ومحبیہا
من النار۔ اللہ تعالٰی نے ان کا نام فاطمہ اس لئے رکھا کہ انہیں اور اس سے عقیدت
رکھنے والوں کو آگ دوزخ سے آزاد فرمایا (رواہ الخطیب عن ابن عباس رضی اللہ
تعالٰی عنہما۔)

آپ کے نانا وہب جس کے معنے عطا و بخشش ان کا قبیلہ بنی زہرا جس کا حاصل
چمک و تابش ہے۔

آپ کی نانی صاحبہ برہ یعنی نکوکار (سیرۃ ابن ہشام) یہ تو خاص اصول ہیں۔
دودھ کی ماں اول ثویبہ کہ ثواب سے ہم اشتقاق ہے۔ اور اس فضل الٰہی سے پوری
بہرہ ور۔

دودھ کی ماں دوم حضرت حلیمہ بنت عبداللہ بن حارث از قبیلہ بنی سعد کہ سعادت
و نیک طالعی ہے۔ شرف اسلام و صحابیت سے مشرف ہوئیں۔ (التحفۃ
الجسیمہ فی اثبات اسلام حلیمہ (امام مغلطائی) جب روز حنین حاضر بارگاہ ہوئیں
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے قیام فرمایا اور اپنی چادر انور بچھا کر
بٹھایا (الاستیعاب عن عطا بن یسار)

آپ کے رضاعی باپ حارث سعدی یہ بھی شرف اسلام و صحبت سے مشرف
ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اصدقہا حارث وہمام سب ناموں
میں زیادہ سچے نام حارث وہمام ہیں۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد والبوداؤد ونسائی
آپ کے رضاعی بھائی عبداللہ سعدی یہ مشرف با سلام و صحبت ہوئے۔
(ابن سعد)

آپ کی رضاعی بڑی بہن کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں کھلاتیں سینے پر لٹا کر دعائیہ

اشعار عرض کرتیں سلامتی اسلئے وہ بھی حضور کی ماں کہلائیں۔ شیما سعدیہ یعنی نشان والی علامت والی جو دور سے چمکے یہ بھی مشرف باسلام و صحابیت ہوئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت حلیمہ حضور کو گود میں لئے راہ میں جاتی تھیں۔ تین نوجوان کنواری لڑکیوں نے وہ خدا بھاتی صورت دیکھی جوش محبت سے اپنی پستانیں دہان اقدس میں رکھیں تینوں کے دودھ اتر آیا تینوں پاکیزہ بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔ جس کے معنے زن شریفہ رئیسہ کریمہ سراپا عطر آلود تینوں قبیلہ بنی سلیم سے تھیں۔ کہ سلامت سے مشتق ہے۔ اور اسلام سے ہم اشتقاق ہے (ابن عبدالبر فی الاستیعاب) بعض علماء نے حدیث انا ابن العواتک من سلیم کو اسی معنے پر محمول کیا (السہیلی) اقول:۔ کسی نبی نے کوئی ایسی آیت اور کرامت نہ پائی کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی مثل بلکہ اس سے بڑھ کر عطا نہ ہوئی یہ اس مرتبے کی تکمیل تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام کو خداوند تعالیٰ نے کنواری بتول کے پیٹ سے بے باپ کے پیدا کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیلئے تین عفیفہ لڑکیوں کے پستان میں دودھ پیدا فرما دیا ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری صلی اللہ علیہ وسلم امام ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں۔ لم ترضعہ مرضعۃ الا اسلمت سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جتنی بی بیوں نے دودھ پلایا سب اسلام لائیں۔ ذکرہ فی کتاب سراج المریدین الحلبیہ تو دودھ پلانا تھا۔ کہ اسمیں بھی یہ حیثیت ہے۔ آپکی مرضعہ کا نام پاک برکت اور ام ایمن رضی اللہ عنہا کنیت کہ یہ بھی یمن و برکت و راستی و قوت ہے اجلہ صحابیات سے ہوئیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرماتے انت امی بعد امی تم میری ماں کے بعد میری ماں ہو۔ راہ ہجرت میں انہیں پیاس لگی۔ آسمان سے نورانی رسی میں ایک ڈول اترا پی کر سیراب ہوئیں پھر کبھی پیاس نہ معلوم ہوئی۔ سخت گرمی میں روزے رکھتیں اور پیاس نہ ہوتی۔ (رواہ ابن سعد) پیدا ہوتے وقت جنہوں نے آپکو اپنے ہاتھوں پر لیا ان کا نام پاک شفا ہے یہ شفا ام عوف والدہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کی والدہ و صحابیہ جلیلہ ہیں اور ایک بی بی جو وقت ولادت حاضر تھیں فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ یہ بھی صحابیہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہوں نے نظر انصاف دیکھنا چاہیے کہ ان مبارک ناموں کا اجتماع اتفاقی نہیں بلکہ عنایت ازلی نے جان جان کر یہ نام رکھے پھر مقام غور ہے کہ جو ان پاک گودوں کے نام سے بھاگے وہ کس جگہ کے کام والوں یعنی کفر شرک والوں کو محفوظ رکھیگا۔ حاشا اللہ اللہ وہ ایمان مسلمان کہلایا ہے

۷۸۶

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا!!
تیری نسلِ پاک کا ہے بچہ بچہ نور کا

کتاب مستطاب

المسمّٰی

نور الہدٰی فی آباء المصطفٰی

من تصانیف

فقیہہ العصر حضرت مولانا مولوی علی احمد صاحب چشتی سیالوی

بہ تصحیح تام

عمدۃ الفقہا مولانا غلام رسول صاحب گوہر ایڈیٹر ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور

ناشر

مکتبہ انوار الصوفیہ۔ قصور (کوٹ عثمان خاں)
ضلع لاہور

تقریظ

(از عمدۃ الفضلاء رئیس الفقہا علامۂ زماں حضرت مولانا غلام رسول گوہر

جماعتی نقشبندی ایڈیٹر ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور)

حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کی بحث بلحاظ ان کے ایمان کے قدیماً و حدیثاً مختلف فیہ
۔ اس موضوع میں علماء متقدمین و متاخرین نے بہت اختلاف کیا ہے ۔ مگر اکثر علماء جن کے علم و فضل
آفتاب ساری اسلامی دنیا کو علماً و عملاً منور کر رہا ہے ۔ انہوں نے اپنی تصنیفات و رسائل میں دلائل و براہین
پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ حضور پُرنور شافع یوم النشور احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب اور آپ کی والدہ ماجدہ طاہرہ حضرت آمنہ
وہب مومن ، نجات یافتہ اور جنتی ہیں ۔ علماء سابقین کی اس موضوع پر عربی یا فارسی زبان میں کتابیں
جن سے علماء ہی استفادہ کرتے ہیں ، عوام جنکو عربی فارسی کا علم نہیں ہے ، ان کتب کو پڑھنے سے فائدہ
کیا ۔

میرے مشفق دوست حضرت مولانا علی احمد صاحب چشتی خطیب جامع مسجد چک ۳۵ جنوبی ضلع
و دھا نے خلوص نیت سے عامۃ المسلمین کے عقیدہ کو صحیح کرنے اور رب تعالیٰ سے ثواب پانے کی نیت سے
حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابوین کے ایمان کو ثابت کرنے کے مسئلہ کو اپنی کتاب "نور الہدیٰ فی
ابوا المصطفیٰ" میں دلائل و براہین عقلیہ و نقلیہ سے بڑی تفصیل و وضاحت سے حوالہ قلم کیا ہے ۔ اس
کتاب کی تصنیف میں تمام عربی اور فارسی منظوم و منثور کتب و رسائل سے جنکو متقدمین و متاخرین سے
ان علماء نے تصنیف کیا ہے ، استفادہ کیا ہے ۔

اپنی کتاب کو مولانا نے کئی ابواب پر منقسم کیا ہے ۔ ہر باب میں آپ کے ابوین بلکہ حضرت آدم علیہ السلام
حضرت حوا علیہا السلام تک آپ کے تمام آباء و امہات کی کفر و شرک کی دناءت و نجاست سے طہارت و نظافت
متعلق جس چیز کو شروع کیا ہے اس پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور مستند اور مستداول بین العلماء کتب کی عبارات سے
کو مؤید و مثبت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ، مولانا نے کتب متعددہ اور روایات متکثرہ سے

ثابت کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہ صرف ابوین ہی ایمان دار ہیں بلکہ آپ کے جمیع آباء و امہات دولتِ ایمان سے مالا مال ہیں اور ان سے کوئی بھی مشرک و کافر نہیں ہوا، سب توحید کے قائل اور ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ آپ نے اس کا استدلال آیہ کریمہ و تقلبک فی الساجدین سے کیا ہے کہ ساجدین سے مراد مومنین و مسلمین ہیں اور تقلب سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے آبا کی پشتوں اور امہات کے رحموں میں قرناً فقرناً منتقل ہونا ہے۔ اس کی تائید و تقویت میں بہت حدیثیں باسناد پیش کی ہیں اور ان کا ماخذ و مخرج بھی بیان کیا ہے اور منکرین و مخالفین کے سوالات و اعتراضات نقل کر کے ان کے مسکت جواب بھی دیئے ہیں۔ میں نے اس کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھا ہے، اس لئے کہ مولانا نے اس کتاب کو میرے توسط سے چھپوایا ہے۔ میں نے اس کا مسودہ پڑھا اور پھر کتابت کے بعد کاپیوں کی تصحیح کی۔ اس کے بعد چھپنے سے قبل اس کا پروف بھی پڑھا، اس لئے میں پورے وثوق اور اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ اہلسنت وجماعت کے لیے یہ کتاب بڑی مفید اور ایمان کو تازہ اور درخشاں کرنے والی ہے۔ اس کا ایک ایک نسخہ ہر محب رسول کے گھر میں ہونا لائق ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب کا صدقہ حضرت مولانا کی یہ سعی مشکور فرمائے اور مسلمانوں کو اس کتاب کے پڑھنے کا شوق اور خریدنے کی توفیق ہو۔ اس پرفتن زمانہ میں کہ مادیات کی بادِ صرصر چل رہی ہے اور روحانیات کے چراغ ٹمٹما رہے ہیں۔ ایسی کتابوں کا پڑھنا از بس ضروری ہے۔

هو القادر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى عَبْدِهٖ وَرَسُوْلِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

خاکپای درویشاں عاصی پر عیب و معاصی فقیر علی احمد بن مولوی سلطان احمد طبیب مرحوم و مغفور نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہٗ مولداً سکنہ ملکھانوالہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ الآن مسکناً چک ۴۵ جنوبی مضافات ضلع سرگودھا جمیع برادران اہل اسلام کی خدمت میں گذارش کرتا ہے۔ بعض اہل اسلام کا عقیدہ دربارہ ابوین شریفین جناب سرور کائنات فخر موجودات خاتم الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین حبیب رب العالمین حضرت محمد رسول اللہ علیہ التحیۃ والسلام ما دامت اللیالی والایام کے متعلق نہایت بے ادبانہ اور بعید گستاخانہ ہے۔ اعاذنا اللہ منہا کہ وہ دونوں بالا مشرک و کافر اور جہنمی ہیں۔ لہذا اس عاجز نے اس مسئلہ کی تحقیق شروع کر دی اور عرصہ دراز تک مختلف تفاسیر واحادیث کی دیکھ بھال کی گئی الحمد للہ کہ کئی سال کی محنت اور تفاسیر واحادیث کے مطالعہ سے ان کا ایمان اور نجات ثابت ہو گئی۔

ایک اور گروہ کثیر مفسرین و محدثین فقہا و متکلمین علمائے راسخین فی الدین کے نزدیک ان کا ایمان و نجات ثابت ہے اور ان کے دلائل بے حد قوی قابل قبول ہیں۔ طالب حق کے لئے یہی بات قابل اعتماد اور اقرب الی الصواب ہے۔ اس واسطے اس ناچیز قلیل البضاعۃ نے بغرض اصلاح اور ہمدردی اور خیر خواہی برادران اسلام کے مسئلہ ابوین گرامی کے تحریر

کرنے کی جرأت کی ہے۔ انشاء اللہ مجھے قوی امید ہے۔ میرے دینی بھائیوں سے اہل سعادت و ارباب بصیرت کو یہ تالیف لطیف مشعل ہدایت کا کام دے گی، اور ان کی راہبری کا کام کرے گی اور حضور پُر نور کے والدین گرامی کے متعلق ان کی غلط فہمی دُور ہو جائے گی۔ اگر چند برادران دینی کو اس کے مطالعہ سے فائدہ پہنچا تو میری محنت رائیگاں نہ ہوگی اور مجھ عاصی کو نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشنودی سے خاتمہ بالخیر کی سعادت نصیب ہوگی۔ باللہ التوفیق هو الموفق للصواب۔

میں نے اس رسالہ کا نام نور الهدیٰ فی اباء المصطفیٰ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ میری کوشش قبول فرمائے آمین یارب العلمین بحرمۃ طٰہٰ و یٰسین۔

غرض نقشے است کز ما یاد ماند!	کہ ہستی را نمے بینم بقائے
مگر صاحب دلے روزے برحمت	کند در حق ایں مسکیں دعائے

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ، و نور عرشہ،
و مظہر لطفہ محمد و آلہ و اصحابہ و اولیاءہ و
اشیاعہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

سبب تالیف کتاب ھذا

رواہ الشیخین عن ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ قال لولا آیتان انزلھما فی کتاب اللہ ما حدثت شیئا ابداً قولہ تعالیٰ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات و الھدیٰ من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ و یلعنھم اللاعنون (سورۃ البقرۃ پ۲) وقولہ تعالیٰ: واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ فنبذوہ وراء ظھورھم (آل عمران پ۴)

بخاری و مسلم نے سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اگر قرآن مجید اور فرقان حمید میں یہ دو آیات بینات موجود نہ ہوتیں تو میں کبھی احادیث بیان کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جو لوگ اس چیز کو چھپاتے ہیں جو ہم نے نازل کی ہے۔ کھلی کھلی آیات اور ہدایت سے پیچھے اس بات کے کہ ہم نے اس کو قرآن مجید میں لوگوں کی راہ نمائی کے لئے بیان کیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اور لعنت کرنے والوں نے لعنت کی ہے۔ دوسری آیت یہ ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے عہد و پیمان ان لوگوں سے جنکو کتاب دی ہے (مانند یہود و نصاریٰ کے البتہ ضرور بیان کرو تم لوگوں پر (نعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو) اور اس کو چھپانے کی کوشش نہ کرو (ازراہ حسد و عناد کے) ان لوگوں نے اپنے عہد و پیمان کو پس پشت ڈال دیا۔ تفسیر خازن میں ہے کہ اس آیۂ گرامی کا نزول بحق علمائے یہود کے ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے دیدہ و دانستہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت و شمائل اور ان کی نعت شریف کو اور آیۂ رجم کو تورات شریف میں مخفی رکھا۔ قیل الایۃ علے العموم فیمن کتم شیئاً من امر الدین لان اللفظ عام والعبرۃ لعموم اللفظ لا بخصوص السبب ومعنی الکتم ترک اظہار لشیٔ مع الحاجۃ الی بیانہ بعض علمائے کرام رحمۃ اللہ علیھم نے کہا ہے۔ یہ آیۃ عام ہے۔ ہر اس شخص پر حاوی ہے جس نے امور دینی سے عمداً کسی بات کو پوشیدہ رکھا، باوجود حاجت اظہار کے۔ کیونکہ ہمیشہ عبرت

عام الفاظ سے ہوتی ہے نہ خصوص سبب نزول سے۔ کتم اور کتمان کے معانی کسی چیز کے اظہار کو ترک کر دینا باوجود اس کی حاجت اظہار کے۔ ان اللہ اوجب علےٰ علماء التوراۃ والانجیل ان یشرحوا للناس ما فی ھذا الکتابین من الدلائل الدالۃ علےٰ نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان ظاہر الایۃ انکان مخصوصًا بعلماء اھل الکتاب وھم الیھود والنصاریٰ فلا یبعد ان یدخل علماء ھذا الملۃ الاسلامیۃ فیہ لانھا اھل الکتاب وھو القرآن۔ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے علمائے یہود و نصاریٰ پر واجب کیا تھا کہ لوگوں پر ان باتوں کو واضح طور پر بیان کریں۔ جو تورات اور انجیل شریف میں نبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صدق نبوت و رسالت پر شاہد ہیں۔ اگرچہ اس آیۃ شریف کا نزول بحق علماء اہل کتاب کے ہے۔ اور یہ بات بھی بعید از قیاس نہیں۔ کہ اس حکم میں ہمارے علماء کرام بھی شامل ہوں۔ کیونکہ وہ بھی اہل کتاب یعنی صاحب قرآن مجید کے ہیں۔ قال قتادہ رضی اللہ عنہ ھذا میثاق اخذہ اللہ تعالیٰ علیٰ اھل العلم فمن علم شیئاً فلیعلمہ ایاکم وکتمان العلم فانہٗ ھلکۃ۔ امام قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ یہ وہ عہد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اہل علم حضرات سے لیا تھا۔ کہ جو شخص تم سے کسی بات کو جانتا ہو۔ وہ دوسروں کو تعلیم کرے۔ خبردار علم کے چھپانے سے بچو۔ کیونکہ کتمان علم ہلاکت اور بربادی کا باعث ہوتا ہے

ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ نے ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایۃ کی ہے۔ جو عالم کسی علم کی بات کی نسبت پوچھا گیا، مگر اس کو جان پہچان کر پوشیدہ رکھا، قیامت کو اس کے منہ میں آگ کی لگام پہنائی جاوے گی۔ اعاذنا اللہ عنھا۔

علامہ زماں سید احمد حموی شارح اشباہ والنظائر صـ۵۳ نے اور مولانا شیخ اسمٰعیل صاحب حقی مصری صاحب روح البیان صـ۱۷۷ جلد اوّل مطبوعہ دیوبند رقم طراز ہیں:۔

اعلم ان السلف اختلفوا فی ابوی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھل ماتا علی الکفر ام لا فذھب الی الاول جمع ومنھم صاحب التیسیر وذھب الی الثانی جماعۃ منھم متمسکین باحادیث دالۃ وجمع علی طھارۃ نسبا الشریف بقیتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من دنس الشرک وشین الکفر۔ وتفرد من الجمع الاول قالوا بنجاتھما من النار منھم الامام القرطبی

فاننا قال إن اللہ تعالیٰ احیاھما لہ علیہ الصلوۃ والسلام وامنا بہ۔ اے طالب حق۔ تو
اس بات کو صدق دل سے جان لے۔ کہ علمائے سلف صالحین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بد بابہ الوین
شریفین نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کے اختلاف کیا ہے۔ کیا ان کی وفات شریف کفر کی حالت میں
ہوئی ہے۔ یا نہ ایک گروہ نے قول اول کو اختیار کیا ہے۔ ان میں سے صاحب تیسیر کے ہیں۔ اور
ایک جماعت نے قول ثانی کی طرف رجوع کیا ہے۔ ان لوگوں نے ان احادیث شریف سے استدلال
کیا ہے جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف کی طہارت اور پاکیزگی ثابت ہوتی
ہے۔ شرک کی پلیدی اور کفر کی ذلت سے۔ پہلی جماعت سے بعض لوگ ان کی نجات از نار جہنم کے
قائل ہیں۔ ان میں سے امام قرطبی کی بلند شخصیت ہے۔ انھوں نے کہا ہے۔ کہ خداوند کریم نے الوین
شریفین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے زندہ کیا۔ پھر وہ ایمان لاکر زمرہ مسلمین میں داخل
ہو گئے۔ الغرض علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی کا ایمان
اور ان کی نجات تین طریقوں سے ثابت کی ہے۔ ایک گروہ علماء نے ان آیات واحادیث شریف
سے استدلال کیا ہے۔ جو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت نسبی پر دال ہیں۔ ان لوگوں نے حضور پُر نور
کے والدین گرامی سے لے کر تاسیدنا مہتر آدم صفی اللہ اور اُم البشر مائی حواء صاحبہ علیہما السلام تک
تمام سلسلہ نسب گرامی کے جملہ مرد وعورت کو کفر و شرک کی نجاست سے بری الذمہ قرار دیا ہے
وہ سب ملت توحید پر قائم تھے۔ ان سب کا دامن کفر و شرک کی آلودگی سے بالکل پاک ہے
مجدد مائتہ عاشر ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیفات میں یہی مسلک اختیار کیا ہے
(۲) علمائے کرامؒ کے ایک گروہ نے احادیث احیاء الوین شریفین سے استدلال کیا ہے۔
وہ کہتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی بعد از وفات بموقعہ حجۃ الوداع
حضورؐ کی دعاء سے زندہ کیے گئے۔ اور دعوتِ اسلام قبول کرنے کے بعد معاً فوت ہو گئے
اجلّہ علمائے ماوراء النہر سے شیخ شمس الدین کردری حنفی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قرطبی کا
یہی مسلک ہے۔
(۳) بعض علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اثبات ایمان الوین گرامی میں ذکر کیا ہے۔ کہ ہمارے
آقائے نامدار تاجدار مدنی علیہ الصلوۃ والسلام کے ماں باپ کی پیدائش زمانہ فترت انبیاء میں

میں ہوئی ہے۔ ان دونو نے حضورؐ کی بعثت کا زمانہ نہیں پایا۔ آپ کے زمانہ طفولیت میں فوت ہو گئے۔ اس لیے وُہ موافق قاعدہ اصول اسلام معذور اور سزاوار عذاب کے نہیں۔ لقولہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا بنی اسرائیل پ۱۵ اور ہم ان کو عذاب کرنے والے نہ تھے۔ یہاں تک کہ ہم رسُولوں کو مبعوث کریں بنابراں وہ دونو تحت احکام اہالیان زمانہ فترت انبیاء کے شمار کیے جاویں گے۔ اہالیان زمانہ فترت بالکل معذور ہیں، اور قابل مواخذہ کے نہیں اس احقر العباد فقیر حقیر نے اس لحاظ سے اس تالیف کو تین ابواب پر ترتیب دیا ہے۔ باب اول طہارت نسب شریف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں باب دوئم احیاء ابوین شریفین کے بیان میں۔ باب سوئم اہالیان فترت کے احکام میں۔ وللناس فیما یعشقون مذاہب اللھم امتنی علی حبہ وحب آلہ واصحابہ واولیاءہ وارزقنا شفاعتہ واستقامتہ من شربہ الاوّ ظلماء بعدہ یا رب العالمین

بحضور جناب سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد الرسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

یارسُول اللہ انت اعظم کائنات	وانت لکل الخلق بالحق مرسل
علیک مدار الخلق اذ انت قُطبہ	وانت منار الحق تعلو وتعدل
فوادک بیتُ اللہ دار علومہ	وباب منہم علیہ منہ الحق یدخل
ینابیع علم اللہ منہ منفجرت	ففی کل حین منہ للہ منہل
منحت بفیض الفیض کل مفضّل	فکل من لہ فضل منک تیفضل
تنظمت نثار الانبیاء فتاجہم	لایک بانواع الکمال یکمل
یا ۃ الامداد نقطتہ خطبہ	ویا قدوۃ الاطلاق اذ یتسل
محال یحول القلب عنک واننی	وحقک لا ارسلو ولا اتحول
علیک صلوات اللہ منہ تواصلت	صلوۃ اتصال عنک لا تفصل

باب اوّل۔ طہارتِ نسبِ نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں

(۱) قال اللہ تعالیٰ جل جلالہ فی القرآن المجید الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین

جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے۔ (سورۂ شعراء پ ۱۹)

جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے۔ نماز کو۔ اور تمہارا گردش کرنا بیچ سجدہ کرنے والوں کے

قال ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ ارادتقلبک فی الاصلاب الانبیاء من نبی

الی نبی حتی اخرجک فی ھذہ الامتہ۔

مفسر قرآن مجید سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس عم النبی رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ آیۃ تقلبک سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کا پشت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں گردش کرنا مراد ہے یعنی ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت مبارک میں نقل کرنا مراد ہے۔ یہاں تک کہ حضور پُرنور اس امت مرحومہ میں مبعوث ہوئے۔ خازن ص۱۰۱ جلد ۵ مدارج النبوت ص۸ ج اول

(۲) معالم التنزیل مصری بر حاشیہ خازن جلد پنجم ص۱۰۱ محی السنۃ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

قولہ تعالیٰ وتقلبک فی الساجدین شعراء والساجدون ھم الانبیاء قال عطاء و

ابن عباس رضی اللہ عنہما ارادوا تقلبک من نبی حتی اخرجک فی ھذہ الامتہ

اور تمہارا ساجدین میں گردش کرنا ہے اور ساجدین سے مراد حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں، عطاء اور ابن عباس خدا ان سے راضی ہو نے کہا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات عالی کا ایک نبی سے دوسرے نبی کی پشت مبارک میں گردش کرنا اور انتقال کرنا مراد ہے۔ یہاں تک کہ آپ کو اس امت مرحومہ میں پیدا کیا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ساجدین کی تفسیر انبیاء سے کی ہے۔ آپ نے قول کی تصدیق اور تائید میں عطاء اور ابن عباسؓ کی تفسیر نقل کی ہے۔

(۳) امام قاضی عیاض مالکی صاحب کتاب الشفا فی حقوق المصطفٰے مصری جلد اوّل ص۱۳ پر لکھتے ہیں:۔

قولہ تعالیٰ وتقلبک فی الساجدین قال ابن عباس رضی اللہ عنہما من نبی الی

نبی حتی اخرجک نبیا۔ اور گردش کرنا تمہارا بیچ سجدہ کرنے والوں کے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ

نے کہا ہے۔ کہ ساجدین سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نبی سے دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی پشت مبارک میں گردش کرنا مراد ہے۔ یعنی آں حضرت صلعم عالم ارواح میں ہمیشہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی پشتوں میں گردش کرتے چلے آتے ہیں۔ نسیم الریاض ترجمہ شفائے عیاض

(۴) تفسیر جامع البیان حاشیہ جلالین مجتبائی دہلی صفحہ ۳۱۴ میں ہے۔

قولہ تعالیٰ وتقلبک فی الساجدین ای تقلبک فی اصلاب آباءک الانبیاء من نبی الی نبی حتی اخرجک نبیا۔ اور گردش کرنا تمہارا بیچ سجدہ کرنے والوں کے کہا اس سے مراد حضور پُرنور صلعم کا اپنے آبا و اجداد حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی مبارک پشتوں میں پھرتے آنا مراد ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی کر کے نکالا۔

(۵) تفسیر صاوی علی الجلالین جلد سوم صفحہ ۲۹۷

تحت قول اللہ تعالیٰ وتقلبک فی الساجدین والمراد بالساجدین المؤمنون والمعنی یراک متقلبا فی اصلاب وارحام المؤمنین من لدن آدم الی عبداللہ فاصولہ جمیعاً مؤمنون۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور گردش کرنا تیرا بیچ سجدہ کرنے والوں کے۔ ساجدین سے مراد اہل ایمان ہیں۔ آیۃ ہذا کے یہ معنی ہیں۔ یا رسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ حضور پُرنور فداہ روحی کی ذات گرامی کو بیچ عالم ارواح کے ہمیشہ اصلاب آباء کرام اور ارحام امہات اہل الایمان میں انتقال پذیر ہوتے دیکھتا رہا ہے۔ سیدنا مہتر آدم صلوۃ اللہ علی نبینا وعلیہ التسلیم سے لے کر حضور پرنور کے والد ماجد سیدنا حضرت عبداللہ تک نبی صلعم کے تمام آبا و اجداد اور سب امہات وجدات معہ آپ کے والدین گرامی کے سلسلہ بسلسلہ مہتر آدم و مائی صاحبہ حوا علیہما السلام تک سب کے سب ایمان دار تھے۔ کوئی شخص ان میں سے کافر و مشرک نہ تھا۔ یہ آیۃ کریمہ آں حضرت صلعم کے تمام اصول مرد و عورت کی طہارت پر شاہد ناطق ہے۔ اکثر مفسرین کرام اور علمائے عظام نے اس آیۃ شریفہ سے جناب سرور کائنات فخر موجودات سید الکونین نبی الحرمین امام القبلتین سیدنا وشفیعنا حضرت محمد الرسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام مع آباءہم الکرام الی یوم القیام کی طہارۃ نسبی پر استدلال کیا ہے۔ بلکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اہل بیت نبوت سے مفسر قرآن سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ تفسیر ہے۔

من آنچہ شرط بلاغست با تو میگویم   تو خواہ از سخنم پند گیری خواہ ملال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جب اللہ تعالیٰ جل شانہ، نے
مخلوقات کی پیدائش کا ارادہ کیا، اس وقت اپنی قدرت کاملہ سے اپنے نور پاک سے نور نبی اکرم
علیہ الصلوۃ والسلام کو پیدا کیا۔ بعد ازاں پھر اس نور مید نحو کو خطاب کیا۔ کونی حبیبی محمداً
میرے محبوب و مطلوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ بارک وسلم کی صورت
مبارک میں جلوہ نما ہوجا۔ وہ نور پاک مہتر آدم صفی اللہ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے پانچصد
سال ایک شب روز عرش بریں کا طواف کرتا رہا، اور ہر آن خدا کی حمد و ثناء و تسبیح و تقدیس میں
مشغول رہا، خدا نے کہا۔ میں نے تیری حمد و ثناء کی کثرت سے تمہارا نام نامی اور اسم گرامی محمد
رکھ دیا ہے۔ یعنی کل دنیا کی تعریف و ثناء کے لائق بعد ازاں خالق کائنات نے حضور پر نور
کے نور گرامی سے ابوالبشر مہتر آدم صفی اللہ کا نور مبارک جدا کیا۔ اور پھر طینت حضرت آدم
علیہ السلام سے جناب سید الاولین والآخرین رحمۃ للعالمین حبیب خدا صاحب قاب قوسین او ادنیٰ
تاجدار انبیاء و مرسلین شہنشاہ معظم سرکار دو عالم نبی مدنی علیہ من الصلوات افضلہا ومن
التحیات اکملہا کا وجود مبارک بنایا گیا۔ جب رب العزت نے نور محمدی کو مہتر آدم علیہ السلام کی
پشت مبارک میں داخل کیا۔ تو ملاء اعلیٰ اس نور گرامی کے ادب و احترام اور اس کی تعظیم و توقیر
کی خاطر مہتر آدم علیہ السلام کی پشت گرامی کے پیچھے دست بستہ صفیں باندھے کھڑے
رہتے تھے۔ اور بنگاہ شوق و محبت اس نور انور کی طرف دیکھتے رہتے تھے۔ ایک روز مہتر آدم
صفی اللہ نے جناب باری سے سوال کیا، بار خدایا، یہ کیا بات ہے۔ کیوں یہ سب فرشتے میرے
پیچھے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ فقال اللہ تعالیٰ ینظرون الی نور محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم۔ حکم ہوا بلئے اشتیاق رؤیتہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرض کیا، بار خدایا
یہ تو بے حد بے ادبی اور نہایت گستاخی کا موجب ہے۔ خداوندا۔ تو اس نور مبارک و معظم کو
میری پیٹھ سے منتقل کر کے میری پیشانی میں جلوہ گر کر دے۔ جب پروردگار عالمیان نے تاجدار
مدنی علیہ الصلوۃ والسلام کے نور گرامی کو جبین آدم میں جلوہ گر کر دیا۔ سب فرشتے نور محمدی کی
تعظیم و تکریم کے لئے آپ کے مقابل صف باندھ کر کھڑے رہتے۔ ایک روز مہتر آدم علیہ السلام کے دل

مبارک میں اس نور گرامی کے دیدارِ پُر انوارِ ہمایوں کا خیال آیا۔ آپ نے دعا کی۔ یا الٰہ العالمین تو میرے دل کے راز کو بہتر جانتا ہے۔ میرا دل اس نورِ گرامی کی رویت کا بے حد مشتاق اور اس کی لقا کا آرزومند ہے۔ یا الٰہی تو مجھے اس نورِ مبارک کے دیدارِ ہمایوں سے مشرف فرما۔ تب اللہ تعالیٰ جل نے اپنے حبیبِ گرامی کا نور مبارک مہتر آدم علیہ السلام کی انگشت شہادت کے ناخن میں جلوہ گر کیا مہتر آدم علیہ السلام نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف بلند کیا۔ کہا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ اس وجہ سے یہ انگلی بنام انگشت شہادت اور مسبحہ کے نام نامی سے موسوم ہوئی۔ کیونکہ اس کے ہمراہ توحید خدا کا اقرار کیا جاتا ہے وجہ یہ ہے کہ اس کی رگ دل کے بالکل قریب ہے۔ پھر مہتر آدم علیہ السلام نے جناب ربانی سے سوال کیا۔ خداوندا کیا اس نور گرامی سے ہنوز کچھ حصہ باقی موجود ہے۔ فرمان ربانی صادر ہوا، آپ کے اصحاب خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کا نور گرامی باقی ہے۔ کہا۔ بار خدایا تو اپنے فضل عمیم سے اس کو میری دوسری انگلیوں میں انتقال فرمایا۔ تب بحکم باری تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نور گرامی انگشت وسطیٰ میں اور سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا نور مبارک انگشت بنصر میں اور سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نور گرامی انگشت خنصر میں اور سیدنا و مولانا و مولیٰ کل المومنین امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نور گرامی ابہام یعنی نر انگشت کے ناخنوں میں ظاہر کیا گیا۔ مہتر آدم علیہ السلام نے فرط محبت ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر رکھا۔ نزہۃ المجالس مصری جلد ۲ ص ۱۲۹

مواہب لدنیہ مصری ص۱۲ جلد اول۔ لما خلق اللہ حواء لتسکن الی آدم علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنی قدرت کاملہ سے مہتر آدم علیہ السلام کی بائیں پہلو کی پسلی سے ام البشر حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا۔ تاکہ آپ کی صحبت میں بود و باش اختیار کریں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ ہم جنس ہونے کی وجہ سے آپس میں مانوس رہیں۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

جب مائی صاحبہ پر مہتر آدم علیہ السلام کی صحبت کا اثر رونما ہوا، ان ایام مبارک میں قدرت ربانی نے مائی صاحبہ کے بطن مبارک سے بیس شکموں میں چالیس توام یعنی جوڑہ جوڑہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ صرف ایک مولود سعید بنام شیث علیہ السلام اکیلے تو

ہوئے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مہتر کے بعد منصب نبوت سے سرفراز کیا۔ فلما توفی آدم علیہ السلام کان شیث علیہ السلام وصیا علی اولاد آدم ثم اوصی شیث ولدہ بوصیۃ آدم ان لا یضع ھذا النور الا فی المطھرات من النساء ثم لم یزل ھذہ الوصیۃ من قرن الی قرن الی ان ادی اللہ تعالیٰ النور الی عبد المطلب وولدہ عبد اللہ۔ جب تقدیر ربانی سے مہتر آدم علیہ السلام کی وفات شریف واقع ہوئی۔ پھر آپ کی اولاد گرامی سے حضرت شیث علیہ السلام وصی مقرر ہوئے پھر آپ نے بھی اپنے بیٹے کو مہتر آدم علیہ السلام کی وصیت سے خبردار کیا، اور تاکید شدید کی۔ کہ اے میرے نور نظر اور لخت جگر آگاہ رہو۔ کہ اس نور مبارک کو پاکیزہ عورتوں کے بطون میں بوجہ حلال سپرد کریں، پھر یہ وصیت کا سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ تک متواتر جاری رہا، یہاں تک کہ خداوند کریم رؤف الرحیم نے اس نور مبارک کو حضور پُر نور کے جد اعلیٰ سیدنا عبد المطلب اور ان کی اولاد گرامی سیدنا حضرت عبداللہ والد ماجد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہ نور انور سپرد کیا

یارب صل وسلم دائماً ابداً علی روح النبی بدر الدجیٰ محمدی

معارج النبوۃ صفحہ ۲۴ جلد اول۔ چوں انوش بحد بلوغ رسید۔ شیث علیہ السلام اورا بخواند۔ گفت اے پسر من پدر من مہتر آدم از برائے حفاظت ایں نور گرامی عہد و میثاق از من بستید من نیز ایں عہد و میثاق را از تو مے ستانم۔ کہ در غیر معصومات وضع ایں نور نکنی۔ انوش قبول نمود جس وقت مہتر انوش حد بلوغت کو پہنچا، ایک روز مہتر شیث علیہ السلام نے اس کو بلا کر کہا۔ اے میرے نور نظر میرے والد محترم سیدنا حضرت آدم علیہ السلام نے مجھ سے اس نور محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی نگہبانی کے لئے عہد و اقرار لیا تھا۔ آج میں بھی حسب وصیت پدر خود تجھ سے یہ عہد و اقرار لیتا ہوں، خبردار۔ کہ اس نور گرامی کو عصمت فروش مستورات کے ارحام میں سپرد نہ کریں انوش نے بسرو چشم اس وصیت کو منظور کیا۔ ہکذا فی المدارج

حضرت ملا جلال سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مسالک الحنفاء صفحہ ۱۷ پر تحریر کرتے ہیں:۔

قال ابن عباس فی تاویل قول اللہ تعالیٰ وتقلبک فی الساجدین ای تقلبک من اصلاب الطاھرین من اب الی اب الی ان جعلک نبیاً۔ کہا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیر بیچ قول خدا کے اور گردش کرنا تیرا بیچ سجدہ کرنے والوں کے یعنی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گردش کرنا

یہ پاکیزہ پشتوں کے ایک باپ کی پشت مبارک سے دوسرے گروالد شریف کی طرف یہاں تک کہ آپ کو منصب نبوت و رسالت سے ممتاز کیا گیا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

مجدد مائیۃ عاشرۃ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نور کی وصیت کے قصہ سے اپنی تصانیف میں ابوین شریفین کے ایمان دار ہونے پر استدلال کیا ہے، بلکہ حضور پر نور سرور کائنات افضل جملہ موجودات صدر دیوان نبوت و رسالت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام سلسلہ نسب جملہ رجال و نساء تا سیّدنا مہتر آدم صفی اللہ علیہ السلام و ام المومنین سیّدۃ النساء مائی حوا علیہا السلام تک سب کا دولت سعادت ایمان سے ممتاز و مکرم ہونا بیان کیا ہے، اکثر اہل تحقیق نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔ اس واقعہ کو حافظ شمس الدین ابن ناصر الدین دمشقی محدث شامی رحمۃ اللہ علیہ نے با بیات ذیل نظم کیا ہے

تنقل احمد نوراً عظیم تلألأ فی جبین ساجدینا
تقلّب فیھم قرناً بعد قرن الیٰ ان جاء خیر المرسلینا

کتاب الشفاء فی حقوق المصطفےٰ مصری جلد اول ص۳۲ا میں ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما خلق اللہ آدم اھبطنی فی صلبہ الی الارض وجعلنی فی صلب نوح فی السفینۃ وقذفنی فی النار فی صلب ابراھیم ثم لم یزل ینقلنی من الاصلاب الکریمۃ الی الارحام الطاھرۃ حتی اخرجنی من بین ابوی لم یلتقیا علی سفاح قط والی ھذا اشار عباس بن عبد المطلب فی قصیدتہ۔ سیّدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے جب تبارک و تعالیٰ نے مہتر آدم کو پیدا کیا، تو مجھے اس کی پشت مبارک میں زمین پر نازل کیا۔ پھر مجھے مہتر نوح علیہ السلام کی پشت مبارک میں کشتی میں سوار کیا، بعد ازاں مجھے نار نمرودی میں ڈالا گیا، درانحالیکہ میں سیّدنا مہتر ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک میں موجود تھا۔ میں ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے ارحام مصفی مطہرہ کیطرف منتقل ہوتا چلا آیا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اپنے والدین گرامی سے دار دنیا میں تولد پذیر ہوا۔ کوئی بشر ان سے مرتکب سفاح کا نہیں ہوا۔ اسی بات کی طرف حضور کے چچا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ مبارک میں اشارہ کیا ہے ....

۵۔ من قبل طبت فی الظلال وفی	مستودع حیث یخصف الورق
ثم ھبطت البلاد و لا بشر	وانت مضغتہ و لا علق
بل نطفۃ ترکب السفین وقد	الجم نسراً واھلہ الغرق
وردت نار الخلیل مستتراً	وفی صلبہ وانت کیف یحترق
یا برد نار الخلیل یا سبباً	لعصمتہ وھی تحترق
انت لما ولدت اشرقت الارض	وضاءت بنورک الافق
فنحن فی ذالک الضیاء والنور	وسبیل الرشاد نخترق

یا رسول اللہ! آپ اپنی پیدائش سے پہلے بہشت بریں کے سایوں میں مقیم تھے۔ جہاں درختوں کے پتے چپکاتے جاتے ہیں، جو قول خدا آیہ یخصفان علیھما من ورق الجنۃ کی طرف اشارہ ہے۔ جب آپ زمین پر نازل ہوئے اے حضور پُر نور صورت بشری میں جلوہ گر تھے، نہ بصورت مضغہ کے اور نہ علقہ کے۔ بلکہ بصورت نطفہ کے کشتی حضرت نوح علیہ السلام میں سوار تھے، جس وقت نسر بت اور اس کے پرستاروں کو طوفان نے غرق کی لگام پہنائی تھی، آپ نار نمرودی میں صلب خلیل الرحمان علیہ السلام میں داخل ہوئے آپ کی موجودگی سے خلیل کو کیسے آگ جلا سکتی تھی، نار نمرودی کو خلیل پر ٹھنڈا کرنے والے اور ان کی حفاظت کا وسیلہ بننے والے ہیں۔

۔۔۔۔۔ آپ کی ولادت باسعادت سے تمام بقعۂ زمین روشن ہو گئی۔ اور آسمان کے کنارے چمک گئے ہم اس روشنی اور نور سے روشن ہیں۔ اب ہدایت کی تمام راہیں کھل گئی ہیں۔

ابن جابر نے کہا ہے:-

بہ اجاب اللہ آدم اذ دعا	ونجی فی بطن سقیفتہ نوح
وما ضرت النار الخلیل لنورہ	ومن اجلہ قال الفداء الذبیح

زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد اول مصری - ان آبائی ما کانوا مشرکین لحدیث ابن عباسؓ قد ارتضیٰ ذالک العلامۃ المحقق السنوسی محشی الشفاء فقالا لم یتقدم لوالدیہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک وکانا مسلمین لانہ علیہ الصلوۃ والسلام انتقل من اصلاب کریمۃ الی الطاھرۃ لا یکون ذالک الا مع الایمان باللہ تعالیٰ الا لزم المحظور بتیک خباب

سرور کائنات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی ہرگز کافر و مشرک نہ تھے۔ ساتھ
دلیل حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے جو اُوپر گذری ہے اختیار کیا اور
قبول کیا اس کو علامہ محقق سنوسی اور تلمسانی شارحین شفاء عیاض نے اُنھوں نے کہا ہے۔ کہ ہرگز داخل
نہیں ہوا کفر و شرک بیچ الوین شریفین نبی کے۔ وہ سب کے سب مومن تھے۔ کیونکہ سید الوریٰ تاجدار
انبیاء حبیب خدا علیہ افضل صلوٰۃ المصلین واز کی سلام المسلمین کی ذات عالی ہمیشہ عالم ارواح
میں بزرگوار پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف انتقال پذیر ہوتی رہی ہے۔ اور نہیں لازم ہوتی یہ بات
مگر ساتھ حاصل ہونے ایمان و اسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے۔ ورنہ گمراہی کا خطرہ لاحق ہوتا۔
تفسیر جمل ص ۲۹۶ ج ۳ قولہ تعالیٰ۔ وتقلبک فی الساجدین۔ فسر بعضھم بالمؤمنین
ای بین اک متقلباً فی اصلاب وارحام المؤمنین من لدن آدم وحواء الی عبداللہ
وآمنۃ جمیع اصولہ رجالاً ونساءً مومنون۔ اور گردش کرنا تمہارا بیچ سجدہ کرنے والوں کے
بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ساجدین کی تفسیر مؤمنین سے کی ہے جس سے یہ مراد ہے
کہ خدا کی ذات عالی آپ کو گردش کرتے ہوئے دیکھتی رہی ہے۔ بیچ پشت آباء کرام وارحام
امہات اہل ایمان کے۔ سیدنا مہتر آدم علیہ السلام وام البشر مائی حوا صاحبہ علیہما السلام سے
لے کر حضرت عبداللہ اور آپکی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ خاتون تک آپ کے تمام اصول مردوں
اور عورتوں سے سب کے سب ایمان دار تھے۔

زرقانی ص ۱۷۴ جلد اوّل مصری۔ علامۂ دوراں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اسرار التنزیل
میں فرماتے ہیں۔ ان آباء الانبیاء ما کانوا کفاراً یدل علیہ قولہ تعالیٰ الذی یراک حین
تقوم وتقلبک فی الساجدین قیل معناہ ینقل نورہ من ساجد الی ساجد قال ففیہ
دلالۃ علی ان جمیع آباءہ صلی اللہ علیہ کانوا مسلمین۔ بے شک حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام کے والدین گرامی سے کوئی شخص کافر نہ تھا۔ اس پر خدا کا فرمودہ صاف دلالت کرتا ہے
جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے نماز میں۔ اور گردش کرنا بیچ سجدہ کرنے والوں کے اکثر
علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے۔ آیۃ ہذا سے یہ مراد ہے۔ کہ ہمیشہ آں حضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا نور مبارک ایک مومن سے دوسرے مومن کی صلب مبارک میں انتقال پذیر ہوتا رہا ہے

رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ آیۃ گرامی اس بات پر صریحاً دال ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب کے جملہ آباء و امہات ایمان دار تھے۔

نیارد باورت اعمیٰ زالوان　　　وگر صد سال گوئی نقل و برھان

سفید و زرد و سرخ و سبز کاہی　　　بہ نزد او نباشد جز سیاہی

مواہب لدنیہ مصری ص ۲۳ جلد اوّل۔ ومما یدل علی ان آباء محمد صلی اللہ علیہ وسلم ما کانوا مشرکین قوله علیه الصلوٰة والسلام لم ازل انقل من اصلاب الطاهرین الی ارحام الطاهرات وقال الله تعالی انما المشرکون نجس فوجب ان لایکون احد فی اجداده مشرکاً۔ اور جو چیز اس بات پر صاف صاف دلالت کرتی ہے بالتحقیق سلطان الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین گرامی ہرگز کافر نہ تھے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں ہمیشہ (عالم ارواح میں) پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سوا اس کے نہیں کہ مشرک پلید ہیں۔ بنا برآں یہ بات لازم ہوئی کہ آپ کے جملہ آباؤ اجداد و امہات و جدات سے کوئی شخص کافر و مشرک نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

امام زماں شیخ المحدثین عالم نبیل شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ افضل القریٰ میں رقم طراز ہیں:۔

ان آباء النبی صلی الله علیه وسلم غیر الانبیاء وامهاته الی آدم وحوا لیس فیهم کافراً لان الکافر لایقال فی حقه انه مختار ولا کریم ولا طاهر بل هو نجس وقد صرحت الاحادیث بانهم مختارون وان آباء کرام والامهات طاهرة قال الله تعالی وتقلبک فی الساجدین

تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ماسوا انبیاء کرام کے اور آپ کی مائیں بہتر آدم صفی اللہ اور بی بی صاحبہ حوا علیہا السلام تک کوئی شخص ان میں سے کافر نہ تھا۔ کیونکہ کفار کے حق میں یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ برگزیدہ اور بزرگوار اور پاکیزہ ہیں، خدا کا فرمان ہے بلکہ وہ کافر اور پلید ہیں۔ اور احادیث صحیحہ میں صاف لفظوں میں تصریح موجود ہے۔ کہ وہ سب خدا کے مقبول برگزیدہ بندے حضور پرنور شافع یوم النشور کے تمام والدین گرامی اور سب مائیں پاکیزہ تھیں۔ کیونکہ خداوند کریم جل جلالہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ اور تمہارا گردش کرنا بیچ سجدہ کرنے والوں کے۔ یعنی بیچ اصلاب کرام اہل اسلام کے۔

محمد سید الکونین والثقلین — والفریقین من عرب ومن عجم
فاق النبین فی خلق وفی خلق — لم یدانوہ فی علم ولاکرم
فمبلغ العلم انہ بشر — وانہ خیر خلق اللہ کلھم

علامہ دوراں شیخ ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر بحر محیط میں فرماتے ہیں :۔

ان الرافضۃ ھم القائلون ان آباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنین مستدلین بقولہ تعالیٰ وتقلبک فی الساجدین ولقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات مواہب لدنیہ جلد اول ص۳۲ زرقانی جلد اول ص۱۷۶ مصری ۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں بے شک والدین گرامی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب کے سب ایمان دار تھے ۔ اور انہوں نے استدلال کیا ہے ۔ ساتھ اس قول خدا کے اور تمہارا گردش کرنا بیچ ایمان داروں کے" اور ساتھ اس فرمودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا ۔ میں ہمیشہ منتقل ہوتا رہا ہوں پاکیزہ پشتوں سے طرف پاکیزہ ارحام کے بیچ عالم ارواح کے ۔

ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ السبل الجلیۃ کے ص۸ پر لکھتے ہیں ۔

ان اباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی آدم علیہ السلام کانوعلی ملۃ التوحید نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے والدین مبارک حضرت آدم خلیفۃ اللہ علیہ السلام تک سب کے سب ملت توحید پر قائم تھے ۔ مصرعہ ۔ اگر در خانہ کس است حرفے بس است

زرقانی شرح مواہب لدنیہ ص۱۷۳ جلد اول مصری ان آباء الانبیاء ما کانوا کفارا تشریفا بمقام النبوۃ وکذالک امہاتھم کما فی الفوائد بوجوہ منھا قولہ تعالیٰ الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین قیل معناہ ینقل نورہ من ساجد الی ساجد من لدن آدم الی ان تظھر قال الرازی فالآیۃ دالۃ علی جمیع آباء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا مسلمین ۔ حضرات انبیاء کرام علیھم الصلوۃ والسلام کے والدین گرامی سے کوئی شخص کافر نہ تھا ۔ واسطے بزرگی اور بلندی منصب نبوت ورسالت کے ۔ اسی طرح ان کی والدہ شریفہ جیسا کہ فوائد میں ہے بواسطہ چند وجوہ کے ۔ ایک ان میں سے خدا کا فرمودہ ہے ۔ جو دیکھتا ہے

تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے اور پھرنا تیرا بیچ ایمان والوں کے۔ بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے کہا ہے۔ کہ آیۃ ہذا کے یہ معانی ہیں۔ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ایک مومن سے دوسرے مومن کی طرف انتقال پذیر ہوتا رہا ہے۔ مہتر آدم صفی اللہ سے لے کر سلسلہ بسلسلہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش گرامی تک۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس آیۃ مبارک کا مضمون صاف دلالت کرتا ہے کہ حضور پُر نور فداہ روحی کے سب آبا و اجداد مومن تھے۔ زاد اللبیب صفحہ ۲۳۱ قلمی قالت المعتزلۃ ان احداً من آباء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم و اجدادہ ما کان کافراً ولکن الک والد ابراھیم ما کان کافراً واحتجوا علیٰ قولھم بوجوہ۔ الحجۃ الاولیٰ ما کانوا کفاراً یدل علیہ قولہ تعالیٰ توکل علی العزیز الرحیم الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین قیل معناہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام انتقل روحھا من ساجد الیٰ ساجد وبھذا التقدیر فالآیۃ دالۃ علی ان جمیع آباءہ صلی اللہ علیہ و مسلمین۔ معتزلہ نے کہا ہے۔ کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ دادا سے کافر نہ تھا۔ اسی طرح سیدنا مہتر ابراہیم خلیل الرحمان صلوۃ اللہ علی نبینا وعلیہ التسلیم کا والد گرامی کافر نہ تھے۔ خدا کا فرمان گرامی ہے۔ اور بھروسہ کر اوپر غالب اور مہربان کے جو دیکھتا ہے تجھکو جب تو کھڑا ہوتا ہے۔ نماز کو اور گردش کرنا تمہارا بیچ سجدہ کرنے والوں کے۔ بعض علماء کرام نے کہا ہے۔ آیۃ ہذا کے یہ معنی ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک ایک مومن سے دوسرے مومن کی پشت مبارک میں انتقال کرتی چلی آئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ آیۃ گرامی صاف دلالت کرتی ہے۔ کہ آپ کے سب آباء و اجداد مسلمان تھے۔

شعر: احمق نوں کیہہ پند و نصیحت پتھر نوں کیہہ پالا ٭ کالا کمبل ململ دھوئیے پھر کالیدا کالا

مولوی سید امیر علی صاحب مترجم فتاویٰ عالم گیری اپنی تفسیر مواہب الرحمٰن کی جلد صفحہ ۱۳۴ زیر آیۃ وتقلبک فی الساجدین تحریر کرتے ہیں۔ بزار اور ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایۃ کی ہے۔ کہ اس آیۃ گرامی سے یہ مراد ہے کہ گردش کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت گرامی میں یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کر کے نکالا۔ لکھتے ہیں کہ تفسیر معالم التنزیل اور سراج المنیر اور دیگر مفسرین

یہی معانی مراد لیتے ہیں۔ صاحب تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی سے ساجدین کی تفسیر مومنین سے نقل کی ہے۔

خصائص کبریٰ للسیوطی مصری ص۳۸ جلد اول۔ رواہ بزار وطبرانی وابونعیم عن عکرمہ عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ وتقلبک فی السّاجدین قال ما زال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتقلب فی الاصلاب الانبیاء حتی ولدتہ امّہٗ ۔ امام بزار اور طبرانی اور ابونعیم نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایۃ کی ہے۔ یہ تفسیر قول خدا کے جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو کھڑا ہوتا ہے اور گردش کرنا تیرا بیچ سجدہ کرنے والوں کے یہاں تک کہ حضور پرنور کو والدہ محترمہ نے جنا۔ قال اللہ تعالیٰ واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا البلد آمنا واجنبنی وبنیّ ان نعبد الاصنام سورۃ ابراھیم پ۱۳

رواہ ابن جریر عن مجاھد قال فاستجاب اللہ لابراھیم دعاءہٗ فی ولدہٖ فلم یعبد احد من ولدہٖ صنماً قط بعد دعوتہٖ فی ولدہٖ اور جب کہا ابراہیم نے اے رب میرے کر اس شہر کو (یعنی مکہ معظمہ زادہ اللہ شرفاً کو) امن والا اور بچا مجھ کو اور اولاد میری کو بت پرستی سے علامہ ابن جریر نے امام مجاہدؒ سے روایۃ کی ہے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے مہتر ابراہیم علیہ السلام کی دعا ان کی اولاد کے حق میں قبول کی بعد ازاں ان کی اولاد سے کسی نے بت پرستی اختیار نہیں کی۔ یعنی حضرت خلیل کی دعا کے بعد۔ یعنی اولاد سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام مراد ہے۔

مسالک الحنفاء ص۳۲ مصری امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم عن سفیان بن عیینۃؒ انہ سئل ھل عبد احد من ولد اسمٰعیل الاصنام قال الم تسمع قولہٗ تعالیٰ واجنبنی وبنیّ ان نعبد الاصنام قیل فکیف لم یدخل ولد اسحاق وسایر اولاد ابراھیم فقال لانہ دعا لاھل ھذا البلد ان لا یعبدوا اذا اسکنھم ایاہ وقال رب اجعل ھذا البلد آمنا ولم یدع لجمیع البلد ان بذالک قال واجنبنی وبنیّ ان نعبد الاصنام وقد خص اھلہٗ

ابن ابی حاتم نے سفیان بن عیینہؒ سے روایت کی ہے۔ کسی شخص نے آپ سے پوچھا۔ کیا

بشر نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد گرامی سے کسی نے بت پرستی اختیار کی ہے۔ کہا گیا
نے فرمان باری کو نہیں سنا، یارب بچا مجھ کو اور اولاد میری کو بت پرستی سے۔ اس نے پوچھا
کیا سبب ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد کے سوا حضرت اسحاق علیہ السلام
اولاد اور خلیل کی دوسری اولاد اس دعا میں شامل نہ ہوئی۔ آپ نے سائل کو یہ جواب دیا۔ وجہ
ہے۔ کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن صلوٰۃ اللہ علی نبینا و علیہ التسلیم نے صرف اہل مکہ کے لئے دعا
تھی۔ بار خدایا۔ تو اس شہر مکرم کے رہنے والوں کو بت پرستی سے بچا، اور اس شہر گرامی کو امن
بنا بخشی سے مراد بنو اسمٰعیل علیہ السلام ہی مراد ہیں۔ جو ساکنان بیت الحرام ہیں۔ دوسری
اولاد اس دعاء سے خارج ہے۔ بنو اسحاق ملک شام میں آباد تھے۔

قال اللہ تعالیٰ۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم
بالمؤمنین رؤف رحیم ترجمہ:۔ البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس رسول تم میں سے نہایت شاق
گزرتی ہے اس پر تکلیف تمہاری اور طمع کرنے والا ہے تمہارے ایمان کا۔ اور ایمان والوں کے
ساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ خصائص کبریٰ جلد اول ص ۳۵ مواہب لدنیہ جلد اول
ا مدارج النبوۃ ص جلد ۲۔

رواہ ابن مردویہ عن انس رضی اللہ عنہ قال قرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد جاءکم
رسول من انفسکم بفتح الفاء قال انا انفسکم نسبا وصہرا وحسبا لیس فی آبائی من لدن آدم
سفاح کلنا نکاح۔ ابن مردویہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیۃ گرامی لقد جاءکم رسول من انفسکم کی تلاوت کی۔ اور
انفسکم کو ساتھ فاء کے پڑھا۔ پھر فرمایا۔ میں تم سب سے از روئے نسب اور سسرال اور
حسب کے بہت پاکیزہ ہوں بیچ میرے آباؤ اجداد کے سفاح داخل نہیں ہوا تمام سلسلہ نسب
میں حضرت آدم صفی اللہ تک نکاح کی رسم جاری رہی ہے شفاء مصری جلد اول ص۱۱۔ طبرانی نے معجم
اوسط میں ابو نعیم نے حلیۃ اور ابن عساکر نے مدینۃ العلوم والمطالب سیدنا علی ابن ابی طالب
رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ فرمایا نسبا وصہرا وحسبا لیس فی آبائی من لدن آدم سفاح
من نکاح۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ از روئے نسب اور حسب کے پاک ہوں۔ سفاح کی تاثیر نے

میرے آباؤ اجداد گرامی میں نفوذ نہیں کیا۔ سب میں سیدنا حضرت آدم صفی اللہ تک ہمیشہ نکاح کا رواج جاری رہا ہے۔

امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ کتبت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خمس مائۃ ام فما وجدت فیھن سفاحاً ولا شیئاً مما علیہ الجاھلیۃ کما فی الشفاء ص۱۱ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ صد ماؤں کے حالات قلم بند کئے۔ میں نے ان میں سے کسی فرد واحد میں اثر سفاح اور رسوم جاہلیت کو نہیں پایا۔ للہ درمن قال

خلقت مبرأ من کل عیب — کانک خلقت کما تشاء

واحسن منک لم تر قط عینی — واجمل منک لم تلد النساء

مفسر قرآن علامہ زماں مولانا اسمٰعیل صاحب حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں۔ وقری من انفسکم بفتح الفاء ای من افضلکم واشرفکم۔ بعض قراء نے انفسکم کو ساتھ زبر فاء کے پڑھا ہے۔ جس کے معنے ہیں۔ کہ میں تم سب سے بے حد بزرگ اور بلند پایہ ہوں۔

اور تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ قرء ابن عباس رض والزھری وابن محیض انفسکم بفتح الفاء ای اشرفکم افضلکم۔ سیدنا مفسر قرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور امام زہری اور ابن محیض رض نے انفسکم کو ساتھ زبر فاء کے پڑھا ہے۔ بے حد شریف اور بہت بزرگ مرتبہ۔ جس کا کوئی ثانی نہیں۔

صاوی علی الجلالین جلد ثانی ص۱۷۱ ۔ قولہ تعالیٰ:۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم اللام لقسم محذوف ای عزتی وجلالی لقد جاءکم رسول من انفسکم خطاب للعرب قال ابن عباس رضی اللہ عنہ لیس قبیلۃ من العرب الا وقد ولدت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولہ فیھا نسب وانفسکم باتفاق السبعۃ وقری من انفسکم بفتح الفاء من والمعنی قد جاءکم رسول من انفسکم من اشرفکم افضلکم قدراً۔ لما فی الحدیث رواہ مسلم عن واثلۃ بن اسقع قال ان اللہ اصطفیٰ کنانۃ من ولد اسمٰعیل واصطفیٰ قریشاً من کنانۃ واصطفیٰ بنی ھاشم من قریش واصطفانی من بنی ھاشم فانا خیار من خیار۔ البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس رسول تم میں سے۔ اور یہاں ورود لام قائمقام قسم محذوف کے ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے۔ آیا پاس تمہارے میرا رسول ملبند
شان یہ خطاب اہل عرب کو ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ تمام قبائل عرب میں سے
کوئی قبیلہ ایسا موجود نہیں جس میں حضور پُر نور صلعم کی رشتہ داری نہ ہو۔ اور انفسکم ساتھ
ضمہ کے قراء سبعہ کی قرأت ہے۔ لیکن بعض نے انفسکم کو ساتھ زبر فاء کے پڑھا ہے۔ یعنی
شئی نفیس کے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے اہل عرب تمہارے پاس میرا رسول کریم صاحب
خلق عظیم رؤف رحیم صاحب صراط مستقیم منبع رشد وہدایت سرتاج انبیاء حاوی جمیع فضائل
وکمالات نبوت ورسالت امام القبلتین نجیب الطرفین آیا ہے علیہ الوف الصلوۃ والسلام مادامت
المعیالی والایام۔ من عند ذی الجلال والاکرام

مسلم شریف میں واثلہ بن اسقع سے مروی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔
اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد گرامی سے کنانہ کو منتخب کیا۔ پھر
اولاد کنانہ سے قریش کو انتخاب کیا، پھر قریش کی اولاد سے بنی ہاشم کو برگزیدہ کیا۔ پھر سب
خاندان بنی ہاشم نے مجھے برگزیدہ کیا۔ میں ابد الآباد تمام برگزیدہ لوگوں سے برگزیدہ ہوتا
چلا آیا ہوں — خصائص کبریٰ ص۳۹ جلد اول مصری شفاء عیاض ص ۶۳ مصری التعظیم والمنۃ للسیوطی
عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان قریشا کانت نوراً بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق اللہ تعالیٰ
آدم (ای آدم علیہ السلام) بالفی عام یسبح ذالک النور ویسبح الملائکۃ بتسبیحہ فلما خلق آدم اُلقی ذالک النور
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاھبطنی اللہ الی الارض فی صلب آدم وجعلنی فی صلب
نوح وقذفنی فی صلب ابراھیم ثم لم یزل ینقلنی من الاصلاب الکریمۃ الی الارحام الطاھرۃ
حتی اخرجنی بین ابوی لم یلتقیا علی سفاح قط سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم سے مروی ہے۔ کہ قریش بصورت ایک نور گرامی کے اللہ تعالیٰ کے سامنے موجود تھا، حضرت آدم
علیہ السلام کی ولادت سے دو ہزار سال پہلے دائم الاوقات یہ نور مبارک خدا کی حمد وثناء اور تسبیح
میں مشغول رہتا تھا، اور ملاء اعلیٰ اس کی تسبیح کی آواز سن کر تسبیح کیا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ
نے حضرت آدم صفی اللہ کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا۔ یہ نور پاک اس کی پشت گرامی میں داخل کیا گیا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے صلب آدم علیہ السلام

میں زمین پہ اُتارا۔ پھر مجھے بہتر نوح علیہ السلام کی پشت مبارک میں کشتی میں سوار کیا پھر میں حضرت
ابراہیم خلیل الرحمٰن صلوٰۃ اللہ علی نبینا وعلیہ التسلیم کی پشت گرامی میں نار نمرودی میں پھینکا گیا، میں
پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف گردش کرتا رہا ہوں، یہاں تک کہ میں اپنے والدین گرامی
تولد پذیر ہوا۔ کوئی شخص اُن میں سے سفاح کا مرتکب نہیں ہوا۔ محدث زماں قاضی عیاض صاحب
رحمۃ اللہ علیہ اجد نقل حدیث شریف کے رقم طراز ہیں۔ ویشھد بصحۃ ھذا الحدیث شعر العباس
المشھورۃ فی مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث شریف کی صحت پہ سیدنا حضرت عباس
رضی اللہ عنہ کے اشعار گواہی دیتے ہیں۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں عندالناس
مشہور و معروف ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد شریف سیدنا حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی عصمت اور
عفت کا ایک واقعہ مصنف رحمۃ للعالمین ص ۱۰۶ جلد ثانی میں تحریر کیا ہے۔ ابو نعیم اور خراطی اور ابن عساکر
نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایۃ کی ہے۔ دیکھو خصائص کبریٰ ص ۹۶۔ جس وقت حضور
پرنور شافع یوم النشور علیہا الصلوۃ والسلام الی یوم القیام کے جد اعلیٰ سیدنا عبدالمطلب اپنے
نور بصر لخت جگر سیدنا حضرت عبداللہ کو ہمراہ لے کر ان کے نکاح کے ارادہ سے گھر سے روانہ
ہوئے۔ راستہ میں ایک کاہنہ عورت قوم خثعم سے کھڑی تھی جب یہ دونوں حضرات اس کے پاس
گزرنے لگے۔ اس عورت کا نام فاطمہ دختر مُرّ الخثعمیہ تھا جس نے تورات شریف کو پڑھا ہوا تھا
اور دین یہود کو اختیار کیا تھا۔ تب اس نے اپنی علمی فراست سے سیدنا حضرت عبداللہ کے چہرہ انور
پہ نور نبوت کی تابانی کے انوار ملاحظہ کیے۔ اس نے حضرت عبداللہ سے عرض کی۔ اے جوان کیا تجھ
فی الحال عورت کی خواہش ہے۔ اگر اب تو میری تمنا قلبی کو پورا کرے۔ میں تجھے اس کے معاوضہ
میں سو اونٹ دونگی۔ جو تمہاری فداء میں تمہارے والد شریف نے نحر کئے تھے۔ آپ نے انکار
کیا، یہ جواب دیا:۔

اما الحرام فالممات دونہ ۔۔۔ فالحل لاحل فاستبینہ
فکیف الامر الذی تبغینہ ۔۔۔ یحمی الکریم عرضہ ودینہ

فعل حرام کے ارتکاب سے موت بہتر ہے۔ میں تو فعل حلال کا خواہاں ہوں، مگر اس کے لئے

اعلان کرنا ضروری ہے۔ افسوس ہے۔ کہ تو مجھے اپنی خواہش نفسانی کی مطلب برآری کے لیے ورغلاتی ہے۔ ہر شریف انسان پر اپنی آبرو اور دین کی نگہبانی کرنا بے حد لازم ہوتی ہے۔

حفیظ صاحب جالندھری نے کیا خوب کہا ہے ؎

کہ ہٹ جا دُور کرتے نہیں اشراف کام ایسا — سمجھتا ہوں میں بدتر موت سے فعل حرام ایسا

اگر تو عقد کو کہتی تو شاید مان جاتا میں — مطابق رسم قومی کے تجھے بیوی بناتا میں

مگر تو نے تو بے شرمی دکھائی اور بہکایا — فریب و مکر سے مجھ کو گناہ کرنے پر اُکسایا

تری صورت سے ہے مجھکو بیحد احساسِ نفرت کا — شریف انسان پہ لازم ہے بچانا دین عزت کا

لیکن مدارج النبوت ص۳۱ جلد ثانی میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نوراللہ مرقدہٗ نے اس عورت کا نام رقیقہ دختر نوفل ذکر کیا ہے جس نے ایک صد اونٹ دینے کا لالچ دیا تھا۔ یہی قول اقرب الی الصواب ہے۔

مواہب لدنیہ ص۳۲ جلد اول مسالک الحنفاء ص۴۲ الدرج المنیفہ ص۱۶ میں ہے۔ ابو نعیم نے بروایۃ زہری ام سماعہ دختر ابی رہم سے اور اس نے اپنی والدہ سے روایۃ کی ہے۔ کہ میں سیدہ عفیفہ سیدتنا حضرت آمنہ خاتون والدہ ماجدہ سیدنا وشفیعنا و مولانا محمد صلعم کی بیماری کی حالت میں آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئی۔ جس سے آپ جان بر نہ ہوئی۔ اس وقت جناب آقائے نامدار تاجدار مدینہ طیبہ علیہ الصلوۃ والسلام پانچ سال کی عمر کے تھے۔ اور اپنی اماں جان کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے ناگہاں سیدہ آمنہ خاتون نے اپنا سر مبارک اٹھا کر حضورؐ کے چہرہ مبارک کی طرف نگاہ کی۔ اور مندرجہ ذیل ابیات پڑھے :۔

بارك الله فيك يا غلام — يا ابن الذي من حومة الحمام

نجا بعون الملك العلام — فودي غداة الضرب بالسهام

بمائة ابل من سوام — ان صح ما ابصرت في المنام

فانت مبعوث الى الانام — من عند ذي الجلال والاكرام

تبعث في الحل والحرام — تبعث بالتحقيق والاسلام

دين ابيك البر ابراهام — فالله ينهاك عن الاصنام

ان لا توالیها مع الاقوام

پھر کہا۔ ہر ایک جان دار فنا ہونے والا اور ہر نو کہنہ ہونے والا ہے۔ میں عنقریب اس دار فانی سے سفر آخرت اختیار کرنے والی ہوں اگر عالم دُنیا میں میری یاد اور شہرت ابدالآباد قائم اور تا زہ رہے گی اگر چہ میں نے اپنے پیچھے بھلائی کو اپنی یادگار چھوڑا ہے، میں نے آپ کو ہر عیب و نقص سے پاکیزہ جنا ہے اور ازاں حضور کی والدہ ماجدہ نے اپنی جان عزیز کو جان آفریں کے سپرد کر دیا۔ اور ہم نے ان کی وفات پر جنات کو مندرجہ ذیل اشعار کے ساتھ گریہ زاری کرتے سنا۔ خصائص کبریٰ صلاالله رحمہ تعال

تبکی الفتاة البرة الامینة ذات الجمال والعفة والرزینة زوجة عبد الله والقرینة

ام نبی الله ذی السکینة صاحب المنبر والمحراب فی المدینة صارت لدی حفرتها رهینة

ہم اس مستورہ جواں سال نیکوکار پر روتے ہیں۔ جو حُسن و جمال کی دیوی اور عفت و عصمت کی ملکہ تھیں۔ جو سیدنا حضرت عبداللہ کی بیوی اور رفیق حیات تھی، جو رسول خدا صاحب سکینہ کی والدہ ماجدہ تھی، جو مدینہ شریف میں صاحب محراب و منبر ہوں گے۔

افسوس صد افسوس۔ کہ اس دُرِ یتیم کی والدہ مکرمہ قبر کے گڑھے میں مرہون ہو چکی ہیں۔ ارباب دانش و بینش پر واقعہ مندرجہ بالا کے ابیات کے مضمون سے صاف طور پر عیاں ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی والدہ محترمہ کو آپ کی نبوت اور بعثت کا علم تھا۔ اور اس کی تصدیق اظہر من الشمس ہے۔ کہ آپ دین ابراہیمی کو از سر نو زندہ کریں گے، اور بت پرستی کی رسوم کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر رکھ دیں گے توحید کا علم بلند کریں گے۔ لوگوں کو اسلام حقانی کی دعوت دیں گے۔ اور آپ کی بعثت کا آغاز مکہ معظمہ زاد اللہ شرفا و تعظیما سے ہوگا۔ اس وقت صرف ایمان اجمالی کی ضرورت تھی، اس وقت حضور منصب نبوت پر سرفراز نہ تھے۔ وہ تقدیر الٰہی سے آپ کے حصول پایۂ نبوت و رسالت سے عرصہ دراز پہلے فوت ہو گئے۔ ان کا دامن شرک و کفر کی آلائش سے بالکل پاکیزہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ مرجع والمآب

قال الله تعالیٰ۔ الله نور السموات والارض مثل نوره کمشکاة فیها مصباح المصباح فی زجاجة الزجاجة کانها کوکب دری یوقد من شجرة مبارکة زیتونة لا شرقیة ولا غربیة یکاد زیتها یضیء ولو لم تمسسه نار نور علی نور یهدی الله لنوره من یشاء۔ سورہ سورۂ نور پ ۱۸ = اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال مانند طاق کے ہے جس میں چراغ رکھا ہو، اور چراغ بیچ قندیل کے ہے۔ اور وہ قندیل مانند چمک دار

ستارہ کے درخشاں ہے۔ جو برکت والے درخت کے روغن سے جلایا جاتا ہے جس کا نام گرامی زیتون ہے۔ نہیں ہوتا یہ ممالک شرقی میں اور نہ ارض غربی میں قریب ہے کہ اس کا روغن روشنی دے۔ گرنہ چھوئے اس کو آگ۔ روشنی ہے اوپر روشنی کے اللہ تعالیٰ راہ نمائی کرتا ہے اپنے نور کی طرف جس کو جی چاہے۔ ابی بن کعب اور ابو العالیہ رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر میں مروی ہے:۔

اللہ مزین السموات والارض زین السماء بالشمس والقمر والنجوم والملائکۃ وزین الارض بالانبیاء والعلماء والمومنین۔ اللہ تعالیٰ زینت دہندہ آسمانوں اور زمینوں کا ہے آرائش و زیبائش دی آسمانوں کو ساتھ آفتاب و ماہتاب اور ستاروں اور فرشتوں کے اور زینت دی زمین کو ساتھ وجود گرامی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے

اور حضرات اولیاء و علماء کرام اور اہل ایمان کے اور مختلف اقسام کی رنگوں نباتات و اشجار سے۔ مثل نورہ اس کے نور کی مثال۔ سہل بن عبد اللہ نے کہا ہے یعنی نور محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مثال جبکہ وہ عالم روحانی میں اپنے آباء و اجداد کی پشت مبارک میں مانند طاق کے تھے جس میں چراغ روشن ہو شفا شریف ص۱۳ مواہب لدنیہ ص۵ تفسیر عباسی ص۲۵

کعب بن محمد قرظی نے کہا ہے۔ المشکاۃ ابراھیم والزجاجۃ اسمٰعیل والمصباح محمد صلی اللہ علیہ وسلم والشجرۃ مبارکۃ ابراھیم وسماہ مبارکا لان اکثر الانبیاء من صلبہ نور نبی من نسل نبی نور محمد ونور ابراھیم۔ مشکوٰۃ یعنی محراب سے مراد سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اور قندیل سے سیدنا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور چراغ سے مراد سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین محبوب رب العالمین حضرت محمد الرسول اللہ علیہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التحیۃ اکملہا ہیں۔ اور درخت مبارک سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، خدا نے اس وجہ سے ان کا نام نامی اور اسم گرامی مبارک رکھا ہے کہ تمام انبیاء بنو اسرائیل علیہم السلام کے آپ جد اعلیٰ ہیں۔ نورٌ علیٰ نورٍ۔ آپ نبی ہیں۔ نسل حضرات انبیاء اکرم علیہم السلام سے۔

پدر نور ست پسر نور ست مشہود   از ینجا فہم کن نورٌ علیٰ نورٍ

تفسیر قادری ص۱۲۲ جلد ثانی میں ہے۔ کہ روح الارواح میں ہے۔ کہ نور سے مراد حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور گرامی مراد ہے مشکاۃ سے مراد سیدنا ابو البشر حضرت آدم صلی اللہ اور زجاجہ شیخ الانبیاء حضرت نوح علیہ السلام اور زیتون حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام اور مصباح

ہمارے آقائے نامدار تاج دار مکی مدنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کی طرف اشارہ ہے
رُوح البیان صــ۲۴ ج۹ مطبوعہ دیو بند۔ فکان علیہ الصلوٰۃ والسلام علۃ غائیۃ لوجود
کل کون فوجودہٗ شریف عنصرہٗ لطیف افضل الموجودات الکونیۃ وروحہٗ
افضل الارواح القدسیۃ، وقبیلۃ افضل القبائل ولساننا خیر الالسنۃ وکتابنا خیر الکتب
الالٰھیۃ وآلہ واصحابہ خیر الآل وخیر الصحابۃ وزمان ولادتہ خیر الازمان و
روضۃ المنورۃ اعلی الاماکن مطلقاتی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی تمام کائنات ارضی
وسمائی کے لیے بمنزلہ علۃ غائی کے ہے۔ حضور پُر نور کا وجود مبارک بے حد بزرگ آپ کا عنصر لطیف
بے حد پاکیزہ و مقدس ہے اور تمام موجودات کونیہ سے افضل اور عند اللہ بے حد اکرم ہے
اور جناب کی رُوح گرامی تمام ارواح مقدسہ سے عند اللہ افضل و اشرف ہے۔ اور آپ کا قبیلہ
گرامی قبائل عرب کا سردار اور سرتاج ہے۔ آپ کی بولی تمام بولیوں سے افضل ہے۔ آپ کی
آل گرامی اصحاب کبار تمام نبیوں کی آل واصحاب شریف سے بلند پایہ ہیں۔ اور آپ کی پیدائش
شریف کا زمانہ تمام ازمنہ سے بہتر ہے۔ اور روضہ مطہرہ تمام مقامات مقدسہ سے خدا کے
نزدیک بے حد بلند پایہ ہے۔ یہاں تک کہ بعض علماء کرام نے اس کو عرش بریں اور کرسی پر
رتبہ میں فوقیت دی ہے کمانی الدر المختار وشرحہ رد المختار۔ مواہب لدنیہ مدارج النبوۃ

یا صاحب الجمال یا سیّد البشر   من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ   بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اور قاضی عیاض مالکی نے شفاء میں حبیبہ حبیب البریۃ
من السماء سیدۃ النساء صدیقہ عفیفہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے
روایت کی ہے۔ کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے رُوح القدس مہتر جبرائیل
علیہ السلام نے فرمایا۔ قلبت مشارق الارض ومغاربھا فلم ارجلا افضل من محمد
لم ار بنواب افضل من بنو ھاشم میں نے تمام شرقی اور غربی زمین کا کونہ کونہ چھان مارا۔ لیکن
مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانند بلند پایہ کوئی بشر نہ ملا۔ اور میں نے کسی باپ کو نہیں دیکھا
جس کی اولاد بنو ہاشم سے افضل ہو۔ قال الحافظ شیخ الاسلام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لوائح الصحۃ

ہرۃ علی صفحات ھذا المتن - مواہب لدنیہ صہ ۱۳ ج ۱ - امام زماں حافظ شیخ الحدیث علامہ
حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کی صحت کے انوار متن سے ہویدا
- کذا فی الخصائص کبریٰ - امیر خسرو رحمۃ اللہ - گوید

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام — بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری
ہرگز نیاید در نظر صورت ز رویت خوب تر — شمسی ندانم یا قمر یا زہرہ یا مشتری
رعہ - گئے دونو جہان نظر سے گذر — تری شان کا کوئی بشر نہ ملا

علامہ زمان شیخ الحدیث قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الشفاء فی حقوق المصطفیٰ
میں لکھتے ہیں - اما شرف نسبہ صلی اللہ علیہ وسلم مما لا یحتاج الی اقامۃ دلیل علیہ
یان مشکل ولا خفی عنہ فانہ نخبۃ بنی ھاشم وسلالۃ قریش وصمیمہا اشرف العرب و
ھم نفرا من قبل ابیہ وامہ من اھل مکۃ اکرم بلاد اللہ علی اللہ - نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے نسب شریف کی بزرگی اور فضیلت ان امور سے ہے - جو محتاج دلیل اور قابل
کے نہیں، اور یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں - کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات
ا برگزیدہ رسول اور چیدہ اشخاص خاندان بنو ہاشم سے ہیں - اور خلاصہ قوم قریش
ہایت بزرگ ترین ہستی اہالیان ملک عرب سے ہیں - اور تمام لوگوں سے نجیب الطرفین
یف الابوین ہیں - خصوصاً اہالیان مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً سے - جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک
شہروں سے افضل ہے - ف جس کی شان میں قرآن شریف ناطق ہے - قولہ تعالیٰ لا اقسم
البلد وانت حل بھذا البلد - قسم کھاتا ہوں میں اس شہر مکرم کی - در انحالیکہ تو اس
مبارک کا باشندہ ہے - جو نبی صلعم کی پیدائش کا محل اور مہبط وحی اور نزول برکات الٰہی
م اور کعبہ شریف قبلہ گاہ اہل اسلام کا ہے - اور کثرت ثواب کا گھر ہے - مجدد و زماں محدث
حاوی فروع واصول حضرت ملا جلال الدین سیوطی نور اللہ مرقدہٗ مسالک الحنفاء صہ ۱۹
ج المتیفہ صہ ۲ پر لکھتے ہیں :-

(۱) ان الاحادیث الصحیحۃ دلت علی ان کل اصل من اصول النبی صلی اللہ علیہ
وسلم من آدم الی ابیہ عبد اللہ خیرا فضل اھل قرنہ ولا احد فی قرنہ ذالک

افضل و خیر اُمتہ

(۲) ان الاحادیث والاخبار والآثار دلت علی انہ لم تخل الارض من عہد نوح و آدم الی بعثۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ان تقوم الساعۃ من ناس قائم علی الفطرۃ یعبدون اللہ ویوحدونہ ویصلون لہ وبہم تحفظ الارض لولاہم لھلکت الارض و من علیہا واذا قرنت بین ہاتین المقدمتین انتج منہما بان آباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن فیہم مشرک لانہ قد ثبت فی کل زمان انہم خیر قرنہا فان کان الناس علی الفطرۃ ہم آباءہم فہو المدعی فان کان غیرہم خیر منہم وہم علی الشرک لزم احد الامرین اما ان یکون المشرک خیرا من المسلم وہو باطل بالاجماع واما غیرہم خیر منہم وہو باطل لمخالفۃ الاحادیث الصحیحۃ فوجب ان لا یکون منہم مشرک لیکونوا خیر اہل الارض فی کل قرنہا۔ احادیث صحیحہ اس بات پر صاف دلالت کرتی ہیں۔

(۱) کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ آباء و اجداد حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر سیدنا حضرت عبداللہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد تک تمام لوگ اپنے اپنے اہل زمانہ سے بہترین اشخاص میں سے تھے۔ کوئی دوسرا شخص ان کے زمانہ میں ان سے افضل و اکرم نہ تھا۔

(۲) احادیث و اخبار و آثار دلالت کرتے ہیں۔ کہ زمانہ حضرت نوح علیہ السلام اور ابو البشر سیدنا حضرت آدم خلیفۃ اللہ سے لے کر آں حضرت صلعم کی بعثت تک اور قیامت تک ہرگز زمین ایسے لوگوں سے خالی نہ رہی ہے۔ جو ابدالآباد فطرت پر قائم ہوں، جو ہمیشہ عبادت گزار ہوں اور توحید الٰہی کا اقرار کنندہ اور نماز خوان ہوں اور ان کی طفیل اہل زمین کی نگہبانی کی جاتی ہو۔ اگر ایسے لوگ فرماں بردار ہر عصر میں موجود نہ ہوتے۔ تو تمام روئے زمین اور اہالیان زمین بالکل تباہ برباد ہو جاتے۔ جب درمیان ان ہر دو مقدمات کے تطبیق دی جائے۔ تو صاف صاف یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ دادوں سے کوئی شخص مشرک کافر نہ تھا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کا اپنے جملہ معاصرین سے افضل و ارفع ہونا ثابت ہے اگر دیگر لوگ ملت توحید پر قائم اور خدا پرست تھے۔ تو یہ لوگ ان سب کے آباؤ اجداد میں سے تھے۔ پھر اگر دوسرے لوگوں کو ان سے بہتر تصور کیا جاوے، اور ان کو کافر و مشرک قرار دیا

جاوے۔ تو پھران دو باتوں سے ایک کو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا۔

(۱) ہر ایک کا فرد مشرک کو مسلم سے بہتر ماننا پڑے گا۔ یہ بات بالکل غلط اور پایۂ اعتبار سے ساقط اور اجماع کے بخلاف ہو گی، کوئی کا فرد مشرک مسلمان سے بہتر نہیں ہو سکتا

(۲) دوسرے یہ بات ناممکن و محال ہے۔ کہ ان سے دوسرے لوگ افضل ہوں۔ تو یہ بات احادیث و اخبار صحیحہ کے بخلاف ہونے سے باطل ہے۔ بہرکیف یہ بات واجب التسلیم اور صحیح قابل قبول ہو گی۔ کہ کوئی شخص ان میں سے کا فرد مشرک تصور نہ ہو تاکہ وہ لوگ ہر عصر میں اپنے معاصرین سے افضل واشرف تسلیم کئے جائیں۔

کم من عائب قولاً صحیحاً
وآفتہ من الفہم السقیم

احادیث طہارت نسبی

بیہقی اور ابونعیم اور طبرانی وغیرہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ اختار خلقہ فاختار منہم بنی آدم فاختار منہم العرب ثم اختارنی من العرب فلم ازل خیاراً من خیار الا من احب العرب فبحبی احبہم ومن ابغض العرب فببغضی ابغضہم۔

بیشک اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مخلوقات کو پیدا کیا، توان سب میں سے بنی آدم کو پسند کیا پھر بہتر آدم کی تمام اولاد سے اہل عرب کو منتخب کیا۔ پھر مجھے اہل عرب کو سے برگزیدہ اور پسند کیا۔ میں ہمیشہ ہر عصر میں ہر انتخاب میں سب سے بہترین گروہ میں نامزد ہوتا رہا ہوں، اور جو شخص اہل عرب سے محبت و دوستی اختیار کرے۔ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت و پیار رکھے، اور جو شخص ان سے بغض و عداوت کو اختیار کرے۔ وہ بھی میری عداوت کی وجہ سے ان کو دشمن تصور کرے۔

(۲) بیہقی اور ابن عساکر نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرھما فاخرجت من ابوی فلم یصبنی شیء من ولادۃ الجاھلیۃ خرجت من نکاح ولم

اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتہیت الی ابی وامی وانا خیرکم نفساً وخیرکم اباً۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ نہیں جدا کیا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو دو گروہوں میں مگر مجھے اللہ تعالے نے ان سے بہترین جماعت میں مقرر کیا ہے۔ میں والدین سے تولد پذیر ہوا ہوں، مجھے رسوم جاہلیت سے کوئی چیز نہیں پہونچی میں ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوتا رہا ہوں، نہ سفاح سے۔ زمانہ پدر آدم سے لے کر والدین گرامی تک میں سب لوگوں سے شرافت ذاتی اور وجاہت، جلالت خاندانی کے لحاظ سے بزرگ ترین خلائق سے ہوں۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا است کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سر او

(۳) ترمذی نے سیدنا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیر فرقتہم ثم تخیر القبائل فجعلنی فی خیر القبیلتہم ثم تخیر البیوت فجعلنی فی خیر بیوتہم فانا خیرہم نفساً وخیرہم بیتاً۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا۔ مجھ کو ان سے بہترین جماعت میں شامل رکھا، پھر جب ان کے قبائل مقرر کئے مجھے ان سب سے بہترین قبیلہ میں مقرر کیا، پھر جب ان کے گھرانے مقرر کئے مجھے ان سب سے اعلیٰ خاندان میں مبعوث کیا۔ میں تمام لوگوں سے از روئے ذات عالی اور شرافت خاندانی کے افضل و بلند پایہ ہوں۔

کم اب علا بابن ذی شرف کما علت برسول اللہ عدنان

بیہقی طبرانی ابو نعیم نے سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مخلوقات کو دو حصوں پہ تقسیم کیا۔ مجھے ہر دو گروہ سے بہترین جماعت میں مقرر کیا۔ یہ خدا کا فرمودہ ہے دائیں ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے فرمایا میں اصحاب الیمین سے ہوں۔ مگر رتبہ میں ان سب کا سرتاج ہوں۔ پھر جب ان کو جماعتوں میں تقسیم کیا، گروہ سابقین و مقتصدین ظالمین میں بنایا۔ میں سابقین کی جماعت سے ہوں۔ بلکہ رتبہ میں ان سب سے افضل ہوں، پھر جب

ن کے قبائل مقرر کئے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ پھر
ہم نے تمہارے لئے شعب وقبائل مقرر کئے۔ تاکہ تم ایک دوسرے سے شناخت کئے جاؤ
پھران کو خاندانوں پر تقسیم کیا مجھے تمام لوگوں سے اعلیٰ واشرف خاندان میں پیدا کیا۔
قال اللہ تعالیٰ۔ یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً
(احزاب ۳۳) چاہتا ہے اللہ تعالیٰ تاکہ دور کرے تم سے پلیدی گناہ کی اے گھروالو۔ اور
پاک کرے تم کو پاک کرنا۔

سید الکونین ہادی السبل — خاتم پیغامبران خیر الرسل
سید و سرور محمد نور جہاں — بہتر و بہترہ شفیع مجرماں
بہترین و بہترین انبیاء — رحمت عالم محبوب خدا

اللھم عظم شاننا وبین برھاننا وتقبل شفاعتنا فی امتہم واحشرنا
فی زمرتنا وارزقنا محبتہ وصحبتہ آلہ واصحابہ وامتنا علی سنتہ
واحشرنا فی زمرتہا واسقنا من حوضہ مشربا سائغا ھنیئا لا ظماء
بعدہ ابداً صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
برحمتک یا ارحم الراحمین ہ

فصل ثانی

دربیان احیاء ابوین شریفین نبی صلعم کے بیان میں

رواه الطبرانی فی المعجم الاوسط عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نزل الحجون کئیباً حزیناً فاقام بها ماشاء اللہ عزوجل ثم رجع مسروراً قال سألت ربی فاحیا لی امی فامنت بی ثم ردھا۔

امام طبرانی نے معجم اوسط میں ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بموقع حج الوداع کے حجون قبرستان مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً وتکریماً میں نزول فرمایا۔ درانحالیکہ حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام بے حد غمگین وحزین تھے۔ آپ نے کچھ عرصہ تک وہاں اقامت اختیار کی جس قدر خداوندکریم کو منظور تھی۔ پھر جناب رسالت مآب علیہ التحیۃ والصلوٰۃ نہایت خوش وخرم میرے پاس تشریف لائے۔ فرمایا۔ اے عائشہ رض میں نے اپنے پاک پروردگار سے سوال کیا۔ اس نے اپنے فضل وکرم سے میری والدہ ماجدہ کو زندہ کردیا، اس نے میری نبوت ورسالت کی دعوت کو صدق دل سے تسلیم کرلیا۔ پھر فوت ہوگئیں۔ مواہب لدنیہ صـ۳۳ ماثبت بالسنۃ صـ۳۷ التعظیم والمنۃ سیوطی صـ۳۲

علامہ زماں امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ کہ اس حدیث شریف کو علامہ دوراں امام قرطبی اور طبری اور ملا جلال الدین سیوطی اور خطیب بغدادی نے روایۃ کیا ہے امام حافظ الحدیث عمر بن محمد بن عثمان بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وعن والدیہا سے روایۃ کی ہے۔ قالت حج بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمر بی علی عقبۃ الحجون وھو باک حزیناً مغتم فبکیت ببکائہ ثم انہ نزل فقال یا حمیرا استمسکی فاستندت الی جنب البعیر فمکث ملیاً ثم عاد الی وھو فرح متبسم فقال ذھبت الی قبر امی فسألت ربی ان یحییہا فاحیاھا فامنت بی۔ زرقانی مصری صـ۱۶۶ ج ازالد اللبیب صـ۲۳۷ قلمی مواہب لدنیہ صـ۳۳ ج ۱ مصری۔ ماثبت بالسنۃ۔ کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ہمراہ حج بیت اللہ شریف کا کیا۔ جب آپ نے مکہ معظمہ زاد اللہ شرفا کے گورستان پر
۔ اس وقت حضور پُر نور تاجدار مدنی فداہ ابی وامی گریہ وزاری اور غمناکی حالت
تھے۔ میں خود جناب کی گریہ وزاری کو دیکھ کر رو پڑی۔ حضور اپنی سواری سے
ترے فرمایا اے عائشہ سواری کی باگ روک لے۔ میں اپنی ناقہ کو بٹھا کر اس کے
سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئی۔ آپ وہاں کچھ مدت ٹھہر کر واپس تشریف آور ہوئے۔ آپ بے حد
خرم اور ہنس رہے تھے۔ فرمایا۔ میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر گرامی پر گیا تھا میں نے
الٰی کی بارگاہِ عالی میں سوال کیا۔ بار خدایا۔ میری والدہ گرامی کو از سر نو زندہ کر دے
الٰی نے میری دعا سے ان کو زندہ کر دیا۔ اور اس نے میری دعوت کو قبول کر لیا۔
ا واللبیب ص۲۳۷ میں ہے قد جزم بعض العلماء بان ابویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
ن لیس فی النار۔ بعض علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس حدیث شریف
ستدلال کیا ہے۔ کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی ناجی ہیں۔ اور نار جہنم
میں ہیں۔

تفسیر روح البیان ص۱۴۲ جلد اول مطبوعہ دیوبند بحوالہ تذکرہ امام قرطبی روایۃ کی ہے۔
ان عائشۃ رضی اللہ عنہما قالت حج بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اتنا
فقال یا حمیرا (ای عائشۃ) استمسکی (ای زمام الناقۃ) فاستندت الی
البعیر فمکث عنی طویلا ثم عاد الی وھو فرح متبسم قلت فما دا یا رسول اللہ
ذھبت الی قبر امی افتہ فسألت اللہ ان یحییہا فاحیاھا فامنت حضرت عائشہ صدیقہ
اللہ عنہا وعن والدیہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ
اللہ شریف کا حج کیا۔ پھر حضور پُر نور صلعم نے حجون قبرستان مکہ معظمہ پہ نزول فرمایا
اے عائشہ تو مہار کو روک لے۔ میں اپنی سواری کو بٹھا کر اس کے پہلو سے تکیہ
بیٹھ گئی۔ حضور نے کچھ مدت تک وہاں قیام کیا۔ پھر نہایت خوش وخرم واپس تشریف
اور خوشی کی وجہ سے ہنس رہے تھے۔ میں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ میرے ماں باپ
ور پہ قربان ہوں۔ اس خوشی کا کیا سبب ہے۔ فرمایا۔ اے عائشہ میں اپنی والدہ کی

سیدہ آمنہ خاتون کی قبر شریف پر گیا تھا۔ اور میں نے رب العزت سے سوال کیا کہ یا رب خدایا میری والدہ محترمہ کو زندہ کر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کو زندہ کر دیا، تو آپ نے میری نبوت و رسالت کو تسلیم کر لیا۔ پھر فوت ہو گئیں۔

نشر العالمین للسیوطی حافظ ابو بکر خطیب بغدادی نے کتاب السابق واللاحق میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے:۔

قالت حج بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ حجۃ الوداع فمر بی علی عقبۃ الحجون وھو باک حزینا فبکیت ببکاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم نزل فقال یا حمیرا استمسکی فاستندت الی جنب البعیر فمکث عنی طویلا ثم انہ عاد الی وھو فرح متبسم فقلت لہ بابی وامی یا رسول اللہ نزلت من عندی انت باک حزینا فبکیت ببکائک ثم عدت الی وانت متبسم فماذا یا رسول اللہ قال ذھبت الی قبر امی فسالت اللہ ان یحیھا فاحیاھا فامنت بی ثم ردھا۔

زرقانی شرح مواہب لدنیہ مصری جلد اول ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ حج حجۃ الوداع ادا کیا۔ جب گورستان مکہ معظمہ زادہ اللہ شرفا پر گزر کیا آپ بے حد غمناک اور گریہ زاری میں مبتلا تھے۔ مجھے خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت گریہ زاری کو دیکھ کر رونا آ گیا آپ اپنی سواری سے نیچے اتر پڑے فرمایا اے عائشہ صدیقہ اپنے اونٹ کی مہار روک لے میں اونٹ کو بٹھا کر اس کے پہلو سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئی، آپ نے عرصہ دراز تک وہاں قیام کیا جب واپس لوٹے۔ تو حضور پرنور نہایت خوش و خرم اور متبسم تھے۔ میں نے استفسار کیا، یا رسول اللہ والدین گرامی حضور پرنور پر قربان و نثار ہوں، آپ میرے پاس سے غمناکی کی حالت میں تشریف لے گئے تھے۔ میں آپ کی غمگینی سے متاثر ہو کر رونے لگی، اس خوشی کا کیا سبب ہے۔ فرمایا میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر گرامی کی زیارت کرنے گیا تھا۔ میں نے باری تعالیٰ سے سوال کیا، یا رب خدایا، اسکو زندہ کر دے۔ وہ خدا کی قدرت کاملہ سے زندہ ہو گئیں وہ مجھ پر ایمان لا کر دوبارہ فوت ہو گئیں

علامہ زماں مجدد دوراں حضرت ملا جلال الدین سیوطی نور اللہ مرقدہٗ الدرج المنفیہ
ذکر حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رقم طراز ہیں۔ روایت کیا اس حدیث
شریف کو خطیب بغدادی نے کتاب السابق واللاحق میں اور محدث دارقطنی اور ابن عساکر نے
کتاب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں اور امام محدث ابوحفص بن شاہین نے کتاب الناسخ والمنسوخ
میں اور محب طبری نے سیرت نبوی میں علامہ زماں امام سہیلی نے روض الانف میں اور امام قرطبی
نے تذکرہ میں اور ابن منیر اور فتح الدین الدمشقی نے اور دوسرے اہل علم حضرات نے بلاسند
صلاح الدین صفدی اور حافظ شمس الدین ابن ناصر الدین دمشقی نے اپنے ابیات میں ذکر کیا
ہے۔ وجعلوہ ناسخا لما خالفہ من الاحادیث متاخرہ ولم یبالوا الضعفہ لان الحدیث
الضعیف یعمل فی الفضائل والمناقب۔ اور اس حدیث شریف کی دوسری تمام مخالف حدیثیں
کے لئے ناسخ قرار دیا ہے، اور اس بارہ میں ضعف اسناد کی کچھ پرواہ نہیں کی، کیونکہ جمہور علمائے
کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک فضائل اور مناقب میں ضعیف احادیث پر عمل کرنا جائز ہے۔
کما فی اصول الحدیث

ہر آنکس کہ از حدیث و قرآں نرہی آنست جوابش کہ جوابش ندہی

تفسیر روح البیان ج ۲ میں علامہ زمان شیخ مولانا اسمٰعیل صاحب حقی مصری رحمۃ اللہ علیہ تحریر
فرماتے ہیں۔ ذکر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکی بکاءً شدیداً عند قبر امہ وغرس شجرۃ یابسۃ
وقال ان اخضرت فہو علامۃ لامکان ایمانہما فاخضرت ثم خرجا من قبرہ ببرکۃ دعاء النبی
صلی اللہ علیہ وسلم واسلما وارتحلا۔ مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ بارک وسلم
نے اپنی والدہ شریفہ کی قبر گرامی پر بے حد گریہ زاری کی۔ اور ایک خشک درخت نے کو والدہ ماجدہ
کی قبر کے نزدیک زمین میں گاڑ دیا اور اپنے قلب گرامی میں گمان کیا۔ اگر یہ درخت قدرت ربانی سے
سرسبز و شاداب ہوگیا۔ تو یہ میرے والدین شریفین کے قبول اسلام کی علامت ہوگی، پھر وہ درخت
اللہ کی قدرت سے فوراً ہرا بھرا ہوگیا۔ اور حضور پر نور کے والدین گرامی حضور پر نور کی دعا سے
زندہ ہوگئے۔ اور دعوت اسلام حقانی کی قبولیت کرنے کے بعد وفات پاگئے۔
واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

یفعل اللہ ما یشاء را خوانده — پس چرا اندر تحیر مانده
آنکہ علیے شخص نے چوں ہر دعا کرد — نایب ست او دست او دست خدا ست
گفتہ او گفتہ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ روض الانف میں لبعد احیاء ابوین شریفین کے تحریر فرماتے ہیں - واللہ قادر علی کل شیء لیس رحمتہ وقدرتہ تعجز من شیء ونبیہا صلی اللہ علیہ وسلم اہل بما یختص بما شاء اللہ من فضلہ وتنعم علیہ من نعمۃ اللہ تعالیٰ ہر چیز پہ قادر ہے۔ اس کی رحمت عامہ اور قدرت کاملہ کسی چیز کی محتاج نہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات عالی اس بات کی مستحق ہے۔ کہ پروردگار عالمیان کی ذات گرامی اپنی خصوصی نعمتوں سے جو نعمت چاہے اپنے حبیب رحمۃ للعالمین سید الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین علیہ من الصلوۃ افضلہا ومن التحیۃ اکملہا عطا کرے۔ کیونکہ وہ قادر مطلق ہر ایک شی کا خود مختار مالک ہے۔ جو چاہے کرے۔

من آنچہ شرط بلاغ ست با تو میگویم — تو خواہ از سخنم پند گیری خواہ ملال

سوال:- بعضے گفتہ اند۔ کہ ایں حدیث صحیح نیست زیرا کہ ابن جوزی اورا در موضوعات ذکر کردہ کہ در سندو لے احمد بن داؤد است وو سے متروک الحدیث وکذاب است۔ ابن حبان گفتہ کہ وضع میکرد حدیث را۔ بعض علماء کرام نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث شریف صحیح نہیں ہے۔ علامہ ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں احمد بن داؤد ہے۔ جو متروک الحدیث ہے اور کاذب۔ ابن حبان نے کہا ہے۔ کہ وہ جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا۔
جواب میں علامہ زماں سید احمد حموی شارح اشباہ والنظائر رحمۃ اللہ علیہ ص۲۵۳ میں لکھتے ہیں :-

فان قلت الیس الحدیث الذی ورد فی احیاءھما موضوعاً قلت وغیرہ بعض الناس الا ان الصواب انہ ضعیف ولقد قال الحافظ ناصر الدین الدمشقی حیث قال فیہ

حبا اللہ النبی مزید فضل — علی فضل فکان بہ رؤفا
فاحیا امہ وکذا اباہ — لایمان بہ فضلا لطیفا
فسلم فالالہ بہ قدیرا — وان کان الحدیث بہ ضعیفا

اگر تو یہ بات کہے۔ کہ حدیث احیاء ابوین شریفین کی موضوع ہے۔ سید احمد حموی رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے ہیں۔ یہ صرف بعض بے شعور اور نافہم لوگوں کا اپنا وہم و گمان ہے۔ کیونکہ قابل قبول و اقرب الی الصواب یہ بات ہو گی، کہ یہ حدیث ضعیف ہو گی ہرگز موضوع نہیں، دیکھو حافظ امام ناصر الدین دمشقی نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کا حضور پُرنور کی ذاتِ گرامی سے محبت و پیار کرنا آپکی فضیلت اور نہایت بزرگی کی روشن دلیل ہے اللہ تعالیٰ اجل جلالہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر بے حد مہربان ہے۔ اس نے آپ کے والدین گرامی کو حصول دولت ایمان و ایقان کے لیے از سر نو دوبارہ زندہ کیا۔ یہ بڑی بھاری بزرگی کی نشانی ہے۔ تو اس بات کو (یعنی احیاء ابوین اور قبول اسلام کو) صدق دل سے مان لے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے اگرچہ اس بارہ میں حدیث ضعیف مروی ہے۔ یہ اثبات نص قوی ہے۔ کہ حدیث شریف ضعیف ہو گی۔ ہرگز موضوع نہیں، اب حدیث ضعیف حجت اور قابل استدلال تصور ہو گی۔

(۲) محدث دوراں محقق زماں مجتہد مائۃ عاشرۃ حاوی جمیع اصول و فروع جامع معقول و منقول حضرت ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ در مقالہ سندشہ تحریر فرماتے ہیں۔ وکان مما نسب من المعجزات والخصائص الیہ احیاھا حتی آمنا بہ ابویہ وما زال اھل العلم والحدیث فی القدیم والحدیث یردون ھذا الخبر ویتحدون بہ ویتشوف ویجعلونہا فی عداد الخصائص والمعجزات ویدخلونہ فی المناقب والکرامات ویرون ان ضعف الاسناد فی ھذا المقام مغفون ایرا دما ضعف فی الفضائل والمناقب معتبر اور جو چیز معجزات اور خصائص سے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ ان میں سے احیاء ابوین شریفین اور ان کے قبول اسلام کا واقعہ ہے۔ ہمیشہ اہل علم حضرات اور محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین گروہ بیچ زمانہ گذشتہ اور عہد حاضرہ کے اس حدیث شریف کی روایت کرتے چلے آئے ہیں۔ اور اس بات کے اظہار سے خوش ہوتے ہیں۔ اور عوام الناس کے درمیان اس کی تشہیر کرتے ہیں۔ اور ہرگز اس کو مخفی نہیں کرتے۔ اور اس بات کو آن حضرت صلعم کے خصائص اور معجزات سے شمار کرتے ہیں۔ اور آپ کے مناقب اور فضائل میں درج

کرتے ہیں۔ اور یہ گمان کرتے ہیں۔ کہ اس بارہ میں سند کا ضعیف ہونا معاف ہے۔ کیونکہ فضائل اور خصائص نبوی میں ضعیف حدیثوں سے احتجاج کرنا جمہور اہل حدیث کے نزدیک معتبر اور قابل اعتماد ہے۔

(۳) شیخ الہند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ فارسی جلد اول ص۱۸۰ پر رقم طراز ہیں:۔

حدیث احیاء والدین اگرچہ در قدرخود ضعیف است ولیکن تصحیح وتحسین کردندہ اند بتعدد طرق۔ یعنی حدیث شریف احیاء ابوین شریفین کی اگرچہ بلحاظ اسناد ضعیف ہے۔ لیکن علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس کو بواسطہ تعدد طرق حدیث کے صحیح اور حسن تصور کیا ہے۔

جواب ۴۔ زاد اللبیب ص۲۳۶ میں ہے وحدیث الاحیاء انکان فی حد ذاتہ ضعیفا لکن صححہ بعضھم لبلوغہ درجۃ الصحۃ دمتعدد طرقہ وھذا العلم کان مستورا من المتقدمین فکشف علی المتاخرین واللہ یختص برحمتہ من یشاء۔

حدیث احیاء ابوین شریفین اگرچہ سنداً ضعیف درجہ کی ہے۔ لیکن علماء نے اس کو صحیح تصور کیا ہے۔ بوجہ پہونچے درجہ صحت تک اور بواسطہ تعدد طرق حدیث کے۔ گویا یہ علم متقدمین پر پوشیدہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے علمائے متاخرین پر اس راز مخفی کو کھول دیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا محض فضل وکرم ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے۔ اپنے فضل سے مخصوص کرتا ہے۔

رد المحتار شرح در مختار مصری ص۲۹۰ میں علامہ زماں فقیہ دوراں مولانا ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: الاتری ان نبینا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قد اکرمہ اللہ تعالیٰ بحیاۃ ابویہ لہ حتی آمنابہ کما فی الحدیث صححہ القرطبی وابن ناصر الدین دمشقی ثنا نتفعا بالایمان بعد الموت علی خلاف القاعدۃ اکراما لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وصح ان اللہ تعالیٰ رد علیہ الشمس بعد مغیبھا حتی صلی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ العصر فکما اکرم بعود الشمس والوقت بعد وفاتہ فکذا اکرم بعود الحیات والوقت الایمان بعد وفاتہ کیا تو اس بات کو نہیں جانتا۔ کہ رسول کریم وبالمومنین رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے یہ کرامت عطا کی ہے۔ کہ آپ کے والدین گرامی کو دوبارہ زندہ کیا، اور وہ آپ کی نبوت پر ایمان لائے۔

جیساکہ حدیث شریف میں ہے، صحیح تسلیم کیا اس کو امام قرطبی اور ابن ناصر الدین دمشقی نے پس ان کا مرنے کے بعد دولت ایمان سے مشرف اور فائدہ مند ہونا بہ خلاف قواعد شرعی کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اور کرامت کی نہایت ذبردست دلیل ہے۔ اور یہ بات بھی بالکل صحیح ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پرنور کی دعا سے بمقام خیبر خورشید عالمتاب کو بعد غروب ہونے کے الٹا پھیرا تھا یہاں تک کہ سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی نماز عصر ادا کی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو اعادہ خورشید و تجدید وقت نماز سے بعد قضا ہونے نماز عصر کے ادائیگی نماز کی کرامت عطا کی تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اجل شانہٗ نے حضور پرنور کے ابوین شریفین کو زندہ کرنے اور قبول ایمان کی کرامت عطا کی ہے۔ بعد فوتید گی وقت قبول ایمان کے الہم عظم شانہٗ و بین برہانہٗ فقیہ اعظم اب محقق شامی کی تحریر سے صاف عیاں ہوتا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی کا ان کی وفات شریف کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور ایمان لانا بالکل حق بات ہے۔ جو حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ یہ فضیلت اور کرامت حضور پرنور کے سوا کسی دیگر ماسواء من اللہ کو نصیب نہیں ہوئی۔ کہ برخلاف قواعد شرعی کے کسی کے والدین گرامی کو بعد از وفات زندہ کرکے دولت ایمان سے مشرف کیا ہو۔ فقط یہ منصب جلیلہ اور فضیلت عظمیٰ محض ہمارے آقائے نامدار سید عالی وقار حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کی ہے۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(۲) احیاء ابوین شریفین کی حدیث عند العلماء بالکل صحیح قابل قبول ہے جس کی تصدیق و تصحیح جلیل القدر امام قرطبی اور ابن ناصر الدین دمشقی محدث نے کی ہے۔

(۳) اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مروی ہے۔ کہ جب سیدنا و سندنا مولانا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز عصر بمقام خیبر قضا ہو گئی تھی۔ پھر حضور پرنور شفیع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے بعد از غروب آفتاب دوبارہ طلوع پذیر ہوا تھا۔ حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز عصر ادا کی تھی اگر وقتی طور پر نماز ادا صحیح نہ ہوتی۔ تو اعادۂ آفتاب

کی کیا حاجت تھی ۔ عود خورشید سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ آپ کی نماز بالکل وقتی طور پر صحیح ادا ہوئی ورنہ بصورت عدم قبول کے آپ قضاء کر سکتے تھے ۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں اپنی نماز فجر قضا کی تھی جب ردالشمس بالکل حق بات ہے تو پھر اس لحاظ سے ابوین شریفین کا بعد از وفات زندہ ہونا اور ایمان لانا بالکل صحیح اور قابل قبول ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہر چیز پر قادر ہے ۔

سوال ۔ بعض علمائے کرام نے کہا ہے ۔ من مات کافرا لا ینفعہ الایمان بعد الرجعۃ بل لو آمن عند المعاینۃ لم ینفعہ فکیف بعد الاعادۃ ۔ جو شخص کفر کی حالت میں فوت ہوگیا ۔ پھر اسکو عود الی الدنیا اور ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دیتا بلکہ اگر کوئی شخص نزدیک معائنہ کرنے عذاب اخروی کے ایمان قبول کرے ۔ جس کو ایمان یاس کہتے ہیں ۔ کچھ فائدہ نہیں کرتا ۔ تو پھر بعد حیات ثانی سے کیونکہ قبول اور فائدہ مند ہوگا ۔

الجواب ۔ مواہب لدنیہ ص۲۳۵ مصری ج اول زرقانی جلد اول مصری ص۔۔ قولہ من مات کافرا الخ کلام مردود بما روی فی الخبر ان اللہ تعالیٰ رد الشمس علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد مغیبہا ذکرہ الطحاوی وقال انہ حدیث ثابت فلولا لم یکن رجوع الشمس نافعا وانہ لا یتجدد الوقت لما ردہا علیہ فکذلک یکون احیاء ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم نافعا لایمانہما وتصدیقہما بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے قول قائل کہ من مات لم ینفعہ الایمان کلام مردود ہے ۔ کیونکہ حدیث شریف میں مروی ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چھپ جانے کے بعد سورج کو الٹا پھیرا تھا ۔ روایت کیا اس کو امام طحاوی نے معانی الآثار میں اور کہا یہ حدیث شریف بالکل قابل اعتماد ہے اگر اعادہ آفتاب سے تجدید وقت نماز عصر کا صحیح نہ تھا تو پھر اعادہ آفتاب کی دعا کرنا عبث اور اعادہ آفتاب کی کیا حاجت تھی ۔ آپ نماز قضا پڑھ سکتے تھے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کا زندہ ہونا اور ایمان لانا صحیح تصور ہوگا جو حضور پُرنور پر ایمان لانے اور والد کی تصدیق ثبوت رسالت کے لیے فائدہ مند ہو

تو میندہ را چہ غم کہ نصیحت قبول نیست ۔ گر نامہ رد کشت خدا گناہ رسول نیست

مدارج النبوۃ صـ۲۵۴ جلد ثانی شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔
گفت کاتب الحروف رضی اللہ عنہ کہ قول ایں قائل کہ نماز عصر بغروب آفتاب قضا گشت و رجوع شمس اورا ادا نمے گرداند۔ محل نظر است۔ زیرا کہ قضا بہ تقدیرے کرد کہ آفتاب باقی ماند بہ غیبوبت فوت وقت اما اگر وقت نیز عائد گردد چرا روا نشود معنی ادا نیست مگر وقوع نماز در وقت اگرچہ با عادہ وقت باشد۔ میں کہتا ہوں، کہ معترض کا قول جبکہ نماز عصر غروب آفتاب کے ساتھ قضا ہو گئی ہے۔ پھر اعادہ آفتاب سے کیونکر ادا ہو گی۔ یہ بات قابل غور ہے۔ اس لئے کہ آپ نے اس صورت میں نماز قضا کی جبکہ آفتاب طلوع پذیر تھا۔ بعد غروب ہونے اور فوت وقت نماز کے۔ جب اعادہ آفتاب سے خود وقت نماز بھی عود کر آئے تو پھر نماز کیونکر ادا نہ ہو گی۔ اس سے مراد ادائیگی نماز کی ہے۔ بیچ وقت نماز کے۔

نشر العالمین صـ۱۵ مجدد زماں حضرت ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ قلت استدلال علی تجدد الوقت لقصہ رجوع الشمس فی غایۃ الحسن ولھذا حکم یکون الصلوۃ اداء والا لم یکن یرجوعھا فائدۃ اذ کان یصح قضاء العصر بعد الغروب میں کہتا ہوں کہ استدلال کرنا اوپر تجدید وقت نماز عصر کے ساتھ حدیث رد الشمس کے نہایت درجہ احسن ہے۔ بنا برآں ادائیگی صحیح ہونے ادائیگی نماز عصر کے حکم کیا گیا ہے۔ اوپر وقت مقررہ کے۔ ورنہ سورج کے پلٹنے کا کچھ فائدہ نہ تھا اس صورت میں نماز عصر کی قضاء بعد غروب آفتاب کے بالکل صحیح ہوتی۔ خاتمہ۔ میں کہتا ہوں، اب کوئی اشکال نہ رہا جب اعادہ آفتاب سے نماز عصر کا وقت عود کر آیا۔ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کی نماز وقتی طور پر ادا ہو گئی۔ علماء کرام نے اس بات کو بالکل صحیح تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا اسی طرح اگر ابوین شریفین کے زندہ ہونے کے بعد ان کے قبول ایمان کا وقت عود کر آئے تو یہ بالکل قرین قیاس تصور ہو گی۔ کیونکہ جب وقت قبول دعوت کا صحیح ہو گیا، پھر ان کا قبول اسلام بھی بالکل صحیح ہو گیا۔ رواہ طحاوی عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا قالت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوحیٰ الیہ ورأسہ فی حجر علی فلم یصل العصر حتی غربت الشمس فقال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اصلیت یا علی فعلک لا فقال اللھم کان فی طاعتک وطاعۃ رسولک فاردد علیہ الشمس قالت الاسماء فرأیتھا غربت ثم طلعت ووقفت علی الجبال والارض ذالک بالصہبا فی خیبر۔

امام طحاویؒ نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود مبارک میں تھا۔ جبکہ حضور ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز عصر ادا نہ کی تھی۔ اور سورج غروب ہو گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔ اے علی۔ کیا تو نے نماز عصر ادا کی ہے۔ کہا نہیں، فرمایا اے اللہ تعالیٰ۔ بے شک علی تیری فرمانبرداری اور تیرے رسول کریم کی تابعداری میں مشغول تھا اور اس کی نماز فوت ہو گئی ہے۔ بار خدایا۔ تو اس کے لیے سورج کو الٹا پھیر دیجئے اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے اپنی آنکھوں سے سورج کو غروب ہوتے دیکھا۔ اور پھر اُسے دوبارہ طلوع ہوتے دیکھا، اسکی دھوپ کی شعاعیں پہاڑوں اور زمین پر پڑیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز عصر ادا کی۔ یہ واقعہ بموقعہ جنگ خیبر کے بمقام صہباء رونما ہوا تھا۔

امام طحاوی نے دو طریقوں سے اس کی روایت کی ہے:-

قال ھذان حدیثان ثابتان ورواتھما ثقات۔ کہا یہ دونوں حدیثیں بالکل صحیح الاسناد ہیں۔ ان کے راوی بالکل ثقہ ہیں۔ مواہب لدنیہ ص۳۵۸ ج ا سقانی عینی ص۲۰۷ جلد اول مصری خاقانی گویدہ:-

الذی ردت علیہ الشمس وانشق القمر	کان اُمیا ولکن عندہ ام الکتاب
الذی فی کفہ الکفار لما ماتوا	کلم الحصیٰ وقالوا انہ شیئ عجاب

سوال۔ رد الشمس کی حدیث قابل اعتبار نہیں کیونکہ اس کو علامہ ابن جوزی اور بعض دیگر علماء نے موضوعات میں شمار کیا ہے۔

الجواب۔ یہ بعض لوگوں کا اپنا وہم وگمان ہے۔ مگر حقیقت بالکل اس کے خلاف ہے۔ شیخ الاسلام محدث دعلان علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ صواعق ص۷۶ محرقہ مصری میں رقم طراز ہے۔ حدیث ردھا صححہ الطحاوی والقاضی فی الشفاء وحسنہ

شیخ الاسلام ابوزرعہ رازی وتبعہ غیرہ ورد واعلی جمع قالوا انہا موضوع وزعم فوات

بغروبہا فلا فائدۃ فی محل المنع بل نقول کما ان ردہا خصوصیۃ کذالک ادراک العصر

خصوصیۃ وکرامۃ علی کرم اللہ وجہہ، لیکن ردالشمس کی حدیث شریف صحیح کیا اس کو امام طحاوی

حانی الآثار میں اور امام قاضی عیاض مالکی نے شرح شفا شریف کے اور شیخ الاسلام ابوزرعہ

ی نے اور اس کے تابع داروں کی جماعت نے کہا کہ یہ حدیث درجہ احسن ہے، اور ان لوگو

قول کی پرزور الفاظ میں تردید کی۔ جو اسے موضوع قرار دیتے ہیں۔ اور کہا کہ ان لوگوں

غروب آفتاب سے نماز عصر کا وقت فوت ہوجانے کا خوف کیا ہے۔ تو میرمحل ممانعت

سورج کا پلٹنا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں (یعنی شیخ ابن حجر مکیؒ) جس طرح سورج کا

معجزہ اور خصائص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ بعینہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے نماز

ر کا وقت عود کرنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کرامت ہے۔ پھر اس بات کی تائید میں سبط

جوزی رحمۃ علیہ سے ایک حکایت نقل کی ہے۔ ابن جوزیؒ کی اولاد نے بعض ثقہ لوگوں نے

لیا ہے۔ کہ میرے سامنے علمائے عراق کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے۔ کہ ہم نے واعظ الاسلام

شیر قیادی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے۔ وہ ایک بار کسی مجلس میں اہل بیت نبوت کے فضائل ومناقب

ردالشمس کو بیان فرما رہے تھے۔ اچانک فضائے آسمانی پر ابر سیاہ کی تاریکی چھا گئی، اور

نے آفتاب عالمتاب کو اپنے دامن ظلمت میں چھپا لیا۔ لوگوں نے غروب آفتاب کا وہم و

ن کیا۔ اس وقت حاضرین محفل کی پریشانی کو ملاحظہ کرنے کے بعد ابو المنصور واعظ منبر پہ

ہوئے اور سورج کی طرف متوجہ ہوکر مندرجہ ذیل ابیات پڑھے۔ للہ درہ من قال

لا تغربی الشمس حتی ینتھی	لامحی لآل مصطفے ولنجلہ
اشمس عنانك ان اردت ثناءھم	المنیت اذا کان الوقوف لاجلہ
وان کان للمولیٰ فلیکن وقوفك فلیکن	ھذا الوقوف عنبلہ ورجلہ

فوراً بادل پھٹ گیا اور سورج نکل آیا۔ مواہب لدنیہ ۳۵۵ مصری جلد اول لعبذکر حدیث

الشمس کے علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ قد صححہ الطحاوی والقاضی العیاض

رج ابن مندہ وابن شاھین من حدیث اسماء بنت عمیس وابن مردویہ من حدیث

ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ورواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر باسناد حسن کما حکاہ الشیخ الاسلام ابن العراقی فی شرح التقریب۔ لیکن رد الشمس کی حدیث شریف صحیح کیا اس کو امام طحاوی نے اور قاضی عیاض مالکی نے اور روایت کیا اس کو ابن مندۃ اور ابن شاھین نے اسماء بنت عمیس سے اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں ساتھ سند حسن کے روایت کیا ہے۔ ذکر کیا اس کو شیخ الاسلام ابن العراقی نے بیچ شرح تقریب کے۔

امام زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد اول ص۴۷ میں فرماتے ہیں:۔

قد رد المغلطائی والحافظ ابن حجر مکی والقطب الخیضری والسیوطی وغیرھم علی ابن الجوزی وقالوا انہ اخطاء۔ اور ابن جوزی کے قول کی تردید کی ہے۔ علامہ مغلطائی اور ابن حجر مکی اور قطب خیضری اور ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہم محدثین کرام نے اجلہ علمائے حدیث سے۔ اور کہا ہے۔ کہ ابن الجوزی نے رد الشمس کو موضوعات میں شمار کرنے سے سخت غلطی کی ہے۔

مدارج النبوۃ جلد ثانی ص۲۵۲ پر شیخ المحدیث عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ گفت کاتب الحروف عفا اللہ عنہ کہ قول ایں قائل کہ نماز عصر بغروب آفتاب قضا گشت در رجوع شمس رد انمے گرداند۔ اور محل نظر ست۔ زیرا کہ قضا بر تعیہ کرد۔ کہ آفتاب باقی ماند بر خصوصیت دفوات وقت اما اگر وقت نیز عائد گردد چرا ادا نشود۔ معنی ادا نیست مگر وقوع نماز در وقت اگرچہ باعادۂ وقت باشد۔ نیز بعد از اعتراف بجلالت قاضی وعلو خطر وے مناسب توقف است نہ کہ بطلان وانکار باوجودیکہ امام طحاوی واحمد بن صالح آنرا تصحیح کردہ اند وابن جوزی متعجیل است در وضع۔ ادعای آن قابل وثوق نیست

ان حروف کا لکھنے والا یعنی شیخ عبدالحق دہلوی کہتے ہیں۔ یہ بات کہنے والے کا قول کہ جب نماز عصر غروب آفتاب اور خروج اوقات سے قضا ہو گئی ہے۔ اعادۂ آفتاب اس کو ادا کر نہیں سکتا۔ یہ بات قابل غور ہے۔ کیونکہ حضرت امیر علیہ السلام نے اس صورت میں نماز ادا کی جبکہ آفتاب قائم تھا۔ اور بعد غروب کے دوبارہ طلوع پذیر ہوا تھا۔ جب خود وقت نماز

عود کر آئے۔ پھر نماز کیونکر ادا نہ ہوگی۔ اس کا یہ مطلب ہوگا، کہ ادائیگی نماز کی بیچ وقت نماز
۔ خواہ اعادہ وقت نماز سے ہو۔ تیز بعبا عتراف بزرگی شان اور بلندی مقام قاضی عیاض
ٹھہرنا مناسب و موزوں تھا، نہ کہ اس کے قول گرامی کا بطلان اور انکار باوجود اس بات
کہ امام طحاوی اور احمد بن صالح نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ ابن جوزی احادیث صحیحہ کو
ضوع قرار دینے میں بہت جلد باز ہے۔ اس کا دعویٰ کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ پایۂ
بار سے بالکل ساقط ہے۔

سال۔ حدیث ردّ الشمس کتب صحاح میں موجود نہیں۔ اور اس کی راوی ایک عورت
ہے۔ جس کے حالات کی چنداں معرفت نہیں۔ لہذا قابل حجت نہیں۔

اب۔ مخفی نہ رہے۔ کہ معترض کا یہ قول کہ حدیث صحاح ستہ میں موجود نہیں۔ اس واسطے
قابل وثوق اور ہرگز صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ صحاح ستہ کی تمام حدیثیں صحیح نہیں ان میں
ہر قسم کی حدیثیں موجود ہیں۔ اور یہ بات اہل حضرات پہ ہرگز پوشیدہ نہیں صحاح ستہ
سوا دوسری کتب حدیث میں بے شمار ایسی حدیثیں موجود ہیں۔ جو بالکل صحیح اور قابل
باج ہیں۔ جب کتب معتبرہ حدیث میں مانند طحاوی اور شفائی عیاض طبرانی اور ابن مندہ
ابن شاہین اور احمد بن صالح مصری اور ابن حجر مکی ابو زرعہ رازی قسطلانی قرطبی
طائی اور قطب حیضری جلال الدین سیوطی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اہل حدیث اور فقہاء و متکلمین
اس کی تصدیق اور تصحیح اور تحسین کی ہے۔ اور ابن جوزی وغیرہ مخالفین کی پُر زور تردید کی
۔ تواب یہی بات بالکل صحیح واقرب الی الصواب ہے۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

) یہ بات بالکل صحیح ہے۔ کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے حالات کی عدم واقفیت
جہالت خوان کے قول کی تردید اور تکذیب کرتی ہے۔ کیونکہ حضرت اسماء ہرگز مجہول الاحوال
ارباب علم سے مخفی نہیں۔ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو کل دنیا جانتی ہے کہ وہ کون ہے
اہل علم حضرات پہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے۔ کہ یہ نیک بخت خاتون ابتدا
سیدنا امیر المومنین خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقیقی بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ
کی بیوی تھی جس سے عبداللہ بن جعفر طیار پیدا ہوئے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد خلیفہ اول

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وعن آبائہ الکرام کے حرم سرا میں داخل ہوئی اور ان کے بطن مبارک سے محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تولد پذیر ہوئے۔ پھر خلیفہ اوّل کی وفات شریف کے بعد تیسرا نکاح سیدنا و مولانا و مرشدنا امیر المومنین حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہوا اور اس نسبت کے لحاظ سے اہل بیت نبوت میں شمار ہوئیں۔ پھر ان کے بطن مبارک سے امام یحییٰ بن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ ابھی آپ مجہول الاحوال ہیں

بریں عقل و دانش بباید گریست

سه عنہ هبوب انتا شوت علی الحصیٰ   یسول قضبان البان لا الجرا الصلدا

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ میں فرماتے ہیں۔ ان خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یزل تتوالیٰ وتتابع الی حین مماتہ فیکون مما فضل اللہ بہ واکرمہ قال لیس احیاء ھما و ایمانھما یمتنع عقلا ولا شرعا فقد ورد فی الکتاب العزیز احیاء قتیل بنی اسرائیل واخبارہ بقاتلہ وکان عیسیٰ علیہ السلام یحی الموتیٰ وکذالک نبینا صلی اللہ علیہ وسلم احیاہ اللہ تعالیٰ علی یدیہ جماعۃ من الموتیٰ اذا ثبت ھذا فلا یمتنع ایمانھما واحیاء ھما فیکون ذالک زیادۃ فی کرامۃ وفضیلۃ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص متواتر طور پر پے در پے ہنگام وفات شریف تک جاری رہے ہیں۔ احیاء ابوین شریفین کا واقعہ خصائص نبوی میں سے شمار کیا جاوے گا جس کے باعث اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضور پرنور صلعم کو یہ فضیلت اور کرامت عطا کی۔ از روئے عقل سلیم اور شریعت حقانی کے ان کا زندہ ہونا اور ایمان لانا محال نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کی سورۃ بقر میں بنی اسرائیل کے مقتول کا دوبارہ زندہ ہونا اور اپنے قاتل کا پتہ دینا مذکور ہے۔ اور سیدنا مسیح عیسیٰ صلوۃ اللہ علی نبینا وعلیہ التسلیم بھی مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ بعینہ ہمارے آقائے نامدار تاجدار مدینہ طیبہ حبیب خدا علیہ الصلوۃ والسلام الی یوم القیام کے دست مبارک پر ایک جماعت مُردگان زندہ ہوئی ہے۔ جب احیاء اموات نصوص قرآنی سے ثابت و متحقق ہے۔ تو پھر اندریں صورت ابوین شریفین کا زندہ ہونا اور ایمان لانا ممکن و محال نہیں، بلکہ احیاء ابوین شریفین کا واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندی شان اور فضیلت و کرامت کی زیادتی کا نشان ہوگا۔

حکایت - علامہ سید شریف مصری رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ و سُند میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک مولوی صاحب شب بھر مسئلہ ابوین شریفین کی روایات کی تطبیق میں غور و تدبر کرنے سے بیدار رہے۔ کہ کسی طرح روایات معارض میں کوئی صُورت تطبیق کی پیدا ہو۔ شب بیداری اور کثرت دماغ سوزی سے آپ پر غنودگی کی حالت طاری ہو گئی۔ مولوی صاحب عالم بے ہوشی میں چراغ پر جھک پڑے کچھ حصہ جسم کا جل گیا۔ بوقت صبح کوئی فوجی آفیسر آپ کی دعوت ضیافت کرنے کے لئے حاضر خدمت ہُوئے۔ آپ نے دعوت قبول کی۔ جب وقت مقررہ پر مولوی صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر دعوت کھانے کے لیے روانہ ہُوئے۔ راستہ میں ایک سبزی فروش بیٹھ کر سبزی فروخت کر رہا تھا۔ جب آپ اس کے قریب سے گزرنے لگے۔ اس نے فوراً کھڑے ہو کر گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اور مولوی صاحب کے کان میں آہستگی سے یہ اشعار پڑھے :-

آمنت ان آباء النبی و امہ — احیاھما الحیّ القیوم الباری
حتی شہد لہ بالرسالۃ — صدق ذالک الکرامۃ المختار
بہ حدیث و من یقول بضعفہ — فھو الضعیف عن حقیقۃ العار

میں اس بات پر ایمان لایا ہوں۔ کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کو خدائے حی و قیوم اور باری نے زندہ کیا تھا ان دونوں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی شہادت دی۔ یہ بالکل سچی بات ہے۔ اور آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی کرامت سے ہے۔ اس بارہ میں حدیث شریف مروی ہے۔ جو اس کے ضعف کا قائل ہے۔ وُہ ضعیف حقیقت حال سے عاری ہے۔

علامہ زماں فقیہ دوراں رئیس العلماء شیخ ابو نجیم صاحب بحر الرائق رحمۃ اللہ علیہ الاشباہ و النظائر میں لکھتے ہیں۔ ومن مات علی الکفر ابیح لعنۃ الا الوالدی رسول اللہ علیہ وسلم لثبوت ان اللہ تعالیٰ احیاھما حتی آمنا بہ کما فی المناقب الکروری۔ جو شخص کفر کی حالت میں مرگیا۔ اس پر لعنت کرنا مباح ہے۔ مگر نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کو منع ہے بسبب اس بات کے ثابت ہونے کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا تھا۔ وُہ حضور پُر نور صلّی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آئے تھے۔ جیسا کہ مناقب کروری میں ہے۔

علامہ زماں سید احمد حموی شارح اشباہ و النظائر ص۵۳۳ مندرجہ بالا عبارت کے تحت تحریر

کرتے ہیں۔ لبثوت ان اللہ تعالیٰ احیٰ ھما لہ فآمنا بہ خصوصیۃ لھما وحمل کون الایمان لا ینفع بعد الموت فی غیر خصوصیۃ وقد صح انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ردت علیہ الشمس بعد غروبھا نعاجا الوقت حتی صلی علی کرم اللہ وجھہ العصر اداء کرامۃ لہ صلی اللہ علیہ وسلم فکذا ھذا فی شرح الھمزیۃ لابن الحجر الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ بوجہ ثابت ہونے اس بات کے کہ بے شک اللہ تعالیٰ جل لہٗ نے اپنی قدرت کاملہ سے ابوین شریفین کو زندہ کیا تھا، اور وہ دونوں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لائے۔ ان کا زندہ ہونا اور ایمان لانا خصائص نبوی سے ہے۔ اور ایمان کا بعد از وفات مقبول و مفید نہ ہونا مقام غیر مخصوص میں ہے۔ کیونکہ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ حضور پُرنور صلعم کی دعاء سے آفتاب بعد از غروب دوبارہ طلوع پذیر ہوا۔ اور نماز عصر کا وقت عود کر آیا۔ سیدنا و مولانا و مولی المسلمین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے اپنی نماز عصر ادا کی۔ یہ آپ کی کرامت سے ہے۔ اسی طرح پر واقعہ احیاء ابوین شریفین اور ان کے قبول اسلام کا ہے، جیساکہ شرح قصیدۂ ہمزیہ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہے۔ شیخ سعدی گویند :۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ● در باغ لالہ روید در شورہ بوم خس

علامہ زماں امام ناصر الدین ابن المنیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب المقتفیٰ فی شرف المصطفیٰ میں تحریر کرتے ہیں۔ قد وقع لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم احیاء الموتی نظیر ما وقع لعیسیٰ علیہ السلام الی ان قال وقد جاء فی الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما منع من الاستغفار للکفار دعاء اللہ تعالیٰ ان یحیی لہ ابویہ فاحیاھما وآمنا بہ وصدقا وماتا مومنین۔ نشر العالمین ص۵۸ سیوطی

بے شک ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بعض مُردوں کا زندہ ہونا وقوع پذیر ہوا ہے مانند نظیر حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام حدیث شریف میں ہے جب رسول کریم صلعم کو کفار کے واسطے مغفرت طلب کرنے سے منع کیا گیا۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عجز و الحاح سے بارگاہ ربانی میں دعا کی بار خدایا۔ تو اپنے فضل و کرم سے میرے والدین گرامی کو زندہ فرما۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی دعاء مبارک سے ان کو زندہ کر دیا آنحضول نے خوش ہو کر حضور پُرنور کی نبوت تسلیم کیا۔ پھر بحالت ایمان لانے کے فوت ہو گئے۔

رئیس المحدثین فقیہ اعظم عالم بے مثال شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور و معروف

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ ص ۷۱۸ فارسی جلد اول میں تحریر کرتے ہیں۔ "اما متاخران پس اثبات کردہ اند ایمان والدین بلکہ تمام آباء و اُمّہات آں حضرت صلعم را تا مہتر آدم عم والیشانرا در اثبات آں سہ طریقہ است۔ یا ایشاں بر دین مہتر ابراہیم علیہ السلام بودند۔ یا کہ ایشانرا دعوت نرسیدہ کردہ در زمان فترت بودند۔ و پیش از نبوت مُردند۔ یا آنکہ زندہ گردانید خدائی تعالیٰ ایشانرا بدست آں حضرت صلعم و بدعاء وے۔ پس ایمان آوردند و حدیث احیاء اگرچہ در حد خود ضعیف است۔ لیکن تصحیح و تحسین کردہ اند بتعدد طُرق۔ وایں علم گویا مستور بود بر متقدمین پس کشف کرد آنرا حق تعالیٰ بر متاخرین واللہ یختص برحمتہ من یشاء" لیکن علمائے متاخرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین گرامی کا ایمان لانا تسلیم کیا ہے بلکہ ان کے ہمراہ حضور پُر نور صلعم سے لے کر تمام آباء و اجہات کا سید البشر مہتر آدم صفی اللہ و ام البشر مائی حوا صاحبہ علیہ السلام تک اور انھوں نے در بارہ اثبات ایمان ابوین شریفین کے تین طریقے اختیار کئے ہیں۔

(۱) وہ خود بخود اپنی عقل خدا داد اور فراست صحیح سے دین حنیف سیّدنا مہتر ابراہیم خلیل الرحمٰن صلوۃ اللہ علی نبینا و علیہ التسلیم کے پابند تھے۔ (اور شرک و کفر سے مجتنب تھے)

(۲) یا ان کو کسی رسول یا پیغمبر کی دعوت نہیں پہونچی۔ اور وہ زمانہ فترت انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام میں بقید حیات موجود تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے عرصہ دراز پہلے فوت ہو گئے تھے۔

(۳) یا ان کو اللہ تعالیٰ نے حضور پُر نور صلعم کی دُعا سے زندہ کیا۔ پھر وہ ایمان لائے۔ آپ کی دعوت کو قبول کیا۔ حدیث احیاء ابوین اگرچہ سنداً ضعیف ہے۔ لیکن حضرات علماء کرام نے تعدد طرق حدیث کو مدِ نظر رکھ کر اس کی تصحیح و تحسین کی ہے۔ گویا یہ بات علمائے متقدمین پر مخفی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے متاخرین پر اس بات کو منکشف کر دیا۔ حق تعالیٰ جس کو چاہے اپنی رحمت سے مخصوص کرتا ہے۔ وہ صاحب فضل عظیم کا ہے۔

علامہ زمان سید احمد حموی شارح اشباہ و النظائر ص ۵۲۳ لکھتے ہیں:

ودی ان عبد اللہ بن عبد المطلب و آمنۃ ابنۃ وھب ابوی النبی صلی اللہ

علیہ وسلم اسلما واللہ تعالے احیا ھما فآمنا بہ۔

مروی ہے کہ سیدتنا حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب اور سیدہ آمنہ خاتون دختر وہب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی اسلام لائے ہیں خدا نے ان کو زندہ کیا پھر وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔

حضرت مولانا اسمٰعیل حقی صاحب تفسیر روح البیان نے الوین شریفین کے ہمراہ سیدنا حضرت ابو طالب و حضور کے جد اعلیٰ سیدنا عبدالمطلب کا زندہ ہونا اور ایمان لانا تحریر کیا ہے اور اس بارہ میں ایک حدیث شریف بھی نقل کی ہے فمن شا فلیرجع الیہ

من آنچہ شرط بلاغت با تو میگویم تو خواہ از سخنم پند گیری خواہ ملال

سوال:۔ جب عندالنزع بوقت معاینہ عذاب آخروی کے ایمان لانا فائدہ نہیں دیتا بلکہ عنداللہ قرین اجابت نہیں ہوتا جس کو ایمان یارس کہتے ہیں

کما قال اللہ تعالیٰ فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوبا رسنا۔

ہرگز نہ تھا کہ فائدہ دیتا ان کو ایمان لانا جب دیکھا انہوں نے عذاب ہمارا۔

جب ایمان یارس مقبول نہیں تو پھر بعد عود حیات کے کیونکر فائدہ رسانی کرے گا۔

الجواب ھوالموفق للصواب:۔ صاحب روح البیان رقمطراز ہیں

قلت الایمان عند المعاینۃ ایمان یارس فلا یقبل بخلاف الایمان بعد الاعادۃ لماورد ان اصحاب الکھف یبعثون فی آخر الزمان و یحجون و یکونون من ھذا الامۃ تشریفا لھم بذالک وورد مرفوعاً ان اصحاب الکھف اعوان المھدی فقد اعتد بما یفعلہ اصحاب الکھف بعد احیا ئھم من الموت۔

میں کہتا ہوں کہ نزدیک معاینہ عذاب اخروی کے ایمان لانا بیشک ایمان یارس کہلاتا ہے جو عنداللہ قبول نہیں برخلاف بعد عود حیات کے ایمان لانے کے جو مقبول ہے۔ حدیث شریف میں ہے بیشک اصحاب کہف آخر زمانہ میں زندہ کیئے جاویں گے اور بیت اللہ شریف کا حج کریں گے اور اس امت مرحومہ میں

شمار کئے جاویں گے۔ ان کو یہ کرامت دی گئی ہے حدیث مرفوع میں مروی ہے کہ اصحاب کہف مہدی آخرالزمان کے مددگار ہوں گے اللہ تعالیٰ نے ابوین شریفین کو بھی وہی کرامت دی ہے جو اصحاب کہف کو عطا کرے گا۔

مولوی نواب صدیق حسن خانصاحب بھوپالوی [illegible] حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ صـ۹۶ لکھتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضؓ گفتہ کہ اصحاب کہف اعوان مہدی اند، ذکرہ ابن مردویہ فی تفسیرہ سیوطی گفتہ تاخیر اصحاب کہف تا این مدت مفید اکرام ایشان است تا شرف دخول در یں امت دریابند

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اصحاب کہف مہدی کے ممد و معاون ہوں گے۔ اس کو ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ سیوطیؒ نے کہا ہے کہ اصحاب کہف کے احیاء میں عرصہ دراز کی تاخیر کرنے کی یہ وجہ ہے تاکہ ان کو امت محمدی میں داخل ہونے کی کرامت کرامت حاصل ہو

فائدہ اب یہ بات ارباب علم اور صاحب دانش پر نصف النہار کیطرح روشن ہے کہ جب اصحاب کہف کا زندہ ہونا اور ایمان لانا اور اس امت مرحومہ میں داخل ہونے کی فضیلت تا عند الشرح مقبول و ممکن بات ہے تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کا دوبارہ زندہ ہونا اور ایمان لانا کیونکر صحیح نہ ہوگا۔ یہ سب تعصب اور عناد کا باعث ہے اعاذنا اللہ منہا

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

زرقانی صـ۱۷۰ :- فلو ما تم من جواز احیاء المیت وانتفاعھا بحیاتہ بعد خرقا للعادۃ فکذالک یکون احیاء ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تانعا لا یمانھما وتصدیقھا

کوئی چیز مردہ کے زندہ ہوتے اور اس حیات کے ساتھ فائدہ حاصل کرنے میں رکاوٹ ڈالنے والی نہیں بصورت خرق عادت یعنی معجزہ کے پھر اسی طرح پر ہوگا۔ واقعہ احیاء ابوین شریفین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جوان کے ایمان لانے اور تصدیق ہونے

رسالت نبوی کرتے ہیں بالضرور فائدہ رساں ہوگا۔

ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ التعظیم صلا پر بعد ذکر اہالیان فترت تحریر کرتے ہیں

یوخذ من هذه الاحادیث التی یعنی جارت فی احوال اهل الفترة

الرد علی ابن دحیة فی کلامه السالف عند قوله ان الایمان لا ینفع بعد الموت

فاذا کان الایمان ینفع اهل الفترة فی الآخرة التی لیست بدار تکلیف

وقد شاهد واجهنم بشهادة هذه الاحادیث فان ینفعهم

بالاحیاء فی الدنیا من باب اولی۔

ان احادیث شریفہ سے جو بیچ احوال اہالیان زمانہ فترت انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے مروی ہیں ابن دحیہ کے قول گزشتہ کی پر مذہب تردید کی جاتی ہے اس نے کہا ہے کہ مرنیکے بعد زندہ ہوکر ایمان قبول کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتا جب ایمان لانا اہالیان زمانہ فترت کو بیچ دار آخرت کے مفید ہوگا جو تکلیف کا گھر نہیں ہے درانحالیکہ انہوں نے دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا۔ ان حدیثوں کی گواہی سے تو پھر اس دار دنیا میں زندہ ہوکر ایمان لانا کیونکر مقبول و مفید نہ ہوگا۔

ہر علم را کہ کار نہ بندی چہ فایدہ	چشم از برائے آن بود آخر کہ بنگری
از من بگوی آن عالم تفسیر گوی را	گر در عمل نکوشی نادان مفسری
دعوی مکن کہ برترم از دیگران بعلم	چون کبر کردی از ہمہ نادان فروتری
علم آدمیت ست جوانمردی و ادب	ورنہ ددی بصورت انسان مصوری

بحر جلیل عالم نبیل مولانا عبدالباقی صاحب المعروف بزرقانی رحمۃ اللہ علیہ زرقانی شرح مواہب جلد اول صنےلے پر لکھتے ہیں۔

بهما یرد علی ابن دحیه لان الایمان اذا کان ینفع اهل الفترة فی الدار الآخرة التی لیست دار تکلیف وقد شاهدوا جهنم بشهادة الاحادیث فلان ینفعهم بالاحیاء من الموت من باب اولی۔ فقد حصل المطابقة بدلیل الخصوصیة۔

ان حدیثوں سے ابن دمیہ کے قول کی تردید ہوتی ہے جو اہل فترت کے بارہ میں مروی ہے۔ جب زمانہ فترت کے رہنے والوں کا دار آخرت میں ایمان لانا فائدہ مند ہوگا جو تکلیف کا گھر نہیں۔ انہوں نے ان احادیث کی شہادت سے نار جہنم کو بچشم خود ملاحظہ کیا پھر الوین شریفین کا مکرر زندہ ہوکر ایمان لانا کیونکر مقبول نہ ہوگا کیونکہ ادلہ خصوصی سے مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب حقی مصنف روح البیان فرماتے ہیں۔

لو بدعٰ ان یکون اللہ تعالیٰ کتب لابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عمراً ثم قبضھما قبل استیفائہ تلک اللحظۃ الباقیۃ آمنا فیھا نیحتی بہ وتکون تلک اللحظۃ الباقیۃ بالمدۃ الفاضلۃ بینھما لوستد سالک الایمان من جملۃ ما اکرم اللہ تعالیٰ بہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ کچھ تعجب و حیرانگی کی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کیلئے ان کی عمر کی کچھ میعاد مقرر کی ہو پھر ان کو تعجیل حیات سے کچھ عرصہ پہلے وفات دے دی ہو پھر ان کو بقایا عمر کی تکمیل کے لئے زندہ کر دیا ہو۔ اور وہ بقایا میعاد عمر ان کے قبول ایمان کے لئے کافی ہو یہ وہ کرامت اور خصوصیت ہے جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی صلعم کو مخصوص کیا ہو۔

سوال:۔ حاکم اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے روایت کی ہے

قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوما الی المقابر فجلس الی قبر منھا فناجاہ طویلا ثم بکی فقال ان القبر الذی جلست عندہ قبر امی وانی استاذنت ربی فی الدعاء فلم یاذن لی فانزل اللہ تعالیٰ علی قولہ تعالیٰ ما کان النبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی القربیٰ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز قبرستان کیطرف تشریف لے گئے اور ایک قبر کے سرہانے بیٹھ گئے اور دیر تک دعا میں مشغول رہے پھر رو پڑے فرمایا میں جس قبر کے پاس بیٹھا تھا یہ میری والدہ ماجدہ کی قبر گرامی تھی میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا

کرنے کی اجازت مانگی مجھے اجازت نہیں ملی اور مجھ پر یہ آیت شریف نازل ہوئی "ہرگز نہیں لائق واسطے نبی کے اور ایمان والوں کے یہ کہ بخشش مانگیں واسطے مشرکین کے اگرچہ وہ ان کے قرابت دار ہوں۔

الجواب:۔ تعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ثانی صد ۲۴۲ میں ہے۔

اما ما وقع فی حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ ونزلت وما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الخ مخالف لما ورد الثقات من ان نزولها انما کانت فی قصۃ ابوطالب کما اخرجہ البخاری

لیکن جو بات عبداللہ بن مسعود کی حدیث شریف میں ہے ذکر یہ مجھے دعا کرنے کی اجازت نہ ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی اور نہیں لائق واسطے نبی کے اور ایمان والوں کے یہ کہ بخشش مانگیں واسطے مشرکین کے اگرچہ وہ ان کے قرابت دار ہوں یہ ثقات کی روایات کے بالکل مخالف ہے کیونکہ اس کا نزول بیچ قصہ وفات ابوطالب کے ہے رواہ بخاری ومسلم نہ کہ آپ کی والدہ ماجدہ کے حق میں ہے مسلم صد ۲۹۳ تے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب کی وفات کا وقت قریب ہوا حضور پر نور اس کے پاس تشریف لے گئے اور کفار مکہ سے مانند ابوجہل اور ولید بن مغیرہ اور عبداللہ بن امیہ وغیرہ پہلے وہاں موجود تھے آپ نے فرمایا چچا جی آپ کلمہ شہادت پڑھیں تاکہ میں کل بروز حشر خدا کے حضور اس کے ذریعہ سے تمہاری نجات طلب کروں یہ بات سن کر ابوجہل نے کہا اے ابوطالب کیا تو اپنے باپ سیدنا عبدالمطلب کے دین سے منحرف ہو جائے گا ہر چند حضور پر نور نے اصرار کیا مگر ابوطالب نے انکار کیا اور وہ یہ بات کہتے ہوئے فوت ہو گئے یعنی کہ اپنے باپ عبدالمطلب کے دین پر قائم ہوں آپ نے کہا خدا کی قسم میں ہمیشہ تمہارے لئے جناب باری سے بخشش طلب کرتا رہوں گا جب تک مجھے روکا گیا پھر یہ آیت اتری وما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین

خصائص کبریٰ سیوطی مصری صد ۸۷ ابن عساکر نے حسن بن عمارہ رضی سے روایت کی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ابن ابی طالب ذھبا الی قبر ابیطالب

یستغفرلہٗ فانزل اللہ تعالیٰ وما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولوکانوا اولی القربیٰ فاشتد علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم موت ابیطالب علی الکفر فانزل اللہ تعالیٰ ۔ انک لا تہدی من احببت یعنی ابوطالب ولکن اللہ یہدی من یشاء یعنی عباس بن عبد المطلب ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا و مولانا و مولیٰ المسلمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابوطالب کی قبر پر تشریف لے گئے تاکہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کریں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ۔ اور نہیں لائق واسطے نبی کے اور ایمان والوں کے یہ کہ بخشش مانگیں واسطے شرک کرنے والوں کے اگرچہ وہ ان کے قرابت دار ہوں ۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر چچا کی وفات کفر پر بعد ناگوار محسوس کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل کی ۔ تحقیق تو نہیں ہدایت کرسکتا جس کو جی چاہے یعنی ابوطالب کو لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو جی چاہے جو سیدنا حضرت عباس بن عبدالمطلب سے مراد ہے ۔

علامہ نعمان خمیر دوراں ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمختار شرح درمختار جلد ۲ ص ۳۹۷ باب نکاح کافر میں تحریر فرماتے ہیں ۔

لا ینافی ایضاً ما قال الامام فی الفقہ الاکبران والدیہ ماتا علی الکفر ولا ما فی صحیح المسلم استاذنت ربی استغفرلامی فلم یاذن لی ۔ و ما فیہ ایضاً ان رجلاً قال یارسول اللہ این ابی قال فی النار فلما قفادعاہ فقال ابی ابوک فی النار لامکان ان یکون الاحیاء بعد ذالک لانہٗ کان فی حجۃ الوداع ۔

اسی طرح یہ قول منافی ایمان ابوین شریفین کا نہیں جو ہمارے امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے بیچ فقہ اکبر کے بیشک والدین گرامی نبی صلعم کے فوت ہوئے بیچ حالت کفر کے اور نہ جو صحیح مسلم میں حدیث ہے میں نے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے اجازت مانگی کہ میں اپنی والدہ گرامی کے لئے بخشش طلب کیا کروں مجھے اجازت نہ ملی ۔

حدیث شریف میں ہے ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ میرا باپ کہاں ہے فرمایا آگ میں۔
ب واپس پھرا، پھر اسے بلایا اور کہا میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں ممکن ہے کہ ابوین شریفین کا
ندہ ہونا اور قبول اسلام ان احادیث کے بعد کا ہو کیونکہ احیاء کا واقعہ حج زمانہ حج الوداع سنہ ۱۰ھ
ے وقوع پذیر ہوا ہے۔ اس صورت میں تعارض بین الروایتین نہ رہا۔ دیکھو تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۲۱۷ مطبوعہ

واما ما روی عنہ فلم یؤذن لی فی الشفاعۃ فھو متقدم علی احیاھما لانہ کان
فی حجۃ الوداع فمن الجائز ان تکون ھذہ الدرجۃ حصلت لہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام بعد ان لم تکن۔

جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھے شفاعت طلب کرنے کی اجازت نہ ملی یہ روایت
واقعہ احیاء سے پہلے کی ہے کیونکہ ان کے احیاء کا واقعہ حج الوداع میں ظہور پذیر ہوا ہے اور یہ بات بالکل
ممکن الوقوع اور جائز ہے کہ یہ کرامت احیاء ابوین گرامی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان روایات
مخالف کے بعد میں حاصل ہوئی ہو۔ یہی بات قابل اعتماد ہے۔

علامہ زمان سید احمد حموی شرح اشباہ والنظائر صفحہ ۲۵۳ صاحب روح البیان کے قول کی تائید کرتے ہیں۔

وذکر بعض اھل العلم فی الجمع ما حاصلہ ان من الجائز ان تکون ھذہ
الدرجۃ حصلت لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد ان لم تکن وان یکون الاحیاء
والایمان متاخرا۔

بعض اہل علم نے بیچ تطبیق روایات کے ذکر کیا ہے ممکن ہے کہ یہ کرامت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو بعد میں حاصل ہوئی ہو اور پہلے حاصل نہ ہو یہ کہ ابوین شریفین کا زندہ ہونا اور ایمان لانا مخالف
احادیث سے بعد کا واقعہ ہو تو اس صورت کوئی تعارض باقی نہ رہا پھر ان کا احیاء ایمان صاف متحقق ہوگیا۔

حضرت ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مسالک الحنفاء فی والد المصطفیٰ صفحہ ۵۹ میں تحریر کرتے ہیں

قال القرطبی رح لا تعارض بین الحدیث الاحیاء وحدیث نھی الاستغفار ان
حدیث الاحیاء متاخراً عن الاستغفار لھما بدلیل حدیث عائشۃ رضی اللہ
عنھا ان ذلک کان فی حجۃ الوداع ولذالک جعلہ ابن شاھین ناسخا لما ذکر
من الاخبار۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ احادیث احیاء ابوین شریفین اور نہی عن الاستغفار کے درمیان کوئی تعارض نہیں ساتھ دلیل حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کیونکہ احیاء ابوین گرامی کا واقعہ حجۃ الوداع کے گزرا ہے۔ اسی لئے ابن شاہین محدث نے حدیث احیاء کو کتاب الناسخ والمنسوخ میں دوسری حدیثوں کے لئے ناسخ قرار دیا ہے اور یہی بات قریب الی الصواب اور قابل اعتماد ہے۔

حافظ فتح الدین ابن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت میں حدیث احیاء کو حدیث نہی عن الاستغفار سے مؤخر ذکر کیا ہے۔

قال وذکر بعض اھل العلم فی الجمع بین الروایات ما حاصلہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یزل راقیا فی المقامات السنیۃ صاعدا فی الدرجات العلیۃ الی ان قبض اللہ روحہ المطھرۃ الیہ وازلفہ بما خصہ اللہ لدیہ من الکرامات حین القدوم علیہ فمن الجائز ان یکون ھذا درجۃ حصلت لہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ان لم تکن وان یکون الاحیاء والایمان متاخرا عن تلک الاحادیث۔

کہا بعض اہل علم حضرات نے بیچ تطبیق دینے احادیث کے ذکر کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم دائم الاوقات حصول مقامات سنیہ اور درجات رفیعہ کے حصول کے منتظر رہتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پرنور کے روح مطہر و مقدس کو قبض کیا اور ان کو ان فضائل اور خصائص سے اپنے قریب کیا جو خدا کو منظور تھا یہ بالکل ممکن اور جائز ہے یہ درجہ حضور پرنور کو بعد میں حاصل ہو جو پہلے نہ تھا یعنی احیاء ابوین شریفین اور قبول اسلام ان تمام مخالف احادیث کے بعد کا واقعہ ہے اس صورت میں حدیث میں کوئی تعارض باقی نہ رہا۔

ندقانی جلد اول مصری صفحہ ۱۶۲۔ ویمکن الجواب عن الحدیثین انہا کانت متقدمۃ غیر فقد لم یبلغا شان البعث والنشر ذالک اصل کبیر فلحیاھما اللہ لہ حتی آمنا بالبعث و بجمیع ما فی الشریعۃ ولذا تاخر احیاھما فی حجۃ الوداع حتی تمت الشریعۃ ونزل الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

فما جیبت حتی آمنت بجمیع ما انزل اللہ علیہ من امعنی نفیس جداً۔
معارض حدیثوں کا یہ جواب ممکن ہے کہ ابوین شریفین پہلے ہی موحد اور خدا پرست تھے مگر انکو کما حقہٗ علم دار آخرت کا حاصل نہ تھا جو کہ آخرت پر ایمان لانا دین حقانی کے اصولی جزوں سے ہی پھر اللہ تعالیٰ نے انکو زندہ کیا تاکہ دار آخرت اور تمام احکام شرعی پر کامل طور پر ایمان لائیں اس لئے اللہ نے حجۃ الوداع کے زمانہ تک ان کے زندہ کرنے میں تاخیر کی یہاں تک دین اسلام مکمل ہو گیا اور یہ آیت نازل ہوئی آج کے دن کامل کیا میں نے دین تمہارا اور پوری کی میں نے تم پر نعمت اپنی اور پسند کیا تمہارے لئے اسلام حقانی کو دین پھر ان کو زندہ کیا گیا تاکہ تمام امور دینی اور احکام شرعی پر مکمل طور پر لائیں
یہ جواب نہایت پسندیدہ اور مقبول عامہ علماء کرام کا ہے اور یہ بات بالکل صحیح اور قابل اعتماد اور ان کے ایمان پر استدلال کے لائق ہے

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

سوال:۔ حدیث شریف میں ہے قال ان ابی و ابوك فی النار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا باپ اور تیرا باپ دوزخ میں ہیں۔
جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ابی سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا ابو طالب مراد ہیں نہ کہ سیدنا حضرت عبداللہ حضور پر نور صلعم نے سائل کو ذو معنی جواب دیا جس سے بظاہر تو اس کی تسکین قلبی ہو گئی لیکن اس پر حقیقت حال مخفی رہی کیونکہ آپ نے ابی سے چچا کی طرف اشارہ کیا تھا ترمذی نے ابو ہریرہ رضی سے روایت کی ہے قال عم الرجل صنو ابیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آدمی کا چچا اس کے باپ کے مانند ہوتا ہے کیونکہ اہل عرب اپنے چچا صاحب کو مانند باپ کے تصور کرتے تھے امام محمد بن کعب قرظی اور ابو العالیہ رضی اللہ عنہما نے کہا ہے۔

انخال والد والعم والد وتلا قولہ تعالیٰ ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰھك والہ آبائك ابراھیم واسمٰعیل واسحاق ماموں مانند باپ کے ہے اور چچا بمنزلہ والد کے ہے پھر یہ آیت تلاوت کی کیا تم اسوقت موجود تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو موت آئی جو اس نے اپنے بیٹوں کو کہا تم میرے

بعد کس کی پرستش کریں گے انہوں نے جواب دیا تیرے خدا کی اور تیرے باپ دادا حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل و حضرت اسحاق علیہم السلام کے خدا کی پوجا کریں گے حالانکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام انکے رشتہ میں چچا تھے لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے انکو اپنا باپ ذکر کیا ہے۔ وقس علے ھذا لعمہ

سوال:۔ جب دو حدیثوں کے درمیان تعارض واقع ہو تو پھر تطبیق کی کیا صورت ہوگی۔

الجواب:۔ جب دو حدیثوں کے درمیان تعارض واقع ہو اسوقت تطبیق روایات کی یہ صورت ہوگی کہ ہر دو روایتوں کے درمیان روایت کا زمانہ دیکھا جاوے گا تو پھر موافق قواعد اصول حدیث مقدم کو منسوخ اور متاخر کو ناسخ قرار دیا جائے گا چونکہ احیاء ابوین کریمین کا واقعہ بیچ زمانہ حجۃ الوداع ۱۰ھ کے ظہور پذیر ہوا ہے اس لحاظ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث دوسری تمام حدیثوں کے لئے ناسخ تصور ہوگی۔ دیکھو ابن شاہین محدث وغیرہ نے نہی عن الاستغفار کی حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے منسوخ قرار دیا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ شرح نخبۃ الفکر صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں۔

وان لم یمکن الجمع فلا یخلوا اما ان یعرف التاریخ اولا فان عرف التاریخ وثبت المتاخر فھو الناسخ والآخر منسوخ

لیکن اگر جمع بین الروایتین ممکن نہ ہو پھر تاریخ روایت ملاحظہ کی جائے گی پس اگر تاریخ روایت کی معرفت حاصل ہو جائے تو اندریں صورت پچھلی روایت کو پہلی کے لئے ناسخ تصور کیا جائیگا نورالانوار صفحہ ۱۹۶ کے بحث تعارض میں ہے

ومن قبل اختلاف الزمان صریحاً فانہ اذا علم التاریخ فلا بد ان یکون المتاخر ناسخاً للمتقدم

یہ اختلاف زمانہ سے پہلے کی بات ہے لیکن جب روایت کی صحیح تاریخ معلوم ہو گی تو پھر ضروری بات ہے کہ پچھلی روایت پہلی کے لئے ناسخ تصور ہوگی۔

اب صاف اظہر من الشمس ہے کہ احیاء ابوین کا حجۃ الوداع ۱۰ھ میں وقوع پذیر ہوا ہے اس واسطے اس سے پہلی تمام مخالف روایات کو منسوخ تصور کیا جائے گا جب یہ سب ناقابل قبول اور

نا واجب العمل تصور ہوئیں تو پھر ابوین الشریفین کا زندہ ہونا اور ایمان قبول کرنا بالکل صحیح ہو گیا اور کوئی نزاع باقی نہ رہا۔

امام عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ زرقانی جلد اول ص ۱۷۲ مصری پہ رقمطراز ہیں

قال بعض اهل العلم فی الجمع ان یکون الاحیاء متاخرا من تلك الاحادیث

اور بعض اہل علم حضرات نے بیچ تطبیق بین الروایات کے کہا ہے یہ کہ احیاء ابوین شریفین کا واقعہ تمام مخالف حدیثوں کے بعد کا ہے فلا تعارض تو پھر تعارض کا شبہ زائل ہو گیا۔ والحق احق ان یتبع

ایک اور اصولی بات قابل ذکر ہے جس کا ذکر کرنا فائدے سے خالی نہ ہو گا نور الانوار شرح منار میں ملا جیون صاحب استاذ المکرم شہنشاہ معظم اورنگ زیب عالمگیر نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ لکھتے ہیں۔

المثبت اولی من النافی یعنی اذا تعارض المثبت والنافی فالمثبت اولی بالعمل من النافی۔

مثبت روایات پر عمل کرنا نافی سے بہتر ہے یعنی جس وقت مثبت اور نافی روایات میں تعارض پیدا ہو تو اس صورت میں مثبت پر عمل کرنا نفی کرنے والوں سے بہتر ہو گا۔

امام جلال الدین سیوطیؒ التعظیم والمنۃ ص ۲۶ پر تحریر کرتے ہیں

القول فی الاحادیث التی وردت فی ان ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النار کلها منسوخة اما باحیاهما وایمانهما واما بالوحی فی ان اهل الفترت لا یعذبون۔

لیکن ان حدیثوں میں کلام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کے حق میں مروی ہیں بیشک وہ دوزخ میں ہیں یہ ہے کہ وہ سب حدیثیں منسوخ العمل قرار دی جائیں گی یا تو ان کے زندہ ہونے اور ایمان لانے کے ذریعہ سے یا بواسطہ نزول وحی کے کہ زمانہ فترت انبیاء کے لوگ عذاب نہ کئے جاویں گے۔ بہر کیف بہر دو صورت ابوین الشریفین کا ایمان اور نجات ایک جماعت علماء کرام

کے نزدیک بالکل ثابت ہے۔ جزاهم الله عنی خیر الجزاء

گر نیاید بگوش رغبت کس　　بر رسولان بلاغ باشد و بس

سوال:۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ وعلی اتباعہ نے اپنی مشہور عام تصنیف لطیف فقہ اکبر میں لکھا ہے

ووالدی رسول الله صلی الله علیه وسلم ماتا علی الکفر

نبی کریم کے والدین گرامی کفر کی حالت میں فوت ہو گئے ہیں۔

الجواب:۔ ۱۔ سیدنا حضرت امام اعظم نور اللہ مرقدہٗ نے عدم ادراک زمانہ نبوت کو کفر سے تعبیر کیا ہے یعنی ماتا علی زمان الکفر یعنی ان کی فوتیدگی زمانہ کفر میں واقع ہوئی اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ نہیں پایا بلکہ کفر کی تاریکی کے زمانہ میں فوت ہو گئے

۲۔ صاحب عیون نے کہا ہے۔ ودسوسٌ علی الامام دسٌّ فی علیہ ان فی نسخ المعتمد لا منقلبین فیھا شئی من ذالک۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر تہمت تراشی گئی ہے جس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ فقہ اکبر کے بعض صحیح اور معتبر نسخہ جات میں یہ بات مندرج نہیں یہ ابو حنیفہ بخاری کا مقولہ ہے جو قابل اعتبار نہیں۔

۳۔ بالفرض اگر اس قول کو بالکل صحیح مان لیا جائے اور اس کی کوئی تاویل نہ کی جائے پھر بھی یہ بات ہرگز لازم نہیں ہوتی کہ ان کا زندہ ہونا اور ایمان لانا صحیح نہیں کیونکہ اہل علم حضرات کے نزدیک ان کا زندہ ہونا اور ایمان لانا امور مسلمہ سے صحیح بات قابل اعتبار ہے۔

۴۔ بعض علماء کے نزدیک فقہ اکبر کی عبارت یہ ہے وما ماتا علی الکفر والدین گرامی کفر پر فوت نہیں ہوئے مگر ماتا کے اول سے لفظ ما سہو کاتب یا دوسری وجہ سے ساقط ہو گیا اور عوام الناس میں ماتا علی الکفر کے الفاظ سے رواج پذیر ہو گیا جیسا کہ ارشاد نبی سے ثابت ہے

۵۔ یہ بات ممکن اور قرین قیاس ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث احیاء نہ پہنچی ہو کیونکہ زمانہ سلف میں عوام الناس کی توجہ اس مسئلہ شریف کی طرف چنداں مائل نہ تھی بعد ازاں اس کی ضرورت لاحق ہوئی شیخ عبد الحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں گویا ایں علم مستور بود بر متقدمین پس کشف کرد حق تعالیٰ آنرا بر متاخرین۔ واللہ یختص برحمتہ من یشاء

دیکھو عالم باعمل فاضل بے بدل استاد المحدثین سند المحققین رئیس العلماء و الفضلاء مفسر قرآن
دی فروع و اصول شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاوی عزیزی میں بجواب سوال ایمان ابوین الشریفین
تحریر فرماتے ہیں۔ حضرات علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے دربارۂ اثبات ایمان ابوین شریفین کے
ن مسلک اختیار کئے۔

ا۔ پہلا مسلک یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین گرامی زمانہ فترت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بقید حیات موجود تھے اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

قولہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا بنی اسرائیل پ ۱۵

نہ تھے ہم عذاب کرنے والے یہاں تک کہ بھیجیں ہم رسول۔

اس آیت گرامی کے مضمون سے حضور پر نور صلعم سے پہلے فترت کا زمانہ ثابت ہوتا ہے پھر بمۃ تعالیٰ اس آیت شریفہ کے زمانہ فترت کے لوگ قابل مواخذہ اور سزاوار عذاب کے نہیں اور باعتبار اس مسلک کے فقہ اکبر کی عبارت بھی صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں صرف ماتا علی الکفر موجود ہے۔ ان کے تعذیب کا کچھ مذکور نہیں۔ اب صاف ظاہر ہوتا ہے۔ وہ ناجی ہوں گے۔

۲۔ دوسرا مسلک علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا یہ ہے کہ جناب سرور کائنات فخر موجودات سید الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین علیہ من الصلوٰۃ اکملہا ومن التحیات افضلہا کے والدین گرامی بعد از وفات زندہ کئے گئے اور انہوں نے بعد احیاء آپ کی نبوت و رسالت کو صحیح تسلیم کر لیا اور یہ مسلک بھی بالکل فقہ اکبر کی عبارت کے منافی نہیں علامہ دوران الشیخ شمس الدین صاحب کردری جو جلیل القدر علماء احناف ملک ماوراء النہر سے ہیں کہتے ہیں۔

یجوز لعن من مات علی الکفر الا والدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لثبوت ان اللہ تعالیٰ احیاھما آمنا بہ

اس شخص پر لعنت بھیجنا جائز ہے جو کفر کی حالت میں فوت ہو گیا مگر نبی کریم صلعم کے والدین گرامی کو منع ہے بسبب ثبوت اسبات کے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا۔

کی نبوت پر ایمان لائے ہیں۔ ان کا جب اثبات ایمان ہو گیا تو ان سے کفر کا ازالہ ہو گیا۔

۔ تیسرا مسلک علماء کرام رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ حضور پر نور کے والدین گرامی نے توفیق ربانی سے اپنی عقل خدا داد سے ملت ابراہیم حنیف علیہ السلام کو اختیار کر لیا تھا اور وہ مراسم شرک و کفر سے بیزار اور توحید ربانی کے قائل تھے اور بت پرستی سے بیحد متنفر تھے اور قدیم الایام سے اپنے آباء و اجداد سے نبی آخر الزمان کی بعثت کی خبریں سنتے رہتے وہ دل و جان سے آپ کی آمد کے منتظر تھے ان کے دل میں یہ ارادہ تھا جب خاتم پیغمبران کی بعثت ہو گی تو ہم آپ کی نبوت کو تسلیم کر لیں گے چنانچہ اس مسلک کی تائید کے لئے حضور پر نور صلعم کے نور مبارک کا قصہ اور اس کی نگرانی کی وصیت سلسلہ وار جاری رہنا شاہد ہے اور وہ نور مبارک حضور پر نور کے والد ماجد سیدنا عبداللہ کی جبین مبارک پر جلوہ گر تھا آپ کو اس نور کی حفاظت کے لئے اپنے آباء و اجداد سے یہ وصیت پہنچی تھی کہ اس نور گرامی کو پاکیزہ شکموں میں سپرد کریں۔ حضرت ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے درباره اثبات ایمان والدین گرامی میں یہی مسلک اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ان میں کفر و شرک کی آلائش کا پایا جانا ممکن اور محال ہے۔ بلکہ اس طریقہ سے ان کا ایمان متحقق ہوتا ہے۔ کیونکہ اس وقت صرف ایمان اجمالی کی ضرورت لاحق تھی۔ جیسا کہ ورقہ بن نوفل کے حق میں ثابت ہے جو ام المومنین سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا چچا زاد بھائی ماہر علم تورات و انجیل کا تھا۔ فقہ اکبر کی عبارت بھی اس مسلک کے منافی نہیں کیونکہ فقہ اکبر میں امام اعظم رح نے عدم ایمان تفصیلی کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔

ترجمہ فتاویٰ عزیزی جلد اول ص ۲۹۵

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ اخبار الاخیار ص ۱۳۵ میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز خلیفہ حضرت شیخ المشائخ شیخ نصیر الحق والدین دہلوی قدس سرہ اپنی تفسیر قرآن ام المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در حجۃ الوداع حضرت علی کرم اللہ وجہہ را بجانب فرستادہ بودند چوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ازاں مصلحت باز آمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باو فرمود۔ اے علی رضی شنیدی کہ خدای تعالیٰ دوش با من چہ کرامت عطا کرد۔ گفتم یا رسول اللہ شنیدم۔ فرمود دوش حلقہ گرفتم او را بو طالب و پدر و مادر خود را

مغفرت خواستم فرمان شد حکم مقتضی است بمن ہر کہ بیگانگی من و نبوت تو ایمان نیارد و بتان را باطل نگوید من او را بہشت ندہم برو بر فلان شعب و مادر و پدر خویش و ابوطالب را فریاد کن ایشان زندہ شوند و پیش تو آیند تو ایشان را دعوت کنی بتو ایمان آرند ہمچنان کردم بر بلندی رفتم و فریاد کردم یا اُباہ یا اُماہ یا عماہ۔ ہر سہ تن از خاک سر بر آوردند و دین ایمان آوردند و از عذاب خلاص شدند

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے ایام میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کسی کام کے لیے کہیں روانہ کیا تھا جب شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے کہا اے علی رض تو نے کچھ بات سنی ہے کہ کل اللہ تعالیٰ نے مجھے کیا کرامت عطا کی ہے میں نے کہا یا رسول اللہ میں نے کوئی بات نہیں سنی فرمایا کل میں نے جناب باری میں دعا کی اور اپنے والدین گرامی اور چچا کے لئے بخشش مانگی جناب باری سے فرمان صادر ہوا کہ میں نے یہ قطعی فیصلہ کر رکھا ہے جو شخص میری وحدت و الوہیت اور آپ کی نبوت پر ایمان نہ لائے گا اور بت پرستی کو باطل تصور نہ کرے گا میں اس کو کبھی بہشت بریں میں داخل نہ کرونگا مگر ہاں تم فلاں مقام پر جا کر اپنے والدین اور چچا کو پکارو وہ زندہ ہو کر تمہارے پاس حاضر ہوں گے تم ان کو دعوت دو وہ قبول کریں گے۔ میں بموجب فرمان باری بلندی پر جا کر پکارا اے میری ماں اے میرے باپ اے میرے چچا جی میری پکار پر وہ تینوں اپنی اپنی قبروں سے باہر نکل آئے اور دل سے میری دعوت کو تسلیم کر لیا اور عذاب الٰہی سے خلاصی پائی۔ ھذا بصائر من ربکم و ھدی و رحمۃ لقوم یؤمنون۔

زرقانی مصری جلد اول صفحہ ۸۶ اذا سکت عنہما فتلحما ناجیان فی الجنۃ اما انہما احییا حتی آمنا بہ کما جزم بہ السہیلی و القرطبی و ناصر الدین ابن المنیر ان کان الحدیث الضعیف کما جزم بہ اولہم و وافقہ جماعۃ من الحفاظ قالوا لانہ فی منقبۃ وہی یحمل فیہا بالحدیث الضعیف - و اما لانہما ماتا علی الفترۃ قبل البعثۃ ولا تعذیب قبلہا کما جزم بہ الابی و اما لانہما کانا علی الحنیفیۃ و التوحید لم یتقدم لہما شرک

كما قطع به السنوسي والتلمساني المتاخر محشي الشفاء فهذا ما وفقنا
عليه نصوص العلماء ولم نر لغيرهم ما يشير نفس ابن
وحيد وقد تكفل برد ها قرطبي۔

جس وقت تو نبی کریم کے والدین گرامی کے متعلق پوچھا جائے کہ وہ ناجی اور جنتی ہیں تو کہہ بواسطہ
اسبات کے کہ وہ دونوں زندہ کیے گئے اور ایمان لائے جیسا کہ قطع کیا ساتھ اس کے امام حافظ سہیلی
نے اور امام قرطبی نے اور امام ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہم نے اگرچہ اس بارہ میں حدیث ضعیف
مروی ہے جیسا کہ قطع کیا ساتھ اثبات کے پہلی جماعت نے اور اسبات پر موافقت اختیار کی ایک
گروہ علمائے حدیث نے اور کہا یہ حدیث شریف مناقب نبوی میں مروی ہے۔ مناقب و فضائل
نبوی میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا بالکل جائز ہے یا وہ دونوں زمانہ فترت انبیاء میں پیدا ہوئے
اور بعثت نبوی سے عرصہ دراز پہلے فوت ہو گئے وصول دعوت سے پہلے عذاب دینا جائز نہیں
جیسا کہ قطع کیا اس بات کے ساتھ میرے والد نے یا تو بواسطہ اسبات کے کہ ابوین گرامی خود بخود ملت
توحید اور دین ابراہیم حنیف کے پابند تھے۔ انہیں کوئی مشرکانہ بات نہ تھی جیسا کہ قطع کیا ساتھ اسبات کے
امام سنوسی اور تلمسانی شارحین شفائی عیاض رحمۃ اللہ علیہم نے علمائی متاخرین سے یہ وہ بات ہے جس پر
ہم نے نصوص علمائے کرام کی موافقت پائی ہے اور ہم مخالفین میں سے ہرگز نہیں دیکھتے مگر چند
اشخاص مانند ابن دمیہ وغیرہ کے لیکن امام قرطبی کی بلند شخصیت نے اس کی خوب تردید کی ہے۔

عن هبوب الناشوات على الحمى
يصول غضبان اليات لا الحجر الصلد

اللهم صلی وسلم علی سیدنا و شفیعنا و مولانا محمد و آله و اصحابه و ازواجه
و اولاده و ذریاته و اتباعه اجمعين واعطه الوسيلة والفضيلة
والبعثه المقام المحمود الذی وعدته وارزقنا شفاعته انك لا تخلف
الميعاد برحمتك يا ارحم الراحمين۔

دربیان احکام زمانہ فترت کے بیان میں

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید۔ رُسُلاً مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل یعنی بعد ارسال الرسل وانزال الکتب لئلا یحتج الناس علی اللہ علی ترک التوحید والطاعۃ بعدم الرسل فیقولوا ما ارسلت الینا رسولاً وما انزلت علینا کتاباً ففیہ دلیلاً لولم یبعث الرسل لکان الناس علیہ حجۃ فی ترک التوحید والطاعۃ وفیہ دلیل علی ان اللہ تعالیٰ لا یعذب الخلق قبل بعثۃ الرسل کما قال اللہ تعالیٰ "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً" وفیہ دلیلاً لمذھب اہل السنۃ والجماعۃ علی ان معرفۃ اللہ تعالیٰ لا تثبت الا بالسمع لان قولہ تعالیٰ "لئلا یکون علی اللہ حجۃ بعد الرسل یدل علی ان قبل بعثۃ الرسل تکون لھم الحجۃ فی ترک التوحید والطاعۃ (خازن مصری جلد اول ص۵۲۰)

"رسول بشارت دینے والے اور ڈرانے والے لوگوں کو تاکہ نہ ہو واسطے لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے الزام، پیچھے بعثت رسولوں کے اور نازل کر کے کتابوں کے تاکہ لوگ حجت انگیزی نہ کر سکیں، سامنے اللہ تعالیٰ کے بیچ ترک کرنے توحید اور عبادت کے بوجہ عدم بعثت انبیاء کرام علیہم السلام کے اور یہ بات کہیں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف رسول اور نہیں اتاری ہماری طرف کوئی کتاب"

اس آیت گرامی میں یہ واضح ترین دلیل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نبیوں کو مبعوث نہ کرتا تو پھر ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ پر بیچ ترک توحید و عبادت میں الزام عائد ہو سکتا تھا۔ نیز اس آیۃ کریمہ میں یہ صاف دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو بعثت انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ہرگز عذاب نہیں نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اور نہ تھے ہم عذاب کرنے والے یہاں تک کہ بھیجیں ہم نبیوں کو۔" اس آ[یت] گرامی کے مضمون سے مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کے لیے یہ دلیل ثابت ہوتی ہے توحید اور طاعت کی ترک میں

ت بندوں کو بندوں اور رسمی کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تاکہ نہ ہو واسطے
ں کے اوپر اللہ تعالیٰ کے الزام۔ یہ آیۃ شریفہ صریحاً دلالت کرتی ہے کہ بندوں کو بعثت انبیاء
پہلے ترک توحید وعبادت میں عذر خواہی کرنا بالکل جائز تھی۔ (تفسیر صادی جلد اول صہ ۲۵۹)

قولہ تعالیٰ۔ لئلا یکون للناس علی حجۃ معذرۃ یعتذرون بھا
وسماھا حجۃ تفضلا وکرما فاھل الفترت ناجون ولو بدلوا
وغیروا قال اللہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا و
قال اللہ تعالیٰ ولو انا اھلکناھم بعذاب من قبلہ لقالوا لولا ارسلت
الینا رسولا ۔ وقولہ تعالیٰ بعد الرسل ای وانزال الکتب والمعنی
لولم یرسل اللہ رسولا لکان للناس عذر فی ترک التوحید فقطع
اللہ عذرھم بارسال الرسل اما قبل ارسال الرسل فکانوا یعتذرون
فلذالک قال اھل السنۃ الجماعۃ ان معرفۃ اللہ تعالیٰ لاتثبت
الا بالشرع۔

تاکہ نہ ہو لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ پر الزام۔ جسکے ساتھ وہ عذرخواہی کریں گے۔ اللہ
تعالیٰ نے اس کا نام حجت بطور کرامت اور فضیلت کے رکھا ہے۔
اس آیت گرامی سے عیاں ہے کہ زمانہ فترت کے باشندگان بالکل نجات پائیں گے اگرچہ
نادانی سے احکام ربانی میں کچھ تبدیل وتغیر کیا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے "اور ہم
عذاب کرنے والے نہ تھے یہاں تک کہ بھیجیں ہم رسول"۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اگر ہم ان کو ہلاک کر دیتے عذاب سے پہلے بعثت نبیوں
ے البتہ کہتے کیوں نہیں بھیجا تونے ہماری طرف رسول۔ لیکن فرمان باری تعالیٰ پیچھے بعثت نبیوں
ے اور نزول نزول کتب کے لیکن آیۃ ہذا سے یہ مراد ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ رسولوں کو مبعوث نہ کرتا تو
وں کو ترک توحید میں عنداللہ عذرخواہی ہوسکتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے بعثت رسل کرام علیہم السلام سے
گوں کی عذرخواہی کو روک دیا لیکن بعثت انبیاء سے پہلے وہ اپنا عذر پیش کرسکتے تھے۔ اسی لیے
ل السنۃ والجماعۃ کثر اللہ سوادھم کے علماء کرام نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد کی معرفت بدون

بعثت انبیاء کرام علیہم السلام کے ناممکن ومحال ہے۔

تفسیر بیضاوی مصری ص۱۲ جلد ثانی قولہ تعالیٰ :۔ لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل فیقولوا لولا ارسلت الینا رسولا فینبھنا و یعلمنا مالم نکن لانعلم وفیہ تنبیہ علی ان بعثۃ الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام الی الناس ضروری۔ کذا فی المدارک اول ص۱۹۶

"تاکہ نہ ہو اوپر اللہ تعالیٰ کے لوگوں کے لیے حجت یعنی الزام، پیچھے بعثت انبیاء کرام کے پھر یہ بات کہیں کیوں نہیں بھیجا تونے ہماری طرف کوئی رسول جو ہمیں آگاہ کرتا اور تعلیم دیتا اس بات کی جس کو ہم نہ جانتے تھے"

اس آیت میں اثبات کی صریح دلیل ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت لوگوں کی طرف نہایت ضروری ہے۔

فائدہ جمہور اہل السنت والجماعت کا عقیدہ راسخہ یہ ہے کہ حل وحرمت کا مدار جائز وناجائز کا تقرر بدون شارع کے محال ہے۔ عقل ناقص کی کیا مجال ہے۔ کہ وہ بنی نوع انسان کے لئے کوئی قانون دستور العمل مرتب کر سکے۔ امور شرعی اگرچہ عقل کے مطابق ہیں۔ لیکن احکام شرعی میں عقل کو دخل اندازی کا کوئی حق نہیں۔

ما للتراب ورب الارباب اگر تقرر امور شرعی میں عقل کی پیروی کی جاتی تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی حکمت بالکل مہمل وبیکار ہو جاتی اور بندوں پر وصول الی اللہ کا راستہ مسدود ہو جاتا۔ ہر ذی عقل کو حق خود مختاری حاصل ہوتا۔ جو چاہتا وہ کرتا پھر کسی صورت میں دنیا کا نظام قائم نہ رہ سکتا تھا۔ دائم الاوقات فتنہ وفساد کی آگ شعلہ زن رہتی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی حکمت بالغہ کا مقتضٰے بعثت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے یہ خرابی دور فرمادی۔ امور دینی میں انبیاء کرام کو تمام مخلوقات بنی نوع انسان کا ہادی وراہنما و پیشوا مقرر کیا۔ کتب وصحائف کے نزول سے ان کی تائید وتاسیس نبوت کی گئی اور بندوں پر ان کی تصدیق اور فرمانبرداری لازم قرار دی گئی۔ احکام شرعی کی حدود اور قیود مقرر ہوئیں۔ ہر خاص وعام ادنیٰ واعلیٰ پر احکام شرعی کی پابندی فرض کی گئی۔ حدود شکنی اور نافرمانوں کے لئے سزائیں مقرر ہوئیں

بنابریں احکام شرعی کی پابندی کرنے والوں کے لئے خدا کی رضامندی اور بہشت بریں کی ابدی نعمتوں کا وعدہ کیا گیا اور نافرمانوں کے لئے دخول جہنم اور مختلف اقسام کی سزائیں مقرر ہوئیں

مسالک الحنفاء والا المصطفیٰ صد السیوطی رحمہ

اخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن قتادۃ فی قولہ تعالیٰ ؕ و ما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا - قال ان اللہ تعالیٰ لیس بمعذب احد حتی سبق اللہ من اللہ خبرا او یاتیہ من اللہ بینۃ -

ابن جریر اور ابن ابی حاتم رضہ نے اپنی تفاسیر میں امام قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے بیچ قول اللہ تعالیٰ کے نہ تھے ہم عذاب کنندہ یہاں تک کہ بھیجیں ہم رسول - بیشک اللہ تعالیٰ کسی بشر کو ناحق عذاب نہیں کرتا جب تک اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دلیل یا اطلاع نہ آئے -

آنرا کہ عقل و ہمت و تدبیر ورائے نیست — خوش گفت پردہ دار کہ کس در سرائے نیست

صاوی علی الجلالین جلد ثانی ص ۲۲۵ قولہ تعالیٰ ؛- و ما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا — بنی اسرائیل پ ۱۵

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیجیں -

قال ان شروط صحۃ العبادات و وجوبہا بلوغ الدعوۃ فمن لم تبلغہ الدعوۃ لا یجب علیہ العبادۃ ولا یصح منہ ولو فعلہا لا یثاب علیہا وعموم ھذہ الآیۃ یدل علیٰ ان اھل الفترۃ ناجون بفضل اللہ تعالیٰ ولو غیروا و بدلوا و ماوس وتخصیص بعض افراد کحاتم طائی و امرئ القیس بدخولہم النار فہی حدیث آحاد لا تعارض القطعی -

کیونکہ وجوب اور صحت عبادت کے لئے دعوت انبیاء کا پہنچنا لازم ہے - جس کو دعوت نہیں پہنچی - اس پر لزوم عبادت کا نہیں اگر عبادت بجا لائے تو کچھ ثواب حاصل نہیں ہوگا اور نہ ہی عبادت

صحیح تصور ہوگی۔ آیت ہذا کا عموم صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ اہل ایمان زمانہ فترت خدا کے فضل و کرم سے نجات پائیں گے۔ اگرچہ انہوں نے جہالت یا غلطی سے احکام سابقہ میں کچھ تغیر و تبدل کیا ہوگا لیکن ان میں سے بعض افراد کی تعذیب کی تخصیص مانند حاتم طائی اور امرؤ القیس وغیرہ کے آحاد حدیثوں سے ہے جو ہرگز ادلہ قطعی (یعنی نصوص قرآنی کی) معارض ہو نہیں سکتیں۔

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۲۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔

وقد جعل الشرع البالغ الجاهل باللہ ممن لم تبلغه الدعوة معذورا لقوله تعالیٰ وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا

شریعت حقہ اور ملت بیضاء اسلام حقانی نے ہر ایک بالغ اور جاہل باللہ شخص کو جن کو کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی معذور قرار دیا ہے ساتھ اس دلیل فرمان جاری کے اور ہم ہرگز عذاب نازل نہیں کرتے یہاں تک کہ بھیجیں ہم رسول۔

علامہ زمان فخر الاسلام نے کہا ہے۔ جن لوگوں کو حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کی دعوت نہیں پہنچی۔ وہ ہرگز لزوم عبادت و اطاعت کے مکلف نہیں ہو سکتے۔ مکلفین کے لئے بلوغ دعوت ضروری ہے۔

زرقانی جلد اول صفحہ ۱۷۲ قال السیوطی هذا مذهب لا خلاف فيه بين الشافعية في الفقه والاشاعرة ونص على ذالك امام الشافعی رحمة اللہ عليه في الام والمختصر وتبعه سائر الاصحاب فلم يشذ احدا منهم الخلاف واستدلوا بعدة آيات منها قوله تعالىٰ وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا

حضرت ملا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے یہ مذہب بالکل برحق ہے اور اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ درمیان فقہا شافعیہ اور علمائے اصول کے اسی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ام اور مختصر میں نصوص کا ذکر کیا ہے اور اس پر اس کے اصحاب نے پیروی کی ہے۔ کسی نے اس بات کا خلاف نہیں کیا اور اس بات پر قرآن مجید کی متعدد آیات سے استدلال کیا ہے۔ جس میں سے ایک آیت وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ہے۔

مسالک الحنفا سیوطی رح میں ہے۔ قاضی امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مختصر ابن حاجب

کی نہیں اور امام بغوی رحمتہ اللہ علیہ نے تہذیب میں تحریر کیا ہے۔

واما من لم تبلغه الدعوة فمن نایموت ولا یقاتل حتی یدعی الی

الاسلام وهو مضمون بالکفارة والدیة قال ابن الرافعة فی

الکفایة لانه مولود علی الفطرة ولم یظهر منه عناده

جن لوگوں کو انبیاء کی دعوت نہیں پہنچی تو ہمارے نزدیک اگر وہ مر گیا تو نجات پانے والوں سے ہوگا اور نہ قتل کیا جائے جب تک دعوت اسلام نہ کی جائے اس کا قاتل اس کی کفارت اور دیت کا ذمہ دار ہوگا۔ ابن الرافعۃ نے کفایہ میں کہا ہے۔ کیونکہ اس کی پیدائش السلام حقانی پر ہوئی ہے اور اس سے اسلام کی خلاف ورزی صادر نہیں ہوئی۔

تعلیق الصبیح علی مشکوۃ المصابیح میں ہے۔

قد صنف فی ذالك کثیراً من العلماء المتاخرون فحملوا الاحادیث

الواردة فی معنی الباب علی انها کانت قبل نزول قوله تعالی وما کنا

معذبین حتی نبعث رسولا۔ فان اهل الفترت بموجب ما دلت

علیه الآیة الکریمة والاحادیث الواردة لا عذاب علیهم۔

اس بارہ میں علمائے متاخرین میں سے بہت لوگوں نے تصنیفات کی ہیں اور انہوں نے اس بارہ میں مخالف حدیثوں کو اسباب پر محمول کیا ہے کہ وہ سب اس آیت کے نزول سے پہلے کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور نہیں عذاب کرنے والے یہاں تک کہ بھیجیں ہم رسول۔ پھر اہلیان زمانہ فترت کے لوگ بموجب دلیل اس آیۃ کریمہ کے اور احادیث کے لائق عذاب کے نہیں۔

سوال:- فان قلت هذه الآیة مکیة وزیارته صلی الله علیه وسلم لامه

کانت عام الفتح فکیف یتاتی ما ذکر قلت الآیة انها کانت مکیة

ومعنی الله لم یطلع نبیه صلی الله علیه وسلم علی ان حکمها عام

فی السابقین والموجودین فی زمانه صلی الله علیه وسلم رعایة

لمصلحة الامتناس فلما اطلع الله نبیه علی ذالك اخبرنا بامول اهل الفترة۔

اگر تو یہ بات کہے کہ یہ آیت شریف مکی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ ماجدہ کی قبر گرامی کی زیارت زمانہ فتح مکہ معظمہ زادہ اللہ شرفا میں کی ہے۔ تو اس صورت میں یہ بات کیونکر ممکن ہوگی۔

جواب میں کہتا ہوں اگرچہ یہ آیتہ گرامی مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی صلعم کو اس آیت کی حقیقت سے اطلاع نہ دی کہ آیت ہذا کا حکم پہلے فوت شدہ لوگوں کے لئے بھی ہے جو قبل از بعثت نبوی فوت ہو گئے اور جو لوگ آپ کے زمانہ میں موجود ہیں۔ بسبب کسی مصلحت انذار کے۔ جب اللہ تعالیٰ نے بعد ازاں اس آیت کے مفہوم اور اس کی حقیقت سے خبردار کیا۔ تب حضور پرنور نے ہم کو مطلع کر دیا کہ اس آیت کا حکم قبل از بعثت فوت شدہ لوگوں کے لئے اور موجودہ زمانہ کے لوگوں کے لئے یکساں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:۔ وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون۔ ذکری وما کنا ظلمین۔

اور نہیں ہلاک کیا ہم نے کسی بستی کو مگر اس کے لئے ڈرانے والے تھے۔ یہ نصیحت ہے اور نہ تھے ہم ظلم کرنے والے۔

عبد بن حمید اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفاسیر میں امام قتادہ رض سے روایت کی ہے

قال ما اھلک اللہ من قریۃ الا بعد الحجۃ و البینۃ والعذر حتی یرسل الرسل و ینزل الکتب تذکرۃ لھم وموعظۃ وحجۃ للہ ذکری وما کنا ظلمین۔ یقول ما کنا نعذبھم الا بعد الحجۃ۔

اور اللہ تعالیٰ نے نہیں ہلاک کیا کسی بستی والوں کو مگر بعد ابلاغ حجت اور دلیل کے اور بعد رفع عذر کے۔ یہاں تک کہ بھیجے رسولوں کو اور نازل کرے کتابوں کو بطور یاد دہانی اور نصیحت کے۔ یہ پند و نصیحت ہے لوگوں کے لئے اور نہ تھے ہم ظلم کرنے والے۔

فائدہ

اب یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی زمانہ فترت انبیاء میں پیدا ہوئے اور بعثت نبوی سے عرصہ دراز پہلے فوت ہو گئے آپ کی نبوت کا زمانہ نہیں پایا اس واسطے وہ دونوں بموجب ان آیات بینات کے سزاوار عذاب اور قابل مواخذہ کے نہیں۔ جس قدر احادیث ان کی تعذیب کے بارہ میں مروی ہیں۔ نصوص قرآنی کی

اور قطعی کے مقابلہ میں سب ہیچ ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عہد الجہود فترت کا زمانہ تھا۔ جس پر خدا کا فرمودہ شاہد ناطق ہے

قول تعالٰی یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم علٰی

فترۃ من الرسل ان تقولوا ما جاءنا من بشیر ولا نذیر۔

اے اہل کتاب آیا پاس تمہارے رسول ہمارا بیان کرتا ہے تمہارے لئے (احکام ربانی کو)

پیچھے منقطع ہونے سلسلہ رسولوں کے مبادا تم کہو۔ نہیں آیا ہمارے پاس کوئی رسول

خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔

اس آیت گرامی کے مضمون سے صراحتاً ثابت ہے کہ حضور پرنور کی بعثت سے پہلے بالکل

فترت کا زمانہ تھا۔ تفسیر جلالین میں ہے۔

قولہ تعالٰی علی فترۃ من الرسل لم یکن بینہ و بین

عیسٰی رسول ومدت ذالک خمس مایۃ سنۃ۔

بعد منقطع ہونے رسولوں کے کہا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عیسٰی علیہ

السلام کے درمیان کوئی پیغامبر مبعوث نہیں ہوا۔ جسکی مدت پانچ سو سال تھی۔

حدیث میں ہے

قال انا اولی الناس بعیسٰی بن مریم لیس بنی و بینہٗ رسول

میں بہت قریب لوگوں سے ہوں ساتھ حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام کے میرے

اور اس کے درمیان کوئی رسول نہیں گزرا۔

بقول امام ضحاک مدۃ فترت کا زمانہ چار سو تیس سال کی مدت تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے

بقول سلمان پانچ سو ساٹھ سال کا زمانہ ذکر کیا ہے۔ اور امام قتادہ رح نے اس کی مدت چھ سو سال کی

بیان کی ہے بعد مسیح ابن مریم علیہ السلام کے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے امام قتادہ رح کے قول کو صحیح

اور قابل تسلیم تصور کیا ہے۔

قال اللہ تعالٰی۔ لتنذر قوماً ما انذر آباءھم فھم غافلون

قبل ما النبی ای لم تنذر آباءھم لان قریشاً لم یات نبی

قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

تاکہ ڈرائے تو اس قوم کو جو نہیں ڈرائے گئے باپ دادا ان کے پس وہ بالکل بے خبر ہیں۔

عند العلماء آیت ہذا میں وارد لفظ ما قوم انذار کے لئے ہے جس سے مراد یہ ہے یا رسول اللہ تاکہ تو اس قوم کو عتاب الٰہی سے ڈرائے دھمکائے جن کے آباؤ اجداد نہیں ڈرائے گئے۔ آیت ہذا کے مضمون سے صاف عیاں ہے کہ قوم قریش انبیاء کرام کی دعوت سے بے بہرہ ناآشنا تھی۔ حضور پر نور سے پہلے ان میں کوئی رسول مبعوث پیدا نہیں ہوا۔ ان کو کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی۔ ساری قوم تکلیفات شرعی سے بے خبر اور احکام ربانی سے بے خبر تھی

کما قال اللہ تعالیٰ۔ لتنذر قوما ما اتاھم من نذیر من قبلک لعلھم یتذکرون

تاکہ ڈرائے تو اس قوم کو جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ شاید وہ نصیحت قبول کریں اور قوما سے مراد قوم قریش ہی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ۔ لولا ان تصیبھم مصیبة (عقوبة ونقمة) بما قدمت ایدیھم (من الکفر والمعاصی) فیقولوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع آیاتک ونکون من المؤمنین۔ یعنی لولا انھم یحتجون بترک الارسال لعاجلناھم بالعقوبة بکفرھم قیل معناہ لما بعثناک الیھم رسولا لئلا یکون علی اللہ حجة بعد الرسل

کما فی الخازن والمعالم جلد پنجم ص ۱۴۱

اگر یہ بات لازم نہ ہوتی کہ جب ان لوگوں کو کوئی مصیبت یا عذاب پہنچتا۔ بسبب اس چیز کے جو آگے بھیجی ہے ان کے ہاتھوں نے کفر اور بدکاری سے وہ کہتے یا رب کیوں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول پھر پیروی کرتے ہم تیری آیتوں کی اور ہوتے ہم ایمان والوں سے۔ اگر وہ لوگ حجت انگیزی نہ کرتے بوجہ عدم بعثت انبیاء کے تو ہم ان پر بوجہ کفر و بدکاری ان کی کے عذاب نازل کرنے میں بہت جلدی کرتے۔

بعض نے کہا ہے۔

یا رسول اللہ ہم نے آپ کو ان کی طرف اس غرض کے لئے مبعوث کیا ہے تاکہ فرمایا

لوگ اللہ تعالیٰ پر الزام عائد نہ کریں۔ ترک کرتے بعثت انبیاء پر۔

آیت ہذا سے ظاہر ہے اگر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اہل مکہ پر ان کے کفر و معصیت کی وجہ سے عذاب نازل کرتا ہے۔ پھر وہ لوگ عند اللہ یہ عذر خواہی کر سکتے تھے۔ بار خدایا جب تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا جو ہمیں امر و نہی حل و حرمت طریقہ عبادت سے خبردار کرتا پھر اگر ہم تیرے احکام کی خلاف ورزی کرتے یا عبادات میں کوتاہی اختیار کرتے تو ہم تیرے نافرمان تصور ہوتے پھر تجھے ہم کو عذاب کرنے کا حق حاصل تھا۔ اب جب کہ تیرے احکام سے بے خبر ہے اور تو نے کسی رسول کو ہماری ہدایت اور راہ نمائی کے لئے مبعوث نہیں کیا۔ اسمیں ہمارا کیا قصور ہے حق تعالے نے حضور پرنور کی بعثت سے ان پر حجت قائم کر دی تاکہ خدا کے حضور میں ما جاءنا من نذیر ولا بشیر کا عذر پیش کر سکیں

قال اللہ تعالے واقسمو باللہ اجھد ایمانھم (یعنی کفار مکہ) وذالک لما بلغھم ان اھل الکتاب کذبوا رسلھم قالوا لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتتھم الرسل فکذبوا واقسموا باللہ لو جاءنا نذیر منکو نن اھدیٰ دینا منھم وذالک قبل مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور قسم کھائی انہوں نے ساتھ اللہ تعالیٰ کے محکم قسم اپنی کو یعنی کفار مکہ نے جب ان کو یہ خبر ملی کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ نے انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی ہے۔ اہالیان مکہ نے قسم کھائی اگر ہمارے پاس منجانب اللہ کوئی رسول مبعوث ہوا تو ہم لوگ ان کی نسبت بہت زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے۔ بوجہ قبول دعوت کے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے کی ہے۔

اور صاحب تفسیر نیشاپوری سورہ قصص میں تحریر فرماتے ہیں

ومن قبل ما کانت حجتہ الانبیاء قائمتہ علیھم ولکن بعث اللہ الیھم من نجد و تلک الحجتہ علیھم فبعث اللہ تعالیٰ تقریرا لتلک التعلیقات وان الم تلک الفترت

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ان پر بعثت انبیاء کی حجت

قائم نہ تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی طرف مبعوث کیا تاکہ ان پر حجتہ اللہ قائم کریں۔ پس آنحضرت صلعم کی بعثت بغرض تقرر تکلیفات شرعی کے اور ازالہ فترت انبیاء کے ہوئی ہے۔

امام قسطلانی مواہب مدینہ میں تحریر کرتے ہیں

لما دلت القواطع علی انہ لا تعذیب حتی تقوم الحجتہ علمنا انہم غیر معذبین

جب دلائل قطعی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عذاب ہرگز لازم نہیں ہوتا جب تک حجت قائم نہ ہو۔

ثابت ہوا کہ الوین شریفین ہرگز قابل مواخذہ اور لائق عذاب کے نہیں۔

بگو آنچہ دانی سخن سودمند | وگر ہیچ کس را نباید پسند
کہ فردا پشیمان برآرد خروش | کہ آیا چرا حق نہ کردم بگوش

رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لا یسمع بی احد من ھذہ الامتہ و لا یھودی و لا نصرانی و مات ولم یومن بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار مفھومہ ان من لم یسمع بہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم تبلغہ الدعوۃ الاسلام فھو معذور علی ما تقرر فی الاصول ان لا حکم قبل ورود الشرع علی الصحیح

مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جس شخص نے اس امت مرحومہ سے یا کسی یہودی یا نصرانی نے میری دعوت کو سن لیا پھر فوت ہو گیا اور میری رسالت پر ایمان نہ لایا مگر وہ اہل النار میں سے ہو گا۔ اس حدیث شریف سے یہ مراد ہے کہ جس شخص کو نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی نبوت کا علم نہیں ہوا یا اسے اسلام کی دعوت نہیں پہنچی وہ بالکل عنداللہ معذور ہے جیسا کہ علم اصول میں مقرر ہے کہ ورود اور شرعی امور سے پہلے کوئی حکم لازم نہیں ہوتا۔ مواہب مدنیہ ص

مسالک الحنفاء صک زرقانی جلد اول ص۲۳: ۔ اخرج عبد الرزاق و ابن المنذر و ابن ابی حاتم عن ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال اذا کان یوم القیامۃ جمع اللہ اھل الفترۃ و المعتوۃ والاصم و الابکم والشیوخ الذین لم یدرکوا الاسلام ثم ارسل الیھم فیطیعہ من کان یرید ان یطیعہ قال ابوھریرہ اقرؤا ان شئتم وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اسنادہ حسن شرط الشیخین و مثلہ لایقال من قبل الرای ولہ حکم المرفوع۔

حافظ عبدالرزاق اور ابن منذر نے اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جب فردا قیامت کا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اہل فترت اور دیوانہ لوگوں کو بہرے اور گونگے اور بوڑھوں کو جمع کرے گا یعنی جن لوگوں کو اسلام حقانی کی دعوت نہیں پہنچی۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف رسول روانہ کرے گا وہ حکم دے گا کہ تم سب آگ میں کود پڑو وہ جواب دیں گے کہ ہم کیونکر آگ میں کود پڑیں جبکہ دار دنیا میں ہمارے پاس کوئی رسول نہیں آیا۔ کہا خدا کی قسم اگر وہ اس کا کہا مانتے اور آگ میں داخل ہو جاتے تو ان پر آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جاتی۔ پھر مکرر رسول روانہ ہوگا۔ پھر وہ شخص اس کا کہا مانے گا جو شخص عالم دنیا میں انبیاء کرام کی فرمانبرداری کا ارادہ رکھتا ہوگا۔ ابوہریرہ رضی نے کہا۔ پڑھو تم اگر چاہو اور نہ تھے ہم عذاب کرنے والے یہاں تک کہ بھیجیں ہم رسول۔ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے اوپر طریقہ بخاری مسلم کے ایسی بات اپنی طرف سے قیاس سے نہیں کہی جاتی اس کو حکم مرفوع کا ہے۔

نور گیتی فروغ چشم ہور — نشت باشد بچشم تو شک کور

مسالک الحنفاء صلاء اما ابوین شریفین فالظاهر من حالهما ما ذهبت الیہ هذہ الطائفة من عدم بلوغهما دعوة احد و ذالک لمجموع امور ۔ تاخر زمانهما و بعد ما بینهما و بین الانبیاء السابقین فان آخر الانبیاء قبل بعثت نبینا صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ علیہ السلام وکانت الفترة بینہ و بین بعثة نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ست مائة سنة ثم انهما کانا فی زمن الجاھلیة لم یعش من العمر الا قلیلاً ۔

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین شریفین کے احوال سے صاف ظاہر ہے جس کی طرف علماء کرام کی ایک کثیر جماعت گئی ہے یہ بات ہے کہ ان کو کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی بسبب چند امور کے بوجہ تاخیر زمانہ بعثت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور بسبب درازی زمانہ فترت انبیاء کے ۔ درمیان ابوین گرامی اور انبیاء سابقین کے ۔ کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے حضرت عیسیٰ روح اللہ ہی آخری رسول تھے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان فترت کے زمانہ کی مدت چھ سو سال کی تھی (جس میں کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا) نیز حضور پرنور کے والد گرامی جاہلیت کے زمانہ میں فوت ہو گئے ۔ ان کی عمر نے وفا نہ کی ۔ اگر وہ زمانہ نبوت کا ادراک کرتے تو ضرور اسلام قبول فرماتے ۔

مواہب النطیفۃ شرح مسند امام ابو حنیفہ رض میں ہے ۔

ان الذی بعث النبی محمد — انجی بہ الثقلین مما یجحف

لو مہ و آبیہ حکم شائع — ابدا اهل العلم فیما صنفوا

فجماعة اجروھما مجری الذی — لم یاتہ خبر الدعاة المسعف

والحکم فیمن لم تجبہ دعوة — ان لا عذاب علیہا حکم یولف

وجماعۃ ذھبوا الی احیائہ ابویہ حتی آمنا لوخوفوا
وسوی ابن شاھین حدیث مسندۃ فی ذالک ولکن الحدیث ضعیف

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں مبعوث کیا اور آپ کا صدقہ جن وانس کو نجات دی۔ حضور پرنور صلعم کے والدین گرامی کے لئے حکم صاف ظاہر ہے۔ جس کو حضرات اہل علم نے اپنی تصنیفات میں ذکر کیا ہے۔ ایک گروہ نے ان کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جن کو کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی اور جن لوگوں کو کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی ان کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ ہرگز قابل مواخذہ اور عذاب کے نہیں۔ ایک گروہ ان کے زندہ ہونے اور ایمان لانے کا قائل ہے یہ کہ ان کو کچھ خوف وخطرہ نہیں اور اس بارہ میں ابن شاہین محدث نے با اسناد حدیث بیان کی ہے لیکن عند العلماء وہ حدیث کمزور درجہ کی ہے۔

سوال:۔ فان قلت قد صحت الاحادیث بتعذیب اھل الفترۃ لحدیث عمرو بن یحیی یجر قصبۃ فی النار رواہ بخاری عن ابو ھریرۃ رض قال رأیت صاحب المحجن فی النار وھو الذی یسرق الحجاج بمحجنہ فاذا ابصر بہ احد قال انما تعلق بمحجنہ۔

اگر تو یہ اعتراض پیش کرے کہ صحیح حدیثیں تعذیب اہل فترت کے بارہ میں مروی ہیں۔ مانند حدیث عمرو بن یحیی کے فرمایا کہ کھینچتا تھا اپنی انتڑیوں کو نار جہنم میں راوہ بخاری عن ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے صاحب چوگان کو نار جہنم میں ملاحظہ کیا وہ شخص جو حجاج بیت الحرام کی اشیاء کی چوری اپنے چوگان سے کیا کرتا تھا۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو کہتا یہ خود بخود میری چوگان کے ہمراہ چمٹ گئی ہے۔

الجواب:۔ امام قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ مواہب لدنیہ جلد اوّل صہ ۳۶۷ پر تحریر کرتے ہیں کہ اس سوال کا جواب چند وجوہ پر موقوف ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ سب حدیثیں از قسم حدیث آما کی ہیں جو ہرگز ادلہ قطعی کی معارض ہو نہیں سکتیں۔ دوسری وجہ یہ ہے ان لوگوں کے عذاب کی تخصیص اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ عوام الناس کو کیا خبر کہ ان کے عذاب کی کیا وجہ ہے۔ تیسری بات

یہ ہے۔ احادیث شریف میں جن افراد کی تعذیب مذکور ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے کفر و عناد کی حالت میں یا غوائے شیطان لعین کے اپنی رائے وقیاس سے احکام شرعی میں ردّ و بدل تغیر و تبدّل کیا اور عوام کو راہ راست سے منحرف کر کے چاہ ضلالت میں پھینک دیا۔ مانند عمرو بن لحی کے جس نے ملت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو مٹا کر شرک و کفر کی رسومات کو جاری کیا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر معالم التنزیل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثم بن جون خزاعی کو دیکھ کر کہا اے اکثم میں نے عمرو بن لحی کو نار جہنم میں دیکھا جو اپنی امعاء کو کھینچ رہا تھا۔ میں نے اس کو شکل و شباہت میں بالکل تیرے مشابہ پایا (عمرو بن لحی) اہل عرب سے پہلا شخص ہے جس نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے دین میں رخنہ اندازی کی اور بت پرستی اور رسوم مشرکانہ کو رائج کیا اور جانوروں میں بحیرہ اور سائبہ وصیلہ وغیرہ مقرر کیا۔ میں نے اسے دوزخ میں ملاحظہ کیا کہ وہ اپنی امعاء کی بدبوئی سے اہل نار کو ایذا رسانی کرتا تھا۔ اکثم نے کہا یا رسول اللہ پھر یہ مشابہت تو میرے حق میں بیحد زبون اور ضرر رساں ہوگی فرمایا ہرگز نہیں تو خدا پرست دیندار ہے اور وہ مشرک اور کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کافر قرار دیا ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب

سورۃ مائدۃ پ

اور نہیں مقرر کی اللہ تعالیٰ نے کان پھاڑی اونٹنی اور نہ چرائی پر چھوڑی ہوئی اور نہ اپنے بھائی سے ملی ہوئی اور نہ اونٹ حمایت کرنے والا پشت اپنی کا و لیکن جو لوگ کافر ہوئے جھوٹ باندھتے ہیں۔ اوپر اللہ تعالیٰ کے۔

زرقانی شرح مواہب لدنیہ اج ص ۱۷۲ فالجواب۔ من الاحادیث الواردۃ فی الابوین بما یخالف ذالک لو نہا وردت قبل ورود الآیات والاحادیث المشار الیہا فیما مر۔

ان احادیث کا جواب جو ابوین شریفین کے خلاف مذکور ہیں یہ ہے کہ یہ سب احادیث

آیت گرامی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا سے پہلے کی مروی ہیں جیسا کہ آگے گذر چکا ہے۔

علمائے اہل سنت والجماعت رحمتہ اللہ علیہم نے اہالیان زمانہ فترت کو تین گروہوں پر تقسیم کیا ہے۔ پہلے گروہ میں وہ لوگ ہیں جن کو کسی رسول یا نبی کی دعوت نہیں پہنچی مگر انہوں نے توفیق ربانی کی مدد سے اپنی عقل وفہم وفراست سے توحید الٰہی کو معلوم کر لیا۔ پھر اس کی پیروی کی۔ کسی خاص شریعت کی پابندی اختیار نہ کی۔ لیکن کفر وشرک بری رسموں سے کنارہ کش رہے مانند قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل وغیرہ کے۔ ان میں سے بعض نے کسی شریعت کو قبول کیا مانند تبع حمیری کے اور ورقہ بن نوفل اور اس کے چچا عثمان بن حویرث کے۔ دوسری جماعت کے لوگ وہ ہیں جو میانہ رو تھے جنہوں نے نہ تو راہ توحید کو اختیار کیا اور کسی شریعت کی پابندی قبول کی اور باوجود اسباب کے شرک وکفر کی بری رسموں کو اختیار نہ کیا۔ کوئی جداگانہ طریقہ قبول نہ کیا۔ اپنی تمام عمر عزیز کا تمام سرمایہ جہالت کی نذر کر دیا اور نور ایمان کی روشنی سے بہرہ مند نہ ہوئے۔

تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے۔ جو گرچہ بالکل زمانہ فترت میں موجود تھے۔ مگر اپنی نادانی اور جہالت کی وجہ سے شرک وکفر کی رسومات بد کو اختیار کیا اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے حلال وحرام میں تمیز نہ کی اور شرک وکفر کی بری رسموں کو جاری کیا اور عوام الناس کو اس کی دعوت دی۔ مانند تمیس گران عمرو بن لحی اور اس کے تابعداروں کے تو اس امتیاز اور تفاوت عقائد کے لحاظ سے بعض اہل فترت کا معذب ہونا بھی قرین قیاس ہے۔ لیکن صحیح اور بالکل قابل قبول بات یہ ہے۔ جمہور علماء اہل السنت کے نزدیک بموجب قواعد اصول کے مطابق وہ ہرگز قابل مواخذہ کے نہیں۔ عنداللہ ان کا عذر قابل قبول ہے۔ امید کامل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی بھی ناجی گروہ میں شامل ہوں گے ان کی نجات اور رستگاری از عذاب یقینی بات ہے۔

مواہب لدنیہ ص ۱۲ ۔ قد اطبقت الائمۃ الاشاعرۃ من اہل الکلام والاصول والشافعیۃ من الفقہاء علی ان من مات ولم تبلغہ الدعوۃ یموت ناجیاً وانہما ماتا قبل البعثۃ فی زمن الفترۃ ولا تعذیب قبلہا لقولہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔

موافقت کی ہے۔ ائمہ اشعریہ نے اہل کلام اور اصول سے اور فقہائے مذہب شافعیہ نے اسبات پر کہ جو شخص فوت ہوا اور اسے کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی وہ عذاب ربانی سے رہائی پائے گا۔ کیونکہ وہ بالکل بعثت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ اور اسلام سے پہلے فوت ہوگیا۔ بیچ زمانہ فترت انبیاء کے۔ کیونکہ بلوغ دعوت سے پہلے عذاب ممکن نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم عذاب کرنے والے نہیں تاوقتیکہ بھیجیں ہم رسول۔

مسالک الحنفاء صـ۳ پر ہے مسئل الشیخ شرف الدین مناوی عن والد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھل ھو فی النار فزاس السائیل نزاسا شدیدا فقال له السائیل ھل ثبت اسلامه فقال انه مات فی الفترة ولا تعذیب قبل البعثة۔

حضرت شیخ شرف الدین مناوی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے متعلق سوال کئے گئے۔ کیا وہ دوزخ میں ہے آپ نے سوال کرنیوالے کو ڈانٹ دی سخت جھڑکا۔ سائل نے پوچھا۔ کیا ان کا اسلام لانا ثابت ہے کہا ہاں کیونکہ وہ زمانہ فترت میں فوت ہوگئے اور دعوت سے پہلے ہرگز مواخذہ نہیں ہوتا ان پر کوئی عذاب نہیں

من آنچہ شرط بلاغ ست با تو میگویم	تو خواہ از سخنم پند گیری خواہ ملال
محل قابل و آنگہے نصیحت قابل	چو گوش ہوش نباشد چہ سود حسن مقال
زمان توبہ و عذرست وقت بیداری	بر آر دست دعا و روی بخاک بمال
ختام عمر خدایا برحمت خویش	بخیر کن کہ ہمیں ست غایۃ الآمال

حموی شرح اشباہ والنظائر صـ۴۵۳ روح البیان صـ۱۴۷۔ سئل القاضی ابو بکر بن العربی احد ائمة المالکیة عن رجل قال ان ابا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النار فاجاب بانه ملعون لان اللہ تعالیٰ یقول ان الذین یؤذون اللہ ورسوله لعنهم اللہ فی الدنیا والآخرة قال ولا اعظم اذی ان یقال عن ابیه انه فی النار۔ یگانہ روزگار ائمہ مالکیہ

قاضی ابو بکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا۔ جو شخص یہ بات کہتا ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی دوزخ میں ہیں جواب دیا یہ بات کہنے والا ملعون ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق جو لوگ ایذا رسانی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو لعنت کی ان پر اللہ تعالیٰ نے بیچ دار دنیا اور آخرت کے کہا پھر اس سے بڑھ کر کونسی بڑی بری ایذا رسانی تصور ہوگی۔ جبکہ آپ کے والدین شریفین کے متعلق کہا جائے کہ وہ آگ میں ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا

شرح البیان صفحہ ۱۴۲ حموی شرح اشباہ والنظائر صفحہ ۲۵۳ علامہ زمان امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ روض الانف میں لکھتے ہیں۔

لیس لنا ان نقول ذالک فی ابویہ صلی اللہ علیہ وسلم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تؤذوا الاحیاء بسبب الاموات واللہ تعالیٰ یقول ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ وقد امرنا ان نمسک اللسان اذا ذکر اصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بلشیٔ یرجع ذالک العیب والنقص منہم فان نمسک د نقفعن ابویہ احق واحری۔

ہمیں کوئی حق حاصل نہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین گرامی کے حق میں بیہودگی یا گستاخی کریں کہ وہ آگ میں ہیں حضور پرنور نے فرمایا ہے کہ زندہ زندوں کو ساتھ بدگوئی کرنے اموات کے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق جو لوگ دکھ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو لعنت کی ان پر اللہ تعالیٰ نے بیچ دنیا کے اور آخرت کے اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک اور جبکہ ہم مامور ہیں کہ اپنی زبان کو بند رکھیں جب اصحاب کبار رضی اللہ عنہ کے کے متعلق کوئی بات کہی جاوے جس سے انکی ذات گرامی میں کسی عیب یا نقص کا اظہار ہو پھر اگر ہم اپنی زبان کو آپ کے والدین گرامی کے حق میں بے ادبی یا گستاخی کی بات کہنے سے روک لیں تو یہ بے حد بہتر اور مفید بات ہے حموی شرح اشباہ صفحہ ۲۳۱ شہاب الملۃ والدین شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وما احسن قول المتوفقین فی ھذہ المسئلۃ الحذر الحذر من ذکر

هما بتنقیص فان ذالک قد یؤذیه صلی اللہ علیہ وسلم بخبر الطبرانی لاتوذوا الاحیاء بسب الاموات ۔

کیا بہتر بات ہے توقف کرنے والوں کی بیچ اس مسئلہ کے خبردار ہو اور احتراز کر والدین گرامی کی کسر شان کرنے سے کیونکہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو ایذارسانی کرتی ہے ساتھ حدیث معجم طبرانی کے ۔ فرمایا کہ زندہ لوگوں کو مردہ کی بدگوئی کرنے سے دکھ نہ دو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم

جو لوگ ایذارسانی کرتے ہیں رسول خدا کو ان کے لئے عذاب ہے دردناک

مواہب لدنیہ ص ۳۶ جلد اول ۔ فالحذر الحذر بمافیہ نقص فان ذالک قد یؤذی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان العرف جار اذا ذکر الوا لشخص بما ینقصہ او یوصف بوصف بہ و ذالک الوصف فیہ نقص تاذی ولدہ بذکر ذالک عند المخاطبۃ وقد قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لاتوذوا الاحیاء بسب الاموات رواہ الطبرانی فی الصغیر ولاریب اذاہ کفر یقتل فاعلہ ان لم یتب عندنا

پس ڈر اور پرہیز کر جس بات سے ان کی بے آبروئی ہو تحقیق یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنج دیتی ہے ۔ عوام الناس میں یہ بات شہرت پذیر ہے ۔ جب کسی شخص کے والدین کو برا کہا جاوے یا اس کی کوئی برائی کا ذکر کیا جائے تو بالضرور اس کے بیٹے کو رنج پہنچتا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نہ ایذارسانی کرو زندوں کو مردوں کی بدگوئی سے راوہ الطبرانی بیچ معجم صغیر کے ۔ بے شک وشبہ کرنے کی بات نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کی ایذارسانی باعث کفر ہے ہمارے نزدیک اسبات کا فاعل قتل کیا جاویگا اگر توبہ نہ کرے ۔ کذا فی ماثبت بالسنت ص ۴۷

ہزار صوم وصلوٰۃ ہزار حج داری قبول نیست گر محمد را بیازاری

قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا لا تحلوا شعائر اللہ
اے ایمان والو مت بے حرمتی اور بے آبروئی کرو شعائر الٰہی کی۔

شعائر الٰہی میں وہ چیزیں داخل ہیں جو منسوب الی اللہ ہیں، کتاب اللہ، رسول اللہ، کتب اللہ، دین اللہ، اولیاء اللہ وغیرہ نبی صلعم کو شعائر الٰہی میں شمار کرنے کی یہ وجہ ہے کہ آپ منجانب اللہ تبلیغ احکام ربانی کے لئے معمور ہیں رسول کا معنی قاصد، ایلچی، پیغام بر۔ مامور من اللہ ہیں خدا کا بھیجا ہوا۔ بنابراں بندوں پر حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کی عزت و حرمت ادب و احترام کا بجالانا لازم ہے۔ جس نے قاصد کی تعظیم کی اس نے فرستندہ کی تعظیم کی

لقولہ تعالیٰ ومن اطاع الرسول فقد اطاع اللہ
جس شخص نے رسول کی تابعداری کی گویا خدا کی تعظیم کی

اور جس نے انکار کیا اس نے فرستندہ کی قدر نہ کی۔ جس نے سید الکونین، نبی الحرمین جد الحسن والحسین سیدنا و شفیعنا و مولانا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی۔ گویا اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم کی۔

قال اللہ تعالیٰ من یعظم حرمات اللہ فھو خیر لہ عند ربہ
اور جس نے فرمان الٰہی کی تعظیم بجالائی وہ اسکے لئے بہتر بات ہے نزدیک اسکے پروردگار کے

وقال اللہ تعالےٰ لتومنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ۔
تاکہ ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ کے اور اس کے رسول کے اور قوت دو اس کو اور بزرگ جانو اس کو تفسیر خازن میں ہے۔

قولہ تعالیٰ تعزروہ تقووہ وینصروہ والتصریر نصر مع التعظیم و یوقروہ یعنی یعظموہ والتوقیر التعظیم والتبجیل۔

تعزروہ کے معانی قوت دو اور تعظیم بجالاؤ کیونکہ تعزیر کے معنے مدد کرنا ہمراہ تعظیم کے ہے اور بزرگ جانو آپ کو توقیر کے معنے عزت و حرمت کا بجالانا مراد ہے۔ معالم التنزیل میں ہے۔

وھذہ الکنایات راجعۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
آیت ہذا میں سب اشارات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہیں۔ گویا حضور کا ادب

احترام خدا کی تعظیم و تکریم ہے۔

در حریم ستر تعظیم تو کس آگاہ نیست — از کمال احتشامش ہیچ کس آگاہ نیست

کس ندانست کہ منزل گہ یار کجاست — این قدر ہست کہ بانگ جرس مے آید

آیت ہذا کے سیاق و سباق سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلطان الانبیاء بنا کر مبعوث کرنے کی غرض آپ کی شان و شوکت فضیلت و کرامت کا اظہار تھا جس کو ایمان کے ہمراہ لام کے تحت بیان کیا ہے۔ یعنی وہ شخص مومن صادق اور کامل الایمان محسوب ہوگا۔ جو تاجدار انبیاء حبیب خدا صاحب لولاک لما علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و حرمت ادب و احترام میں کوتاہی نہ کریگا۔

قولہ تعالیٰ فالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون

جو لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تعظیم کی اور آپ کی حمایت کی اور اس نور کی پیروی کی جو آپ پر نازل ہوا یہی لوگ خلاصی پانے والے ہیں۔

اس آیت گرامی میں بالاختصار چار چیزیں مذکور ہیں۔ آپ کی نبوت کو تسلیم کرنا ہر حال میں حضور پر نور فداہ روحی کا ادب و احترام بجالانا۔ دین الٰہی کی بہر کیف مدد و حمایت کرنا احکام ربانی کی پوری پوری فرمانبرداری کرنا اولئک ھم المفلحون کی ترکیب حصر کے لیے ہے یعنی فردا میدان محشر میں نجات کا دارومدار ان امور اربعہ کی اتباع پر موقوف ہے۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر — من وجہک المنیر لقد نور القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقہ — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ و اتیتم الزکوٰۃ و آمنتم برسلی و عزرتموھم

بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں (یعنی میری مدد تمہارے ہمراہ ہے) اگر قائم کی تم

نے زکوٰۃ اور ایمان لائے میرے رسولوں پر اور تعظیم و توقیر کی ان کی۔

مندرجہ بالا آیات کے مضمون سے عیاں ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عموماً حبیب خدا صاحب تاب قوسین او ادنیٰ خاتم النبیین شفیع المذنبین رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات عالی کی خصوصاً نہایت ضروری ہے۔ جس قدر حضور پر نور فداہ روحی کی عزت و حرمت ادب و احترام میں مبالغہ کیا جاوے گا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کا باعث ہوگا آپ کی کسر شان یا بے حرمتی کرنا یا ادب و احترام میں کوتاہی کرنا یا عیب و نقص تلاش کرنا خسر الدنیا والآخرت کا مصداق ہوگا۔ آپ کا منکر بے ادب و گستاخ بدبخت مردود ملعون ابدی ابدالآباد تا جہنم کے قید خانہ میں محبوس ہوگا۔

از خدا جوئیم توفیق ادب   بے ادب محروم ماند از فضل رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد   بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

قال اللہ تعالیٰ ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب

اور جس نے تعظیم کی شعائر الٰہی کی۔ تحقیق یہ بات دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

مراد یہ ہے کہ وہی شخص تقویٰ شعار اور پرہیزگاری تصور ہوگا۔ جو شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم بجالائے گا ورنہ کچھ بھی نہیں۔

تعظیم جس نے کی ہے محمد کے نام کی   حق نے اس پر آگ دوزخ حرام کی

تفسیر حسینی میں ہے۔ جب ہجرت کے بعد پانچویں سال کو جنگ مریسیع ہوئی۔ حبیبہ حبیب خدا سیدۃ النساء حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔ ایک منزل پر آپ کے گلے کا ہار گم ہوگیا۔ سیدہ اس کی تلاش میں منزل گہ سے دور چلی گئیں اور کوچ کا وقت تھا آپ کو اس کی تلاش میں کچھ دیر ہوگئی۔ خادموں نے آپ کا کجاوہ مبارک اونٹ کی پشت پر رکھ دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ یہ تو بالکل خالی پڑا ہے جب آپ واپس قیام گاہ پر تشریف لائیں تو لشکر روانہ ہو چکا تھا۔ اور جگہ خالی پڑی تھی۔ آپ اس خیال سے وہیں ٹھہر گئیں کہ عنقریب میری دیکھ بھال ہوگی۔ حضرت صفوان بن معطل صحابی نبی صلعم کے حکم سے سب لشکر کے پیچھے رہتے تھے۔ تاکہ گری ہوئی چیزوں کو سنبھال لیں جب وہ وہاں پہنچے تو ام المؤمنین کو وہاں موجود پایا

آپ کو پہچان لیا۔ فوراً اپنے اونٹ کو بٹھا کر ام المومنین کو سوار کیا خود مہار پکڑ کر روانہ ہوئے اور لشکر میں جا ملے۔ رئیس المنافقین نے یہ حال دیکھ کر اپنی خبث باطنی سے بد خبر اڑا دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کی شان کے بالکل سراسر خلاف تھی۔ لوگوں میں یہ بات منتشر ہو گئی اور لوگوں نے آپس میں کانا پھوسی شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ یہ خبر بد تاجدار انبیاء کے گوش مبارک تک پہنچ گئی غیرت ربانی نے اس بات کو پسند نہ کیا۔ فوراً تہدیدی فرمان صادر ہوا

قولہ تعالیٰ اذ تلقونہ بالسنتکم ما لیس لکم بہ علم و تحسبونہ هنیاً و هو عند اللہ عظیم۔ لولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحنک هذا بهتان عظیم یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابداً ان کنتم مؤمنین — سورۃ نور پ ۱۸

جب تم اس بات کو اپنی زبانوں پر لاتے تھے جس کا تم کو کوئی علم نہ تھا اور تم اس کو آسان اور معمولی بات تصور کرتے تھے۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بھاری گناہ ہے جسکے ذریعہ سے یہ گفتگو کرنیوالے کو عند اللہ بڑا سخت مواخذہ اور بڑا سخت عذاب ہوگا اس واسطے کہ عار کی بات کہنا اور معصوم انحطاط پر دیدہ دانستہ تہمت لگانا اور اہل بیت نبوت پر افترا کرنا قرآن کریم کی صریح تکذیب اور منصب نبوت و رسالت کی بے حد توہین و تحقیر ہے) کیوں نہیں جب تم نے یہ بات سنی کہا ہوتا ہم کو ہرگز لائق نہیں کہ اس بات کے ساتھ کلام کریں۔ پاک و بے عیب ہے تو اے خدا اس بات سے کہ تو اپنے برگزیدہ رسول کریم سلطان الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق حیات اور حرم محترم میں کوئی خرابی یا برائی ڈالے) یہ سب بڑا بھاری گناہ اور بہتان ہے نصیحت کرتا ہے تم کو اللہ بقول مجاہد ینھاکم اللہ۔ بقول امام مجاہد رضہ منع کرتا ہے۔ تم کو اللہ تعالیٰ (ایسی بات کے اظہار سے) اگر ہو تم ایماندار۔

کرا رسد کہ کند عیب دامن پاکت

کہ ہم چو قطرہ کہ بر برگ گل چکد پاکی

آن گریبان دامنش پاک است از لوث خطر از مذمت عیب جو آلودہ از سر تا بپا مر

جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان گرامی میں علامہ عیب کی بات کہنا سراسر بے ادبی اور تحقیر اور بڑا بھاری گناہ ہے تو پھر حضور پر نور فدا ابی و امی کے والدین گرامی کی شان میں ایسی بے باکی اور گستاخی کرنا حضور کی توہین و تحقیر نہیں اور کیا چیز ہے۔ بار خدایا ہمیں اپنے فضل عمیم سے صدقہ انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے اس گناہ عظیم سے بچنے کی توفیق عطا کر۔ آمین یارب العالمین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین شریفین کو کافر کہنا یا ان کو فی النار تصور کرنا آنحضرت صلعم کی سخت ترین توہین اور بے حد بے ادبی اور بے حرمتی اور ایذا رسانی کا باعث ہے دیکھو علامہ زمان مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی مجموعۃ الفتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ پر لکھتے ہیں۔

"اور یہ کہنا کہ والدین گرامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کافر ہیں یا فی النار ہیں بڑی سخت بے ادبی اور موجب اذیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ حضور صلعم کی ایذا رسانی خدا کی ایذا رسانی ہے اس پر خدا کی دنیا میں اور آخرت میں لعنت برستی ہے۔ اور وہ مردود بارگاہ رسالت لائق عذاب نار کے ہے۔"

کما قال اللہ تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہٗ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لہم عذاباً مہینا۔ سورہ احزاب ۲۲
تحقیق جو لوگ دکھ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو لعنت کی ان پر اللہ نے بیچ دنیا اور آخرت کے اور تیار کیا ہے ان کے لئے عذاب رسوائی کا۔

تفسیر خازن میں ہے۔

یؤذون اللہ۔ ای یؤذون اولیاء اللہ تعالیٰ
خدا کا فرمان کہ دکھ دیتے ہیں اللہ کو

مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو ایذا رسانی کرتے ہیں۔ گویا خدا کے دوستوں کی ایذا رسانی خدا کی ایذا رسانی تصور ہوتی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے

ومن اذی لی ولیاً فقد آذنتہٗ بالحرب وقال اللہ تعالیٰ

ومن اهان لي وليا فقد باهرنته بالمحاربته۔

جس شخص نے میرے کسی دوست کو ایذا رسانی کی میں نے اس کو اعلان جنگ کر دیا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"جس نے میرے دوست کی توہین یا تحقیر کی تو وہ میرے ساتھ جنگ کرنے کو سامنے آیا"

قال اللہ تعالیٰ والذین یؤذون اللہ و لهم عذاب الیم

جو لوگ دکھ دیتے ہیں اللہ کو ان کے عذاب ہے دردناک

اند کے راز دلی بتو گفتم و ترسیدم کہ دل تنگ شوی ورنہ سخن بسیار است

حموی شرح اشباہ والنظائر ص۵۴: و اذا تقرر هذا فحق المسلم ان یمسک لسانہ

عما یخل بشرف نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ من الوجوہ ولا خفاء

فی ان اثبات الشرک فی ابویہ اخلال ظاھر بشرف نسب نبیہ الطاھر

فجملۃ ھذہ المسئلۃ لیست من الاعتقادات فلا حظہ للقلب منہا

اما اللسان عما یتبادر منہ النقصان خصوصاً الی وھم العامۃ

لانھم لا یقدرون علی دفعہ وتدارکہ وھذا خلاصۃ فی ھذا

المقام من الکلام۔

جب یہ بات مقرر ہو چکی ہے۔ تو پھر ہر ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی زبان کو روک رکھے۔ ایسی باتوں سے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسب گرامی میں رخنہ اندازی کرنے والی ہوں۔ بوجہ چند وجوہ کے۔ یہ بات ہرگز پوشیدہ نہیں کہ ابوین شریفین میں شرک وکفر کا ثابت کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب گرامی میں خلل اندازی کا باعث ہے (جو حضور پرنور کی شان عالی کی صریح توہین وتحقیر ہے) بالجملہ یہ کوئی اعتقادی مسائل سے نہیں جس سے دل کو لذت حاصل ہو لیکن زبان تو اس کا حق خاموش اور بند رہنا ہے۔ جس سے نقصان کا اندیشہ ہو۔ خصوصاً عوام الناس کے ذہن ناقص میں خرابی پیدا ہو۔ کیونکہ نادان اور جاہل آدمی سے اس کا ازالہ اور تدارک ناممکن ہوتا ہے یہ خلاصہ کلام بیچ اس مقام کے۔ ضمن لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ اور تو

چلپی شرح شرح وقایہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۶ :- قد اجتمعت الامۃ علی ان الاستخفاف لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم وبای نبی کان من الانبیا ءکفر سواء فعلہ استحلالاً ام فعلہ معتقداً بحرمتہ ولیس للعلماء فیہ خلاف فی ذالک والذین نقلوا الاجماع فیہ اکثر ان تحقی منہم امام الحرمین

تمام امت محمدی نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا کسی نبی کی انبیاء کرام علیہم السلام سے موجب کفر ہے۔ خواہ اس بات کا کرنے والا اس کو حلال تصور کرے خواہ حرام سمجھ کر کرے اس میں درمیان علماء کرام کے کوئی اختلاف نہیں جن لوگوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے گنتی سے زیادہ نہیں انہیں سے امام الحرمین کی بلند شخصیت ہے۔

شفائی عیاض مصری جلد ثانی صفحہ ۲۴۶ :- من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم او عابہ او الحق بہ نقصاً فی نفسہ او نسبہ او دینہ او خصلۃ من خصالہ او عرض او شبہٗ بشئی علی طریق السبۃ او الازراء علیہ او التصغیر لشانہ او الغض منہ او یعیب لہٗ فھو ساب والحکم فیہ حکم الساب۔

جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے یا کچھ عیب لگائے یا آپ کی ذات گرامی یا نسب شریف میں نقص پیدا کرے یا دین حقانی یا آپ کی خصائل مبارک میں سے کسی خصلت میں یا آپ کی عزو وقار میں یا حضور کو بطور دشنام کے کسی چیز کے تشبیہ دے یا تحقیر تصور کرے یا شان مقدسہ میں عیب جوئی کرے یہ حضور کو گالی دینے والا ہے اور اسکا حکم یہ ہے کہ وہ گالی دینے والوں میں سے شمار کیا جائے گا۔

مقاصد الاسلام جلد اول صفحہ ۱۵ امام تیمیہ الصارم المسلول میں لکھتے ہیں

قال مالک من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم او شتمہ او عابہ او تنقصہ قتل مسلماً کان او کافراً ولم یختلف فیہ متقدمیہم او متاخرہم۔

جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا برا کہے یا کوئی عیب لگائے۔ یا توہین و تحقیر شان گرامی کی کرے۔ مارا جاوے مسلمان ہو خواہ کافر اس بارہ میں علمائے کرام متقدمین

اور متاخرین میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

مواہب اللدنیہ میں ہے۔

لا ریب ان اذاہ علیہ الصلوٰۃ و السلام کفر یقتل فاعلہ فان لم یتب عندنا

اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی موجب کفر ہے ہمارے نزدیک اس کا مرتکب قتل کیا جاوے گا اگر تائب نہ ہو

رئیس العلماء قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ مالا بدمنہ میں تحریر کرتے ہیں

علامہ علم الہدیٰ در بحر محیط گفتہ ہر کہ ملعون در جناب پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشنام دہد یا اہانت کند یا در امرے از امور دین یا در صورت مبارک اویا در وصفے از اوصاف شریفہ او عیب کند خواہ مسلمان بود یا ذمی یا حربی اگرچہ از راہ ہزل کردہ باشد آں کافر واجب القتل است توبہ او مقبول نیست و اجماع امت بر آنست کہ بے ادبی و استخفاف ہر کس انبیاء کفر است خواہ فاعل آں حلال دانستہ مرتکب شود خواہ حرام دانستہ۔

علامہ علم الہدیٰ نے بحر محیط میں کہا ہے جو ملعون جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ کی توہین کرے یا امور دینی میں سے کسی کام میں یا آپ کی صورت پاک میں یا حضور کی اوصاف حمیدہ میں سے کسی وصف میں عیب لگائے مسلمان ہو خواہ ذمی یا حربی خواہ بطور ہنسی مخول کے ہو وہ شخص کافر واجب القتل ہے اس کی توبہ قبول نہیں اس پر تمام امت مرحومہ کا اتفاق ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین اور بے ادبی کفر ہے خواہ اس فعل کا فاعل اسبات کو حلال تصور کرے خواہ حرام بہر کیف ہر دو صورت گناہ میں برابر ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا

بدیہ حرمین وفی رد المختار شرح در مختار صد ۳۰ بیتا حاجل ستب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالیٰ و بانت منہ امراتہ وان تاب فیھا والا قتل

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ کو جھٹلائے یا آپ کا عیب کرے

یا آپ کی توہین کرے بیشک وہ کافر ہوا ساتھ اللہ تعالیٰ کے اور اس سے اس کی عورت جاتی رہی
اگر اس نے توبہ کی تو بہتر ورنہ قتل کیا جاوے۔

ھذا بصائر من ربکم وھدی ورحمۃ لقوم یومنون۔ سبحان
ربک رب العزۃ عما یصفون۔ وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین
اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ
واولادہ وعترتہ واتباعہ واشیاعہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین
ربنا اغفر لنا ولوالدینا ولوالدی والدینا وارحمھما کما ربیانی صغیرا
برحمتک یا ارحم الراحمین۔ اللھم واغفر لجمیع المسلمین والمسلمات
الاحیاء منھم والاموات انک مجیب الدعوات فانہ لا حول ولا قوۃ
الا باللہ العلی العظیم۔

ہر کہ خواند طمع دعا دارم   زانکہ بس عاجز و گنہگارم

مناجات بجناب مجیب الدعوات

ألم تسمع بفضلك يا رجائي ۔۔۔ دعاء من ضعيف مبتلائي

غريق في بحور الغم حزنا ۔۔۔ اسيرًا بالذنوب وبالخطائي

أنادي بالتضرع كل يوم ۔۔۔ مسلمًا في التسائل والدعاء

لقد ضاقت على الارض طرًا ۔۔۔ واهل الارض ما عرفوا دوائي

فخذ بيدي فاني مستجيرًا ۔۔۔ بعفوك يا عظيم يا رجائي

أتيتك باكيًا فارحم بكائي ۔۔۔ رجائي منك اكثر من خطائي

فلي هم وانت كشيف همي ۔۔۔ ولي داء وانت دواء دائي!

تفضل سيدي بالعفو عني ۔۔۔ فاني في جزاء من بلائي

جزائي ان تعذبني ولكن

اعوذ بحسن عفوك من جزائي

تمت بالخیر

[illegible] خوشنویس لاہور

(لاہور آرٹ پریس لاہور)

حسن ترتیب

امیر کاروانِ اسلام

مفتی محمد خان قادری

کا دینی، علمی اور تحقیقی لٹریچر

- شرح اسک ختام دی
- حضور ﷺ کے آباء کی شانیں
- والدین مصطفےٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا
- علماء نجد کے نام اہم پیغام
- جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
- کیا سگِ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟
- ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی ﷺ
- سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
- صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ
- محبت اور اطاعت نبوی ﷺ
- نعل پاک حضور ﷺ
- صحابہ اور علم نبوی ﷺ
- امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت ﷺ
- قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا جواب
- خواب کی شرعی حیثیت
- علم نبوی ﷺ اور امور دنیا
- معراج حبیب ﷺ خدا
- محافل میلاد اور شاہ اربل
- حضور ﷺ کی رضاعی مائیں
- ترک روزہ پر شرعی وعیدیں
- عورت کی امامت کا مسئلہ
- عورت کی کتابت کا مسئلہ

- معارف الاحکام
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم
- فتاویٰ رضویہ جلد چہاردہم
- ترجمہ فتاویٰ جلد پانزدہم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم
- صحابہ اور محافل نعت
- صحابہ کے معمولات
- علم نبوی ﷺ اور منافقین
- حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے ہیں؟
- سدرہ تیری راہ گزر
- منہاج اصول الفقہ
- ذخائر محمدیہ
- مسلک صدیق اکبر عشق رسول ﷺ
- شرح سلام رضا
- نور خدا سیدہ حلیمہ کے گھر
- اسلام اور تحدید ازواج
- اسلام میں یکجہتی کا تصور
- فضائل نعلین حضور ﷺ

- شب قدر اور اس کی فضیلت
- اسلام اور تصور رسول پاک ﷺ
- اسلام اور احترام والدین
- والدین مصطفےٰ ﷺ جنتی ہیں
- نسب نبوی ﷺ کا مقام
- وسعت علم نبوی ﷺ
- اسلام اور احترام نبوت
- اسلام اور خدمت خلق
- نظام حکومت نبوی ﷺ
- فضیلت درود و سلام
- شان نبوت ﷺ
- تفسیر سورۃ الضحیٰ والم نشرح
- شاہکار ربوبیت ﷺ
- ایمان والدین مصطفےٰ ﷺ
- حضور ﷺ کا سر نہ
- امتیازات مصطفےٰ ﷺ
- دربار رسول ﷺ کی حاضری
- صحابہ کی وصیتیں
- رفعت ذکر نبوی ﷺ
- مزاج نبوی ﷺ
- تبسم نبوی ﷺ
- منہاج النحو

- امام احمد رضا بحیثیت قاطع بدعات
- برکات محافل سے بیزاری کیوں؟
- زوال امت کا ازالہ کیسے؟
- آیئے قرب مصطفےٰ ﷺ پائیں
- اساس ایمان محبت الٰہی
- جماعت نماز تسبیح
- نفلی نماز کے احکام
- قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم
- سرمہ اور روزہ
- کیا انبیاء علماء اور بت ایک ہیں
- یا رسول اللہ ﷺ کہنا ایمان یا شرک
- اسلام اور ایصال ثواب
- منہاج المنطق
- مقصد اعتکاف
- تفسیر سورۃ الکوثر
- تفسیر سورۃ القدر
- امامت اور عمامہ
- عصمت انبیاء
- روح ایمان محبت نبوی ﷺ
- علم نبوی ﷺ اور متشابہات
- Why Did The BELOVED PROPHET (SAW) Perform Many Nikkahs?

- کیا رسول اللہ ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟
- آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا
- رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ مسئلہ ترک
- حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب
- سود کے قیدیوں کے بارے میں حضور کا فیصلہ
- علمی مباحث
- ختم نبوت

- حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟
- نماز میں خشوع و خضوع کیسے حاصل کیا جائے؟
- حدیث شریک پر اعتراضات کی حقیقت
- احوال و آثار۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی
- والدین مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ
- تحریک تحفظ ناموس رسالت کی مثالی کامیابی

- محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
- اللہ اللہ حضور کی باتیں ایک ہزار احادیث کا مجموعہ
- میلاد و النبی اور شیخ ابوالخطاب ابن دحیہ
- مشتاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیات جذب و مستی
- فضل اللہ جلد ترجمہ ۱ تا 12
- حضور ﷺ کے ظاہر و باطن پر فیصلے